

مُر کے ہر فرد کے لئے

کراچی

پاکیزہ

ماہنامہ

فروری 2018

عقلمندی

معراج رسول



ناہید سلطانہ اختر، حقیقہ حق و طیبہ عنصر منقل کی خصوصی تحریریں
شہزادہ شیخ اور حنا شہزادہ نے پاکیزہ کے مہمان

مجھے کچھ کہنا ہے.....

قاریین کرام..... السلام علیکم

کہتے ہیں فردو زمانہ ان کی کالی ہوتا ہے اور خاندان، معاشرے کی اور پھر اسی طرح قوش و جرد میں آئی ہیں، کسی معاشرے میں جو بڑے ہوئے وقتی انتشار نفسا کی، معاشی عدم استحکام، اخلاقی حولی اور جذبی افتاد اور روایات کی پامالی کی بہت سی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ آج سے چالیس سال پہلے تک کے پاکستانی معاشرے میں فردو میں طور پر اپنے خاندان کی روایات اور اخلاقی تعصبات کا پاسدار ہوا کرتا تھا۔ صرف اپنے والدین ہی نہیں بچپا، ماسوں، پھوپھا، تایا جی "کر سکلے برہم" کے بزرگ کسی اس کی تربیت میں حصے دار ہوتے تھے۔ آج فرد کی اخلاقی تربیت اور کردار سازی نہیں کو کر رہی ہے اور یوں لگتا ہے کہ نوجوان نسل کی امرتقل کی طرح بڑھ رہی ہے جو کسی نزدیکی سے دیکھی جائے اسباب میں لے سکتی ہے۔

ہمارے بڑے بوڑھے بوستان و گستان سہمی اور حکایات رومی کے ذریعے بچوں کی تربیت کیا کرتے تھے۔ آج تربیت کے جدید برقی ذرائع اخلاقیات و معاشرتی قیمت افکار کو من کی طرح جات رہے ہیں۔ ہم یہاں اخلاقی گمراہی کے کسی ایک دانے کا ذکر کر رہے ہیں کہ کسی کے کیونکہ یہ تو ایک خطہ واسطے ہے جس کی کوڑاں الاموال و روک جاتی ہیں۔ سائنسی بات کو مزید پڑا کر جانے کے لیے نہیں ہم پاکستان سہمی کی ایک کتاب کے ضرور نقل کریں گے مثلاً "تربیت سے دل میں جاتے ہوئے مری بات..... مشہور بادشاہ نوشیرواں اپنے محل کی پتا پر ہی عادل کا لایا، ایک روز وہ اپنے دربار میں، مشیروں کے ساتھ کھانا کھانا، جب کھانا کر کے پانور کو بھونے کا وقت آیا تو پتا چلا کہ کھک تو ساتھ نہیں ہے، اب کیا کیا جاسکے۔

بادشاہ حضور کھک بھر گئی، ایک مشیر نے مشورہ دیا کہ حضور زور کی ہستی سے جا کر کھک لیا جاسکا ہے۔ جب درباری روایت ہوئے کہ قونویر داں عادل نے تمہیں کہا۔

"نمک مول کے آتا تھا"

"حضور..... نمک اتنی ذرا سی چیز ہے ہر شخص بادشاہ سلامت کو دینے پر تیار ہو جائے گا۔" مشیر بولا۔

اس پر نوشیرواں عادل نے تاریخی جملہ کہا۔

"اگر کھان ابھی رعایا سے جا ہے کھک ہی کسی ہے مول لے لیں تو اس کے حواری اور مشیر

اس ہستی کے مجبور بکھرے ستون پر چڑھانے میں ذرا تاال ذکر کریں گے۔"

تمام اعلیٰ درجے کے لیے ہر شخص دعاؤں کے تحفے حاضر ہیں۔

مدیرہ
نرجس اصفہر

JASOOSI DIGEST PUBLICATIONS

Convey Your Message to
Millions of Our Readers,
World Wide
Through



63-C, PHASE II EXT-1, D.I.A., MAIN KORANGI ROAD, KARACHI 75500, PAKISTAN.
PHONES : (92-21) 3504255, 3504420, 3504531 FAX : (92-21) 5002551
E-mail : jdggroup@hotmail.com

اور سب کی طرف ان کے بھائی صالح کو (سوئٹ نہا) اس نے کہا اسے میری قوم اتم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو تمہارے لیے اس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے۔ وہ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے روشن دلیلیں لے کر آیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کوئی ہے جو تمہارے لیے ایک نشانی ہے، وہیں اسے چھوڑ دو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھائی پھرے۔ اور اسے بری طرح سے چھوڑ دو۔ نہ جسیں روئے انکے منکب بکڑے گا۔ (۴۳) اور وودت یاد کرو جبکہ تمہیں عباد کے بعد جانچیں بنایا، اور تمہیں زمین میں چل دی۔ تم اس کے میدانوں میں کل بناتے ہو، اور پرانوں کو کھات، کھات کھرہ بناتے ہو پس تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو، اور تم مفید بن کر زمین میں فساد نہ کرتے پھر۔ (۴۴) اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے جنہوں نے تکبر کیا، ان کو درد و گول سے جو ان میں سے ایمان لائے تھے، کہا کیا تم یہ جانتے ہو کہ یقیناً صالح نے سب کی طرف سے رسول ہے۔ انہوں نے کہا نہ جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں کیا ہم جانتے ہیں اس پر ایمان رکھنے والے ہیں۔ (۴۵) وہ دوست جنہوں نے تکبر کیا، کہنے لگے کہ یقیناً ہم اس چیز سے تکبر ہیں جس پر تم ایمان لائے ہو۔ (۴۶) پس انہوں نے کوئی کی کوئی کثرت کا دین، اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی، اور کہا اسے صالح اگر تم رسولوں میں سے ہو تو جس (عذاب) کا ہم سے وعدہ کرتے ہو اسے لے آؤ۔ (۴۷) پس انہیں دلازل نے آ کر آکر... تو وہ اپنے کھروں میں ادا ہوئے پرے سے رو گئے۔ (۴۸) تب اس نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہا اسے میری قوم یقیناً تم سے نہیں اپنے پیغام پہنچا دیے ہیں، اور تمہیں نصیحت کی ہے مگر تم نصیحت کرنے والوں کو درست نہیں رکھتے۔ (۴۹) اور لو کہ (کوئی ہم سے بھیجا) تو اس نے اپنی قوم سے کہا کیا تم ایسی بکری بکری کرتے ہو جو تم جہانوں میں سے کسی ایک نے بھی تم سے پہلے نہیں کی۔ (۵۰) تم غوثوں کو چھوڑ کر مردوں پر شہوت رانی کے لیے آتے ہو۔ بدست حد سے بزد جانے والے لوگ۔ (۵۱) اور اس کی قوم کے پاس کوئی جواب نہ تھا، سوائے اس کے کہ انہوں نے کہا انہیں تم اپنی جہتی میں سے نکال دو، یقیناً یہ لوگ پاک ہیں جتنے (۵۲) میں ہم سے اسے تمہاراں کو کثرت دی سوائے اس کی یہی کہ اسے کو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی (۵۳) اور ہم نے ان پر پتھر برسائے۔ جس تم کو رو کر وہ جرموں کا انجام کیا (۵۴) اور دین کی طرف ان کے بھائی شیب کو بھیجا۔ اس نے کہا اسے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو تمہارے لیے اس کے سوا دوسرا کوئی معبود نہیں۔ یقیناً تمہارے سب کی طرف سے تمہارے پاس روشن دلیلیں آچکی ہیں۔ جس تم آپ اور قہل پرانہ رکھا کرو اور لوگوں کو ان کی چیز میں کندہ کیا۔ اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد دست کرو۔ اگر تم مومن ہو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے (۵۵)

(سورہ اعراف ۷، پارہ ۷، آیات ۵۳ تا ۵۵)

آنحضرت ﷺ کے اسمائے گرامی

الصلوة والسلام علیک یا ارحم الراحمین

افضل الانبیاء، خیر مہجت، سید المرسلین، حبیب کی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معنی اسماء مبارک میں سے ایک نام۔ سیدنا اہل بیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے اور ہاں کی جگہ سے فعل کر کے کیا بنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی کلمہ ہے۔

تفصیل مفسوم: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اسم مبارک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد اعلیٰ میں ہی من عہد اہل بیت سے معروف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زب میں قسمی معروف تھا، اور ان کے سر زب پر آشام کا کلمہ سے ملتا ہے۔ بنی ہاشم عرب میں سب سے زیادہ معزز و قبیلہ تھا۔

آپ کا نام پر حق پر حق و اطواء کے لقب سے مشہور ہوئے اسے والد مرید مناف کے بعد قوم کے سردار بنے۔ آپ لقب پر بننے کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک بار مکہ میں آنے کی بہت کثرت ہوئی۔ ان لوگوں آپ تجارت کی کہ پر شام سے ہوئے تھے۔ جب واپس آئے تو آغا اور درویشوں پر یاد کر گئے اور عام صحت کی ضرورت اور کثرت میں درویشوں کو زور بخود زوالی گئی۔ عربی میں اسے "مستم" سے منکر ہو کر آیا ہے۔ اس نصبت سے ان کا نام ہاشم پڑ گیا۔

القدران: ترجمہ: (سفر قریش) نبوت سے پہلے بھی میں نے تم میں ایک مدت دراز تک زندگی بسر کی ہے کیا تم مجھے نہیں۔ (سورہ بقرہ ۱۲۸)

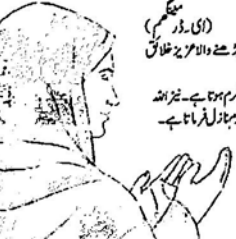
الحدیث: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کی اولاد میں سے اسماعیل کی اولاد کو منتخب کیا اور اسماعیل کی اولاد میں سے کنانہ کو اور کنانہ میں سے قریش اور قریش میں سے بنی ہاشم اور بنی ہاشم سے بنو محمد میں خاندان کو عرب اور اہل بیت کے خاندان سے سب سے افضل ہوں۔ (مسلم)

الوائت: وہاں کے لوگ کہ یہ لقب کرتے تھے یہاں تک کہ "الہاشم" کے لقب سے پکارتے تھے، وہ قادر، قاطی، احاد، روت، حبیب، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس میں عربی کر دار رکھا۔ یعنی 605 میں جب بنی مکہ نے خاندان کی از سر نو تعمیر کرنے کا ارادہ کیا جب مکہ کی عربی میں مکہ کی مکہ میں تو جبر اسود کے کہنے کا سوال اٹھا۔ آخر ایک شخص نے جانت مقرر کر کے کی نصبت کی۔ وہ پہلا شخص جبرم میں پہلے داخل ہوئے انہوں نے اس کو خطور کیا اور دست کے پہلے کا انتظار کیا تب سے پہلے داخل ہوئے وہ اپنے لعل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ انہوں نے ان کا استقبال کیا۔ "یا ہاشم" کہی جلائے یہ اہل بیت اللہ کے پیغمبر "ہاشم" ہیں ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو گا۔

الغضاض: 1۔ اس اسم مبارک "سیدنا ہاشم" 200 مرتبہ روزانہ پڑھنے والا مزید عطا فرماتا ہوگا۔ (ای ڈارم)

2۔ اس اسم مبارک کا بکثرت درویشوں کے والد اللہ تعالیٰ کی بکثرت میں کرم ہوتا ہے۔ نیز اللہ اپنے افضل کرم سے اس کی اپنی نصبت بلند کر دیتا ہے اور اس پر اپنی خصوصی فضل و کرمات فرماتا ہے۔

قیمہ حیات کی کتاب انوار الہامی، ج ۱، صفحہ ۱۰۰ سے اقتباس



کافروں کو، اللہ سے ڈرتے رہو اگر تم ایمان والے ہو۔ (57)

109۔ ”بے شک وہ بھی کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تمہیں مالک ہے۔“ (57)

110۔ ”مومنو! تم اپنا پاک چیزوں کو حرام نہ کرو، جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دی ہیں، اور وعدے آگے نہ بڑھو۔“ (87)

111۔ ”حالیہ ایک روزنی کھانے کی ہدایت۔“ (88)

112۔ ”پیشہ کھانے کا کفار و کفر میں جوں کو کھانا کھانا، یا کپڑے دینا، یا مالک یا کفار کو غلامی آزار کرنا، یا تین روزے رکھنا۔“ (89)

113۔ ”مومنو! بے شک شراب، جوا، بت، ہانے یا چرواہا چیزیں ناپاک ہیں، شیطانی کام ہیں، مگر ان سے بچنے پر کاربند نہ ہو گناہات ملے۔“ (90)

114۔ ”اسلام کی حالت میں شکاری ممانت۔“ (95)

115۔ ”دریائی چیزوں کا شکار اور ان کا کھانا حلال کر دیا گیا۔“ (96)

116۔ ”ناپاک اور پاک پر نہیں۔“ (100)

117۔ ”مومنو! اس بات میں نہ پوچھا کرو کہ اگر تم ظاہر کر دی جاؤ تو کوئی مصلحت معلوم ہو۔“ (101)

118۔ ”حیثیت کے وقت دعوایہ روگاہ۔“ (106)

سورۃ النعام 6۔

119۔ ”زمین کے تمام حیوانات اور پرندے، ان کو رب کے سامنے بیچ ہوتا ہے۔“ (38)

120۔ ”اور ان کو برا نہ کہا کرو، جن کی اللہ کے سوا یہ عبادت کرتے ہیں کیونکہ وہ پھر اللہ کو برا نہیں گئے۔“ (108)

121۔ ”اور تم ظاہری گناہ بھی چھوڑ دو اور باطنی گناہ کو بھی چھوڑ دو۔ بلاشبہ جو گناہ کرے ہیں، ان کو ان کے برے کام کیے کی سزا ملے گی۔“ (120)

122۔ ”اور بے جا حرم نہ کر دیکھنا اللہ سے گزرتے والوں کو دوست نہیں رکھنا۔“ (141)

(جاری ہے)

96۔ ”مومنو! تم مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بناؤ۔“ (148)

97۔ ”اللہ زبان پر بری بات لانے کو پسند نہیں کرتا سوائے ظلم کے۔“ (148)

سورۃ نساء 5۔

98۔ ”مومنو! تم مہم جوں کو پورا کیا کرو، تمہارے لیے تمام چارے مومنوں حلال کیے گئے ہیں۔“ (1)

99۔ ”مومنو! اللہ کی نشانیں کی بے حرمانی نہ کیا کرو۔“ (2)

100۔ ”تم پر حرام کیے گئے مردار اور خون اور غنیمت کا گوشت اور وہ جانور جو غیر اللہ کے نام پڑا (ذکر) کر دیا گیا اور جو گناہ گئے سے مر جائے اور جو کسی قریب سے مر جائے اور جو اونچے چھٹے سے مر کر مر جائے اور جو کسی نگر سے مر جائے اور جس کو زندہ کھانے لگے مگر جس کو زندہ کر دہ جائے اور جو جانور پر شیش یا زہن کیا جائے اور یہ کہ قہم کو دفعہ کے تیروں کے ذریعے سے، یہ سب گناہ ہیں۔“ (3)

101۔ ”تمام حلال جانور حلال ہیں، و شکاک جانور کے ذریعہ لیا کرنا، حلال۔“ (4)

102۔ ”اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لیے حلال ہے، اہل کتاب کی پارہا مومنوں سے نکاح (حلال ہے)۔“ (5)

103۔ ”مومنو! تم اللہ پر بطریقہ۔“ (6)

104۔ ”مومنو! تم اللہ پر پوری پابندی سے انصاف پر قائم رہنے والے گواہ بنو۔“ (8)

105۔ ”مومنو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اللہ کے قرب کا وسیلہ تلاش کرو۔“ (35)

106۔ ”چھوڑ دیا موت کے کھانے کا حکم۔“ (38)

107۔ ”مومنو! تم یہودیوں اور نصاریوں کو دوست نہ بنالیا کرو، وہ آہیں میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔“ (51)

108۔ ”مومنو! تم اپنا دوست نہ بنانا، اہل اہل کتاب کو جو تمہارے دین کو اپنی اور میں بناتے ہیں اور نہ

تم بے مغربہ قلعوں میں رہو۔“ (79)

82۔ ”جو انہی بات کی سفارش کرے گا اس کو ثواب میں حصہ نہ ملے گا اور جو بری بات کی سفارش کرے گا اس کو اس خطاب میں سے لٹے گا۔“ (85)

83۔ ”اور جب تم کو دعا دی جائے تم اس سے بہتر دعا دو یا اس کو ڈھرو اور۔ بلاشبہ اللہ ہر چیز کا حساب لے گا۔“ (86)

84۔ ”کسی مومن کی یہ شان نہیں کہ دوسرے مومن کو قتل کرے مگر قتل ہے۔“ (ظہنی سے قتل کرنے کا کفارہ بیان ہوا ہے)۔ (آیت 92)

85۔ ”اور جو شخص کی مسلمان کو قتل کرے گا تو اس کی سزا اور نہ ہے۔“ (93)

86۔ ”ہجرت کرنے کا حکم، اس کی تفصیلات۔“ (97، 100)

87۔ ”سے دوران نماز کی تصریح کرنے کا حکم۔“ (101)

88۔ ”جو کوئی برائی کرے یا اسے اپنے ظلم کے پھر وہ اللہ سے معافی چاہے تو وہ اللہ کو بڑی مغفرت والا اور بڑی رحمت والا بنائے گا۔“ (110)

89۔ ”اور جو کوئی چھوٹا گناہ کرے یا بڑا گناہ اور پھر اس کی توبہ کرے یا نہ کرے تو اس سے بڑا گناہی بہتان اور سزا ملے گا اور نہ ملے گا۔“ (112)

90۔ ”تقریبی رشتہ داروں، غنیوں، غریبوں، پادری، صاحب مجلس، مسافر، غلام، غلامی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم۔“ (36)

75۔ ”مال لوگوں کو کھانے کے لیے خرچ کرنے کی ممانعت۔“ (38)

76۔ ”نئے کی حالت میں نماز کے پاس جانے کی ممانعت، یا ناک کی حالت میں نماز کے پاس جانے کی ممانعت، یا ناک کی اجازت۔“ (43)

77۔ ”شرک کی ممانعت۔“ (48)

78۔ ”بے شک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ قتل کرو اور ان کا خون کر دیا کرو۔“ (5)

79۔ ”مومنو! تم اللہ کا ممانہ، رسول کا ممانہ، تم میں جو عام ہیں ان کا ممانہ۔“ (59)

80۔ ”دنیا کا فائدہ بہت تھوڑا ہے اور بہت اچھی چیز پر کھانے کے لیے آگے جاتا ہے۔“ (77)

81۔ ”تم تمہیں ہوسوت تو آگے رہے کی خواہ شروع کر دیں۔“ (140)

یہ ہیں کی پیشیاں جو تمہاری پرورش میں راقی ہیں اور ان یہ ہیں کی لڑکیاں جن سے محبت کی ہے، تمہارے ان جنوں کی یہ ہیں جو تمہاری نسل سے ہوا ہے کہ تم وہ جنوں کو ایک ساتھ رکھو۔“ (23)

69۔ ”اور شوہر والی عورت میں بھی تم پر حرام ہیں، جن عورتوں سے نکاح کرو ان کا ممانہ دینے کی تاکید۔“ (25)

70۔ ”مومنو! ایک دوسرے کا مال مت کھالیا کرو۔“ (29)

71۔ ”اگر تم بڑے گناہوں سے پرہیز کرو گے جن سے تم کو نیک کیا گیا ہے تمہارے چھوٹے، چھوٹے گناہ معاف کر دیں گے اور تم کو عزت کا مقام عطا کریں گے۔“ (31)

72۔ ”اس چیز کی حرم نہ کرو، جس میں اللہ نے تم کو ایک دوسرے پر فضیلت عطا کی ہے۔“ (32)

73۔ ”مرد عورتوں کے حافظ اور عریان ہیں، اس لیے کہ اللہ نے بعض کو بعض پر نفی دی اور اس لیے کہ مرد اپنا مال ان پر خرچ کرتے ہیں۔“ (34)

74۔ ”تقریبی رشتہ داروں، غنیوں، غریبوں، پادری، صاحب مجلس، مسافر، غلام، غلامی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم۔“ (36)

75۔ ”مال لوگوں کو کھانے کے لیے خرچ کرنے کی ممانعت۔“ (38)

76۔ ”نئے کی حالت میں نماز کے پاس جانے کی ممانعت، یا ناک کی حالت میں نماز کے پاس جانے کی ممانعت، یا ناک کی اجازت۔“ (43)

77۔ ”شرک کی ممانعت۔“ (48)

78۔ ”بے شک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ قتل کرو اور ان کا خون کر دیا کرو۔“ (5)

79۔ ”مومنو! تم اللہ کا ممانہ، رسول کا ممانہ، تم میں جو عام ہیں ان کا ممانہ۔“ (59)

80۔ ”دنیا کا فائدہ بہت تھوڑا ہے اور بہت اچھی چیز پر کھانے کے لیے آگے جاتا ہے۔“ (77)

81۔ ”تم تمہیں ہوسوت تو آگے رہے کی خواہ شروع کر دیں۔“ (140)

.....پہاں پچھن کر دل ہے

رغبت سران

ہنی اسرائیل کا سونے کا بیجھڑا آج ڈالے، ہونٹ، پوروں، دیم و دینار کی شکل اختیار کر چکا ہے۔
دل جذبات کا استعارہ ہے مگر اب وہ دل کہاں ...
سونے کے بیجھڑے میں دل بھی سونے کا ہے ...
دل کو روڑا جاتا ہے، جگر کو پٹا جاتا ہے ...
کبھی نالادروں کے حوالے کر دیا جاتا ہے، پاریاں ٹوٹ جاتی ہیں۔
الزام تراشیوں کا ایک طوفان بدلتیزی برپا ہو جاتا ہے۔
دل سے دل کو راہ بھی ہوتی ہے ...
آج کا انسان بہ راہ سیٹلائٹ کے ذریعے search کرنے کی کوشش کرتا ہے۔
دل اور سونے کا بیجھڑا ...
عبادات، معاملات ...
جنت کم کشتہ کیے دھل ہاسیوں کی ازلی کہانی ...

رگ سنگ سے نکلتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا
جسے غم سمجھ رہے ہو یہ اگر شرار ہوتا
غم اگرچہ جاں محسوس ہے پہ کہاں بچیں کہ دل ہے
غم عشق مگر نہ ہوتا، غم روزگار ہوتا
ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرق دریا
نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

شمارہ 19

فطری طور پر زبردست جھٹکا سا لگتا تھا۔ سلمان اس کے ساتھ خاصا وقت گزار کر اور اپنی بنیادی و اسٹیل فطرت کا مظاہرہ کر کے رخصت ہوا تھا۔
یہ تو اب ممکن ہی نہیں رہا تھا کہ کندہ کی غیر متوقع ملاقاتوں پر وہ الجھن محسوس نہ کرتا۔
وہ تو لاشعوری طور پر اس وقت زارا سے ملاقات کا سوڈنا رہا تھا کہ غیر متوقع صورت حال اسے بے ترتیب سا کر کے رکھ دیتی تھی۔
"انہیں ذرا رنگ دم میں بٹھائیے۔۔۔ مجھے پانچ سے دس منٹ لگ سکتے ہیں۔" بہر طور اسے صورت حال کا سامنا کرنے کے لیے خود کو تیار کرنا ہی ہے۔ ہمکی سوچے ہوئے ہدایت جاری کی۔۔۔ اور گہری، گہری سانس لے

کر خود کو سترازن کرنے لگا۔

☆☆☆

لیڈی صوفیہ نے لاؤنج سے باہر نکل کر زارا کا استقبال کیا تھا اور یوں گلے سے لگایا تھا جیسے کوئی نئی بہت راہ دکھا کر گئے آئی ہو۔

”میں جتنی سعی کہ میں بہت خوش رہتی ہوں..... ہالکلی بھی اداس نہیں ہوں مگر اب محسوس ہوتا ہے کہ سفینہ کا ملنا میری خوشیوں کا بہانہ بن گیا ہے..... اب تو میں جتنی دیر چاہتی ہوں بس ایک روحانی مسرت کو انجوائے کرتی ہوں۔ کتنی پیادری اور مصمصی بیٹیاں مجھے مل گئی ہیں۔“ لیڈی صوفیہ، زارا کو پیاد کر کے ہونے بڑی سرشاری کیفیت میں کہہ رہی تھیں۔ زارا کو جہاں کرم جوش استقبال نے نہال کیا وہاں سفینہ کے نام نے طبیعت میں بحکد پر پیدا کیا۔ یہ ہر خوشی کی انتہا پر سفینہ کہاں سے آ جاتی ہے۔ جیسے کھانا کھاتے ہوئے چاول میں منکر، کھانے کا سارا الحظ برباد کر دیتا ہے۔

بہر طور اسے مسکراتا ہوا تھا۔

کوئی مکمل کر مسکراتا ہے کوئی ٹھوہے، کوئی جبرا مسکراہٹ تو معنی خیز بھی ہوتی ہے مگر اب وہ بے معنی سا مسکرائی گئی۔

قتیرات کا شاہکار مگر، سائے کے سر سبز پردوں کے سرخ تگلے، جیتی و نکیریشن پوسر، رویشیوں کا مکر انگیز انتظام..... مکرمل پر ایسا بو جیسے تیرنی کی اچانک بارش کے پانی کے پھول مل جاتا ہے۔

”اب تو تم جتنی مہربان ہو، ذرا رنگ روم کیسٹ کے لیے ہوتا ہے۔“ لڈی صوفیہ نے ڈرائنگ روم کے دو درمیا شیشے کے بند دروازے پر ایک سرسری نگاہ دوڑاتے ہوئے کہا۔

زارا اس لمحے میں خود کو سنبھال چکی تھی..... سفینہ کو سطر سے آؤٹ کرنے سے پہلے تک یہ سب تو برداشت کرنا ہوگا..... اس نے خود کو سمجھایا۔

لیڈی صوفیہ کے دم و لکمان میں نہیں آ سکتا تھا کہ اس وقت ان کے ڈرائنگ روم میں مندل اور سلمان براجمان ہیں..... اور پرنس کا اظہار کر رہے ہیں۔

وہ زارا کو ساتھ لے کر اپنے بیڈ روم کی طرف برہیں کوئے میں مزدبانہ کمز کی انجلا بڑی پھرتی سے ان کے قریب آئی اور سائے کی طرح ساتھ چلتی گئی۔

لیڈی صوفیہ اپنی جتنی پھرتی لگاتی آئے بڑھتے ہوئے بار بار زارا کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

زارا یوں قدم کر گئی تھی گویا نلکہ سا سلیمان کے گل میں فرش کو پانی سمجھ کر پاؤں دھر رہی ہو۔

مخاطبہ ہو شیار، اور خواہشات کے شدید دباؤ سے بے حال.....

☆☆☆

”خبردار اگر آنسوؤں کا ڈراما کرنے کی کوشش کی.....“ مندل کی آنکھوں سے آنسو یوں ابل رہے تھے گویا پہاڑوں کی اوٹ سے جھٹے ابل رہے ہوں۔ سلمان کی آنکھوں میں خون اتر ا ہوا تھا۔ دانت ہیں کہ بے رحم نظروں سے اس کی طرف گھور رہا تھا۔

مندل نے خوفزدہ انداز میں آنسو پوچھنے کی بار، بار کوشش کی مگر عجیب بے اختیار تھی۔

مرنے جیسی بے اختیار داری..... مرنے کوئی نہ چاہے مگر مرنا پڑے۔

”اس شخص کا قصور کیا ہے..... لیکن ناں کہ اس نے ایک بے بس عورت کی اس وقت مدد کی جب وہ مرنے کے

پہ کھانا بیچیں کہ دل ہے



قریب تھی۔“ مندل نے بھرائی ہوئی آواز میں بات کرنے کی ہمت کی۔

”وہ میرے گھر میں داخل کیسے ہوا؟ تم نے اس کو حوصلہ دیا ہوتا تو وہ گھر میں قدم رکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔“ سلمان نے غزا کر جواب دیا۔

مندل نے بے لکی کی کیفیت میں آنکھیں موند لیں۔

”آؤ خراب شے یہاں کیوں لائے ہیں۔؟“ مندل کی آواز میں بلا کا کرب تھا۔

”ابھی جا چکے جاتا ہے کہ جتنیں یہاں کیوں لایا ہوں۔“ سلمان نے خونی نظروں سے بڑی کا طرف دیکھا۔

اسی آن پرنس گھر سے رداؤ سبک کے کرتے اور سفید فلور میں ملیں اندر داخل ہو اس کی آنکھوں میں نظر بھی

تھا اور جس بھی اس نے شعوری طور پر خود کو منظم کیا اور مندل کی طرف دیکھنے کے بجائے سلمان کی طرف دیکھا جو اسے دیکھنے کی آنکھ کھڑا ہوا تھا۔

پرنس نے مصالحتی کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ خواہ طوعا و کرہا کہی..... مگر سلمان نے اس کا ہاتھ نظر انداز کر دیا۔

”میں تمہارا زیادہ نام نہیں لوں گا.....“ سلمان نے پرنس کو ”تم کہہ کر مخاطب کیا جو اپنے لاپرواہی سے بھی

”آؤ“ کہہ کر بات کرنا تھا۔

پرنس نے سوچتی ہوئی نظروں سے سلمان کا چہرہ بخور دیکھا۔

یہ کجاں بچیں کہ دل ہے

”انشاء اللہ... میں بچ پر نہیں جو ان کروں گا۔“ ٹرس نے سوچتے ہوئے جواب دیا۔ اس کے دم و کمان میں بھی نہیں اسکا تھا کہ کوئی بچ بچل پارے کی طرح بچل کر اس کی ایک ہنک دیکھنے کو تپ رہا ہے۔

”اوکے“... اچھا ہے سرگرم دیا اور میکا کی اعزاز میں پلٹ گئی۔
بچہ تاہم تک اس نے کیا کرنا تھا... اسے خود کی معلوم تھا۔

☆☆☆

جان مارنے کا تھا۔

”انسان man was born free and everywhere he is in chains“ (انسان

آزاد پیدا ہوا تھا مگر ہر جگہ زنجیروں میں پکڑا ہوا ہے)

زارا نے بڑی اداسے کہا اور اپنی زلفوں میں انگلیاں بھیرتے ہوئے ٹکھکھلائی۔

”اور... او ہو...“ what's a nice quotation what's a good memory

لہڑی صوفیہ یوں خوشی ہے ہے حال نظر آگیا کہ یازارا نے انہیں بل میں اپنا ہاتھ اپنا لیا ہو۔ یا پھر... یہ کہ...

سے میں نے یہ جانا کہ گویا مجھے یہ دل میں ہے۔

”آؤ صبر سے غریب آؤ، میں کہیں بہت سیایا کرنا چاہتی ہوں۔ ڈارلنگ! وہ ابھی سے تمہارا یہ حال ہے؟ یہ بڑی

ہو کر کیا کر گئی... لہڑی صوفیہ نے اسے گلے لگانے کے لیے بازو دروازہ دے۔

ڈارا یوں جاگنے کی کواؤدھ میں مدد ہو گئی ہو۔ لہڑی صوفیہ نے سینے کے بجائے زارا کو بہو جانے کا اعلان

کر دیا ہو۔

لہجے میں... جیسے متا کی جھکی... جیسے پھول کے دامن میں اترنے والا شبنم کا اولین قطرہ... جیسے پر لٹکتے ہی تلی کی پہلی اڑان... جیسے بادلوں کی اوٹ سے جھانکنا ہوا چاند۔

☆☆☆

ٹرس داوای کی کھوج میں پڑنے کے بجائے سیدھا اپنے بیڑم میں آ گیا تھا۔ اس کے اعصاب جھج رہے تھے۔ ایک عورت کی تبدیلی کی انتہا نے اسے بڑترین ذہنی تحدہ سے دو چار کر دیا تھا۔

تھپ تھپ کھاکر جس طرح صندل نے گال پر ہاتھ رکھ کر سر جھکا لیا تھا۔ وہ اس کی شاہکار مصوری کا منہ چڑا رہی تھی۔ انسانی جذبات کی اس سے زیادہ بھرپور ترخ تھیں کی جاسکتی تھی۔ اس کی انگلیوں میں ہلکا ہلکا ارتعاش تھا۔ ایسا ارتعاش جو اس پہاڑ پر ہاتھ دھرے سے محسوس ہوتا ہے جو اپنے اندر آتش فشاں کی پرورش کر رہا ہوتا ہے۔

روز قیامت ایسے ہی پہاڑوں کی گالوں کی طرح اڑنے دکھائی دیں گے جو صمد ہوں آتش فشاں کی پرورش کرتے رہے۔ جن کے سینے ہی زمین اپنا توازن کھوے کی... کشش مغز ہو جائے گی... ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر گئیں گے۔

اسے یوں لگا کہ اس نے خود پر قابو پائے جانے کا سیاسی حاصل نہیں کی تو ایک قیامت برپا ہونے کا اندیشہ ہے۔ تہذیب و معاشرت کا اعلیٰ نمونہ پروردہ اپنی آنکھوں کے سامنے ایک مظلوم عورت کی تبدیلی برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتا تھا۔

آدم کا شرف ہی انسانیت ہے۔ مسلمان جیسے لوگوں کو انسانوں کی ہستی میں رہنے کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ ایسے لوگوں کو کھلی میں رہنا چاہیے اور جھکی کے قانون کے مطابق اپنے سے کمزور چاندروں کو چہرہ مہاڑ کر اپنی دشت مٹانی چاہیے۔

زندگی کے اس نئے اور تلخ تجربے نے اسے انکھوں اور تانوں خیالات سے دو چار کر دیا تھا۔ وہ اس کیفیت میں داوای اور زارا کا سامنا نہیں کر سکتا تھا۔ جیسے صندل کی کسی اس مگر کی جہت تھی، ایسی تقدیر کا نام کر رہی تھی۔ رشتیوں اور دشمنیوں سے دیکھ کر میں اس ایک مگر کی بھری اندھیری کی شام اترا آئی تھی۔ ہمیری دوپہر میں جیسے اندھیرے پھیلتے جاتے تھے۔ ایک مگر کو رہیں تھا جو اسے سر نہا رہی تھا۔ ایسا ایک انسان ہے جسے شرف کا کال ترن کی سکھ حاصل ہو، وہ اپنے شہر کی آواز دہانے کی اہلیت ہی نہیں دیکھ سکتا۔ دوا پر پڑے دشمنی کو دیکھ کر گاڑی نہیں ہوا سکتا۔ بچے کے آنسوؤں کو مسکرانہ میں تبدیل کرنے تک ہار نہیں مان سکتا۔ دشمنی کی کی مرہم پٹی سے پہلے کھانا کھانے کو ترجیح نہیں دے سکتا۔

وہ عام انسان نہیں تھا۔ آب مقطر (distilled water) تھا۔ جسے قدرت نے کئی لسلوں سے یوں کشید کیا تھا جیسے چاند سورج سے شعاں میں مستعارے کر دو دھوا چاند کی کشید کرتا ہے۔

معاذ روزے پر پڑنے والی مدغمی دسک نے اسے چڑھایا۔
”لیں...“ دروازہ منتقل نہیں تھا۔ اور وہ مہذب جیسے میں تھا اس لیے بلا سوچے دسک دینے والے کو دروازہ کھول کر اندر آنے کی اجازت دی۔ دروازہ آہستہ آہستہ سے کھلا اور اچھلا نے اندر قدم کھاکر دروازے کے قریب ہی رک گئی کیونکہ ٹرس سامنے ہی خستہ تھا۔

”سر... میں معلوم کرنا چاہ رہی ہیں آپ کب تک انہیں جو ان کر سکیں گے؟“ اچھلا نے سر کو تودہ ہاتھ مریے ہوئے سوال کیا۔

فروری 2018ء کے

گلابی موسم میں سسلی کی دلکش ہنک

جوتن پرانکر چلتے تھے ایک ہی ٹوکے سے نہ سہل کر پڑے۔ یہی خدا کی قدرت ہے۔ آخری صفحات پر **اسما قادری** کے خیالات کی پرواز

ہند دھرم

مخصوص مہند کے خاص رنگ۔ چنگیز خاں کی عورتوں کے چال چلن پر ایک مگر کی نظر... ابتدائی صفحات پر **علی اختر کی** کاوش

رنگ آسمان

رنگت کی آگ میں جلتے اور جہت کی پھوار میں پھینکتے خائف اڑناں کا دارک و شعور... **ایسے آرا و اجوت کا** اگلا چڑاؤ

وقت

بکسی قسم کی خوشی کی کش... وقت اپنے اے لگائے ہوئے کھانڈ پر کسی غریب صوفیہ میں جاتا ہے۔ **قصام بیت** کے فلم کی روایت



سوسائٹی

مہذب

عقلمندی

مصلحت

اللہ

نویں دماغ محمد باسرا اعوان۔ شاعر عباس۔ شاکر لطیف

محمد الیاس اور انجمن فادوی ساحلی کی تحریریں آپ کی ہنجر

یہ کہاں ہیں کہ دل ہے

”اوہ ہائی گاڈ!“ خوف سے ڈارا کے جسم پر لرزہ طاری ہونے لگا۔ درحقیقت اس وقت اسے لیڈی صوفیہ سے بہت خوف محسوس ہو رہا تھا۔

”تم علم سے اپنی نفرت کرتی ہوں کہ مجھے نفرت کا احساس ہی اس خوفناک لفظ سے ملا ہے۔ اگر مجھے پتا چلا جائے۔“ لیڈی صوفیہ نے ایک خبیث سی کیفیت میں اپنی اٹھا کر ڈارا کی طرف اشارہ کیا۔ ڈارا اس کے قدموں سے پیچھے ہٹ گیا۔ اس کا حلق خشک ہو رہا تھا۔ زبان پر کاٹنے لگ رہے تھے کہ کیفیت یہ تھی کہ نہ جاتے رشتہ نہ پتا نہ مائدہ۔

”اگر مجھے پتا چلا جائے کہ میرے سامنے بیٹھے ہوئے شخص پر علم کا احترام کیا ہے تو میں اس کو بدعادتوں کی۔ اور میری بدعا ضرور پوری ہوئی ہوگی کیونکہ میں نے علم کہا ہے اور ظلم میں بدعا ہمیشہ لگتی ہے۔“ یہ سن کر ڈارا کے اندر خلا ہو گئے، ہوش اڑ گئے۔ وہ بے اختیار اٹھ کھڑی ہوئی اور لا شعوری طور پر یوں اُدھر اُدھر دیکھا گیا جہاں سے کاراستہ دیکھ رہی ہو۔ حلق کی خشکی کی وجہ سے کلام نہ نکال رہا تھا۔ ہونٹوں پر بار بار زبان سمجھ کر سراسر لب اسٹک کھا چکی تھی۔

”ارے تم کھڑی ہو گئیں؟“ لیڈی صوفیہ نے قہر سے ڈارا کی طرف دیکھا۔

”بیٹھ جاؤ۔“ لیڈی صوفیہ نے لا شعوری طور پر تجھمانہ لہجے میں کہا تھا۔

حکمرانہ اور اسے کلام order سمجھ رہی تھی۔ جھٹ بیٹھ گئی۔ پیچھے کوئی کر جانے کے اندیشے کے باعث ہلا رڈ کو کھینچ جاتا ہے۔

”ڈوونٹیں! تمہاری آنکھوں سے لگ رہا ہے کہ تم خوفزدہ ہو۔“ تم تو بہت معصوم اور بے حد چین لڑکی ہو۔ مجھ تو خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔

”جی۔“ ڈارا یوں سرکاری سی جیسے حکمرانہ کے کاہن کا حکم ملا ہو۔

”میں تم سے کتنی پیسوں کیوں کی کہ تم کو بھی ظلم پر داشت نہ کرنا۔ خاموش بدعا میں چاروں طرف دیوہائیاں بکھر رہی ہیں کیونکہ جو ہم پر خاموش ہے، وہ بھی تو ظالم ہے۔ ظالم کو پھوڑ کر رہا ہے۔ ظالم کو کھاتے دے رہا ہے، اس کی حوصلہ افزائی کر رہا ہے، یوں ڈارا۔“ لیڈی صوفیہ نے اپنی پچھری ہوئی سانسوں پر تپا ہو جانے کی کوشش کی اور ڈارا کی طرف حکموں کو دیکھا۔ ڈارا اندر ہی اندر یہی طرح سمجھ گئی۔

”ظالم کا مزہ یہ طاقوت ہونا بہت خوش ناک ہے۔ وہ ایک سے فارغ ہو کر دوسرے کی طرف جاتے گا۔ وہاں بھی اس کی کوئی نئے ننہ کا تو تجربہ کرنے کی طرف جاتے گا۔ اور ظلم کے اس سلسلے کی ذمہ داری اس پہلے ظالم کی طرف ہوگی جس نے ظلم کا جرم کیا تھا۔“ بولے، بولے لیڈی صوفیہ نے یہاں تک کہا۔ جانے کس طرف سے انجمنہ نمودار ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں بلوریں گلاس تھا جو بہت خوب صورت جامد کی شیشی میں رکھا ہوا تھا۔ اس نے لیڈی صوفیہ کو پانی کا گلاس پیش کیا جو لیڈی صوفیہ نے اسے انداز میں اٹھایا کیونکہ اسی کا انتظار کر رہی تھی۔ اتنی بے باکی کے اور وجود انہوں نے بہت دقتاً انداز میں گھومتی گھومتی پانی پیا۔

ڈارا کی قوت کو پانی سلب ہو کر رہ گئی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اس موقع پر اسے کیا بات کرنی چاہیے۔ اس کی جان لیوا پسند کنی فریٹس، وائرا پا کر پانی کی فریٹس؟“ انجمنہ اب ڈارا کی طرف متوجہ ہوئی۔

ڈارا نے چونک کر خالی، خالی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

”did you say something?“ وہ یوں گویا ہوئی جیسے کسی پہاڑ سے پھسلے ہوئے خود

یوں بھی متنی سوچ کے حال لوگوں کو خوف کھڑا کر دینے اور فوراً انہی غشی میں مبتلا ہوجانے کی فطری بیماری ہوتی ہے۔ یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جو کبھی اپنی فطرت کو کھاتے سامنے کو تیار نہیں ہوتے اور اپنی تمام تر ناکامیوں اور محرومیوں کا ڈتے دار دوسروں کو ٹھہراتے ہیں۔ یہی ہم بدترین گنہگار کی ایک شکل ہے۔ اور اسی فطرت کے حال لوگوں کو جا دوڑنے سے اور کالے علم کے خیالات کی آگ سے بچنے اور اپنے غشی میں ستانے ہیں۔

ان کے اندر وہ ”سوٹ ریئر“ بھی نہیں ہوتا جو انہیں ان کی غلطیوں کی طرف متوجہ کرے۔ لیڈی صوفیہ نے ڈارا کو سینے سے لگا کر کئی بار..... اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

ڈارا یوں مطمئن ہوئی کہ کیا کاسیاتی قہر سے کھڑی کھڑی آگ نہ یہ کہہ رہی ہو۔

”تھک گاؤ۔“ انھیں اس عمر میں کتنی بہترین دوست ملی ہے۔ جو حیران کر دینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ لیڈی صوفیہ فرخوشی کی کیفیت میں کھڑی رہیں۔ نہال ہوتے ہی ڈارا کو پرس کا خیال آیا۔ جس کا دور دور تک کوئی پتا نہیں تھا۔ اس لیے اٹھ کھڑا اور داخل ہوئی۔

لیڈی صوفیہ نے سوائے کھانا دوسرے سے اس کی طرف دیکھا۔

”میم۔“ پرس بچے پر جواں کر رہی گے۔ اس نے خود باندھ کر رکھی۔

”اوکے۔“ وہ اس وقت خاصا بڑی ہوتا ہے۔ لیڈی صوفیہ نے ڈارا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور ٹیک کی کھڑکی سے بے محنت بڑے سے کھڑکیال کی طرف دیکھا جس پر پچاس سینٹر کے ٹاسکے سے بھی وقت دیکھا جاسکتا تھا۔

زرقون پھر کے رومن ہند سے اور سٹیل کا پنڈلم۔ جس کی لمبائی میں پانچ لٹل گر، جھگ تھنٹ ہو گئی تھی۔

ڈارا نے بھی ان کی نظروں کا تعاقب کیا۔

ایک عجیب سی بدھ متی اور کدورت خواہش پر طاری ہو گئی۔ لہجے میں تو ابھی اچھا خاصا مذاق تھا۔ اتنی دیر تک اسے ضعیف خاتون کو خوش کرنے کے لیے کتنی مشقت اٹھانی تھی۔ ان سے عام باتیں نہیں کی جاسکتی تھیں۔ خوب صورت الفاظ، پر مغز خیالات، ہنرمند موضوعات۔ وہ اتنی دیر تک کس طور پر کھینچ رہی رہتی۔

نورانی سے ایک ایڈیٹیا بھلائی با۔ وقت گزارنے کے لیے کیوں نہ نہ کی مودی دیکھ لی جائے۔

”آپ نے beauty and the beast دیکھی ہے؟“ ڈارا نے اپنی طرف سے بات شروع کی

کی مبادا لیڈی صوفیہ کسی بورڈ ٹاپک کی طرف آ جائیں۔

لیڈی صوفیہ کے تاثرات ان واحد میں تبدیل ہو گئے۔ وہ لکھیں جو بچکے بغیر چند جگہ اس کی طرف دیکھتی رہیں۔ ڈارا کی تو کیا پھر قہری چھوٹ گئی۔ لیڈی صوفیہ کی آنکھوں کے تاثرات دوستانہ تو ہرگز نہیں تھے۔ غضبناک..... بھی نہیں سمجھ کر کچھ ہونے کی کیفیت ظاہر ہو گئی۔

”ظلم نہیں ہو۔“ کسی شکل میں ہو۔ میرے لیے کا قبل برداشت ہے، کتنی کی چند سائیں ہیں جی۔ وہ بھی ظلم کی کہانیاں دیکھتے کر اوردوں؟ مجھ پر اتنا ظلم ہو کر اس خاندان کے لوگ یوں گئے جیسے کسی ہستی میں دبا پھیل جاتی ہے۔..... چلتے پھرتے دغا سے اٹھنے گئے۔ میں خوفزدہ ہو گئی کہ میرے خاندان کا نام دظنان نہ منٹ جائے۔ میں رات کو گولے ہو کر نمازیں پڑھنے لگی۔ کمرے پر آؤں نہ ہو جائے۔ مجھ سے میں رورو رو کر اپنے پرس کے لیے دعا میں لگتی۔ مجھ سے کسی جگہ یوں گئی ہو جاتی جیسے وہاں کسی نے مجھ سے پانی کا گلاس اٹھ دیا ہو۔ میں نے جواں، بیٹوں اور جواں دشمن، بہوؤں کو کفن اور کفن میں دیکھا ہے۔ ان کی برف بھی پیتھناؤں کو چرما ہے۔“

کھنکھانے کی کوشش کر رہی ہو.....
 لیڈی صوفیہ خود غائب رہا مئی کی کیفیت میں جلا جھس، وہ زار کی عائب دماغی کیا لوٹ کر تے۔
 ”ہمم..... آپ کچھ لینا پسند کریں گی؟“ انجیلا نے روایت کے انداز میں اپنا سوال جان بوجھ کر گھنکر دیا۔
 ”cold water please“ زار نے لیدی صوفیہ پر ڈرتے، ڈرتے ایک ٹیکہ ڈالتے ہوئے کہا۔
 انجیلا اڑیوں پر محو مئی کی اور بیڈروم فرنیچ سے بھل لال کر تریب ہی بھیل پر رکھے اسٹینڈ سے گلاس اتار کر (جو اسٹینڈ میں الٹے لٹکے ہوئے تھے) پانی اٹھیلنے لگی۔ لیدی صوفیہ انجیلا کی بہت سلی سے پانی پی رہی تھیں اور بالکل خاموش تھیں۔

☆☆☆

پریس اسٹوڈیو میں صوفیہ کم بیڈ پر نیم دراز تھا..... سر کے نیچے سفید ویلٹ کے غلاف والا گائیک تھا۔ ذہن بھی زار کی طرف جاتا بھی مندرلی کی طرف..... محاسن کے ذہن پر سفینہ نے دستک دی۔ دو چنگ کر سکر دیا۔
 ”جھپک جھپک سفینہ..... مجھے یقین ہے تم کافی دیر سے knock کر رہی ہو گی..... بحرینف ورک بہت بڑی مل رہا ہو گا“ وہ اٹھ کر بیٹھا۔
 ”کچھ trouble ہے..... جو صرف تم سے ٹیکری جا سکتی ہے۔“ بحرینف نے نہیں..... ساتھ بیٹھ کر.....
 مگر بیڈ کم کو تانا بھی مشکل اور چھپانا بھی مشکل..... انسانیت اس وقت سخت آزمائش میں ہے۔ تمہارا پریس تہمت سے داغ، داغ ہو گیا ہے..... بہت اچھا سا جیتے..... جیتے آج پتا چلا..... بحرینف کیس کو کیسے ہیں۔“ وہ اتر کر بیٹھنے لگا..... خیالات کی یگانا دہی جو ظرف دھولے کا احقان کی کسی کیفیت کے لیے انتظار کیا نہ کوئی اٹھا لی..... وہ پھر سوچنے لگا۔
 ”تمہارا ملنا مال ہو سکتا تھا..... محرم بھی آسانی سے مل گئیں..... اور وہ بھی محبت کے جواب میں محبت کے ساتھ..... آئی ایس سوسری مندرل..... میں سفیدی اجازت کے بغیر آپ کے ساتھ تھا مئی میں بات نہیں کر سکا وہ مجھ سے اتنا پیار کرتی ہے کہ مر جا نے کوئی جا تا ہے..... کہ اب کوئی نئی خواہش مجھے ہے فراہم نہیں کر سکتی۔“ وہ سفینہ کے پیار کے احساس سے لاس ہو گیا رہا تھا پیسے رات کے اندھیرے سے نیم پھول چلے گئے سے راز دینا کیا کرتی ہے اور وہ ٹیکے، ٹیکے جاتے ہیں..... اور جن ان کی بلائیں..... لینے کو بہت اب ہوتی ہے۔
 ”حادثے سے پہلے تمہارا ملنا..... کتنی بڑی blessing.....“ وہ سفینہ کو سکے کرنے لگا.....
 سفینہ کی حیا آلودہ گن میں اسے نیا غنا جانے پر اکسانے لگیں..... محبت کے عقیم دھاتور جہد بے اسے ہر آزمائش سے گرنے کے لیے سرے سے تازہ دم کر رہا تھا۔
 اب وہ کاہنے میں اس طرح منہمک تھا کہ ساری دنیا میں ”سب“ اچھا ہے۔

☆☆☆

قلب میں کون سا رخ کاغذ کا پرگہ ہے
 جو ملک کا شہر، بن کے بیٹھا ہے
 پہلوئے حور میں لگور خدا کی قدرت
 لہذا نہ کہیں کہ جن کا بچہ ہے
 ہم جیسے دانا دھبے سے ملے ہیں

اس وقت سفینہ کے دروازے کے پار اسے کاؤنٹ کا بندہ کڑا نظر آیا۔ وہ چلدی سے سنبھل کر بیٹھ گیا۔
 یہ بندہ کاؤنٹ میں مٹین سے لوٹ گیا کہ رات تھا، اس کے گلوں سوڈی بھائی کہہ کر بلا تے تھے۔
 سوڈی بھائی اندر تشریف لائے ان کے ہاتھ میں ایک لٹاف تھا جو اس نے بعد ازاں امہل کو پیش کیا۔
 ”سیریم سے آپ کے لیے بھجوا گیا۔“
 ساحل نے ”ابھن ہمیری نظروں سے لٹاف نے کی طرف دیکھا..... اور لٹاف اس کے ہاتھ سے لے کر اٹ پٹ کر دیکھا..... لٹاف کھلا ہوا تھا۔ پرائیویٹ اور کاغذی نقل کا پتہ کا نہیں تھا۔
 اس نے لٹاف نے میں جھانک کر بڑی مالیت کے کچھ لوٹ نظر آئے..... اس نے اب لٹاف نے کوئے پر تجربہ الفاظ پڑھ کر.....
 ”with thanks“
 ”اووہ.....“ اب اسے سمجھ آگئی کہ تاجر نے ادھار چکایا ہے..... اس روز مزدور کے بیچ کو رقم دیتے ہوئے تاجر کو لگا تھا کہ ان کے پاس رقم تھوڑی ہے اور انہوں نے شدید دھنی دباؤ کی کیفیت میں ساحل سے قرض لینا لیا۔

”بھئی..... اب تو تم ہر وقت (ڈرلک) drunk نظر آنے لگی ہو.....“ مایین نے دوش روم سے باہر آ کر کڑکی سے جھانکتی سفینہ پر جھلک کر دیا۔ جو کہ گھر پہلے ہی کرچی سے واپس لوٹی تھی۔

”مثبت روایات کی example یہ ہے، کچھ چار ماہ تک کہہ سکتی ہو خاموش رہنے کے پھیلے لیا کر۔“
 ”کافو لافائیہ تھوڑے عرصے میں صرف پانچ کھٹے کے رہے ہیں، مزید خاموشی پاجاتی ہو تو پھر زیادہ بے کرنا ہوگا۔“
 ”ماہین کب ہار آئے والی تھی۔ جہت ممکن کی طرح اتھ بھیلایا۔
 اس کے ساتھ ہی دونوں کھٹکھٹا کر بنی تھیں۔“

”کوچھ خوب روکسں چلا۔ چاندو بر جانے، سترے تو نہ دے کی باتیں ہوئیں؟“
 ”اس سے بھی کچھ زیادہ۔۔۔۔۔“ سفید کی برہمنی نے ماہن کو پیوہ بولنے سے روک دیا؟
 ”...really?“ ماہن سفید کا ایک نیا لکھا روپ ملاحظہ کر رہی تھی۔ حیرت آجیز خوشی سے دیکھتے ہوئے
 سے مثالوں سے تعامل کیا۔

”ہوں۔ میں خوش ہوں کہ وہ بندہ میرا لائف پارٹنر ہے جیسا ہے جو بہت realistic ہو کر سوچتا ہے۔ اس کی پیشینگفتی سے خود بخود چاہتا ہے کہ وہ کمال ڈرائیونر رکھتا ہے۔ وہ کیا نہیں سوچتا؟ سب کچھ تو سوچتا ہے۔ انسان کی وہ کوئی سی ٹھیک (احساس) ہے جو وہ چنیت نہیں کر سکتا۔“ پیشینگو یوں کہ باوجود اس وقت بچوں کی انجیا کھینچی۔

ماہینے تھے، سرخوشی اور بے پناہ پیار سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔
 "you are most lucky" مہینہ کی سکر اسٹ بہت مہربان اور مجرا مہارتی۔
 "تو..." اس نے مسخرہ دیکھ کر پوچھا "ان لوگوں نے...؟" ماہینے کی نظر میں مہینہ کی آنکھوں پر کھینچے لکس۔
 مہینہ نے انکار میں ہلے ہوئے کہہ کر مہینہ کی نظر سے اس کی طرف دیکھا۔

اس کا مطلب ہے کہ اپنا proper celebrate کیا جائے گا۔" ماہین آنے والی مہر پر
 عرب کے خیال سے خوش نظر کیا۔ سفینہ بڑی ادا سے شانے اٹکا ہے۔۔۔۔۔ اور سرکادی۔
 "ایک دم سے تمہاری لائف من گھٹتا چلا گیا ہے۔ کبھی تو تمہیں خود ہی لگتا ہو جیسے یہ کوئی خواب
 ہے۔۔۔۔۔" ماہین کے اعزاز میں بچوں کی جمعیہ میں گھر۔
 سفینہ یک دم چونک بڑی۔ اور خالی نظروں سے ماہین کی طرف دیکھ گئی۔

”اے کدو کی بیوی ہو؟“ ماہینہ اچھی۔
 ”تو کونسی؟“ فیض نے نظریں جمائیں مگر ماہینہ بہت توجہ سے اس کی بدلتی کیفیت نوٹ کر رہی تھی۔
 ”میں، تمہاری شکل سے لگتا ہے تم کچھ خاص سوچ رہی ہو۔“ بتاؤ ناں! ”ماہینہ نے اصرار کیا۔ کیونکہ
 یہی اچانک بولنے والی کیفیت نے اسے چوڑھا کر رکھا تھا۔

”ماہین.....“ سنیفینے سر جھکا کر گہری سوچ کے دوران ماہین کا نام لیا۔
 ”ہوں.....“ ماہین جانے کے لیے بے تاب ہوئی۔
 ”کس جیسے پریذیوڈ اور اتنی ایک ایج اسٹے wise (دانش مند) لوگ کہاں ہوتے ہیں؟ چاہے نہیں کسی ایک خیال آجاتا ہے.....“ سنیفینے بولنے لگے رکی رکی..... اور ماہین کو کمزیرے پر قرار کے دکھ دیا۔
 ”پوئلوٹاں.....“ کوئی کہیں نہیں.....

”مجھے اجازت ہے؟“ سہرے لائق کوئی اور خدمت.....؟“ ”عمودی صاحب مژدہ ہانتا چاہتے تھے۔“ (تھک) پوری کی سچ..... ”سائل نے مصالحت کے لیے ہاتھ بڑھا دیا۔“ ”کیا لین دین کی کھری خاتون ہیں۔ کتنی معروف ہیں مگر کھوٹی نہیں ہیں۔“ ”سائل یوں سراہ رہا۔“ اسے پورا یقین ہو کر وہ مستقبل میں اس کی خوش دامن بننے جا رہی ہیں۔

”سفینہ“ میں تو آپ کا۔ actual partner (فعلی سامی) ہوں کیونکہ میں ساحل ہوں۔ سفینہ اور ساحل تو ایسے ہی جیسے باہل اور بھلی، چاند اور ستارے، رات اور چراغ۔ سورج اور سورما۔ یہ تو قدرت کے اشارے ہوتے ہیں۔ قدرت اشاروں کی زبان میں ہم کلام ہوتی ہے۔“ قوت“ یقین اور روشن امید نے مجھ سے وجود میں برقی دوڑائی۔

☆ ☆ ☆
 ایک طرح سے دارا کی محکم کی بندھ مٹی تھی..... یوں خیرہ خطہ بھانپ کر ہرنی پکڑ لیا جہاں بھول جائے۔
 مگر بھلا وہ پرنس کا وہ اپنی مخصوص بھک کے ساتھ آں وارد ہو تھا۔ دارا کی جان میں جان آئی..... وہ
 مسکرائے تو اس کی مسکراہٹ میں پرنس کو کڑے لڑتے کی جھلک نظر آئی..... اس نے قدرے چونک کر یڑپ سوئی کہ
 طرف دیکھا تھا جو درحالی میں نظر آ رہی تھی۔ پرنس سب کچھ خود بخود گویا سلام ووجہ سلام کے بعد پرنس نے
 جواب دیتے سے عاجز انداز رکھی کہ کی خوش کی بولے۔

”I hope“ آپ بہت اچھا نسل کر رہی ہوں گی..... کیونکہ گریڈ ماہ بہت خوش ہیں کہ انکس بہت اچھی درست لکھی ہے۔ ”بزنس کے ذرائع بھی درست ہے، ساتھ ہی لیڈی سویڈن کی طرف متنبہ طلب فنلوں سے دیکھا۔ ذرا کا زبردستی سکرانہ ہو جا کر آفات میں گردن کر ملانا پارس کے لیے پورا اخبار تھا۔

”گڈ۔“ برہا خیال ہے۔ اب بزنس کے لیے ڈانک میں چلنا چاہیے۔“ اس نے بہت پیار سے لیڈی سویڈن کا دایاں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا۔

[illegible]

اور بڑے کی طرف سے کہہ گئی۔
زارا نے کل شکر ادا کیا۔

”انسانیا میں بیس نہیں ہوتا چاہیے۔ ninoty plus سحر تو جلیز ہی ہیں..... اور کتنا تمہیں کس؟“ اس نے اپنے آپ کو تلی کی دہری زاد نہم کہی۔

پرس نے ایک گاڑی کی طرف اشارہ کیا۔ وہاں اچھوڑا ہوا رتھ کے اشارے سے زار اور کوبا کی طرف قدم بڑھانے کا عندیہ دیا۔

زار اور تلو پر چڑھ کر گاڑی چلی۔ یہاں ہی تلو کی اس کمرہ میں کوئی بے ڈھنگے بنے ہیں کہیں چلا..... کمرے تو اس

میرا اس خوب گاہ سے ٹھیکے کی جلدی کی۔ پرس کی گہری ولیف نہانے اس بد صورتی کو کسہا۔

☆☆☆

”جون ایلیا نے کیا کمال بات کی ہے۔“ سفینہ اپنے کھلے بالوں پر اٹھیاں چلاتے ہوئے ماہین کی طرف دیکھ کر معنی خیز انداز میں مسکرا رہی تھی۔

”اُمّی کاؤ..... کیا ہو گیا ہے، تمہیں؟ پھر وہی اُول قول.....“ ماہرین نے اپنا ٹکڑا اٹھا کر سفینہ کی پشت پر دے مارا۔
 ”اُول قول نہیں..... اُول قول.....“ سفینہ نے سیدھا ہونے کا تکلف بھی نہیں کیا اسی طرح اوٹھ کر پڑے،
 بڑے اصلاح کر دی۔

”بھئی..... مجی سے سنا ہے، میں بھی Fool کے ساتھ ool لگاتی ہیں۔ یہی جگہ کہہ رہا ہوتا ہوگا۔“
اب سفیدہ کلکلاتی ہوئی سیدھی ہو گئی۔ مگر مایہ ن کی آنکھوں سے لگتا تھا سفیدہ نے اسے غور و فکر کے بعد کام پر لایا ہے۔ اس نے فحشی میں سفیدہ کا ساتھ نہیں دیا پس اس کی طرف دیکھتے ہوئے اپنا حکم اڑانے لگی۔

☆☆☆
”سینہ تھلا اور پیچ بھی ہوگی۔“ پرنس نے اپنے دیکھے ڈاکل والی رست واضح پر تھوڑے دیر کے لئے زاراکى
رف دیکھا۔

”میں نے فوراً ہیج کی..... بڑا جھگڑا کرنے والا انداز

..... زار ایک دم حلقہ ہو گئی۔
 کھانا خاموشی سے شروع ہوا تھا..... زار نے خود ہی اس کے کپن مصروفی کے حقدے سے شروع کر دیے تھے۔
 خصوصی طور پر وہ اقدے ضرور دہرایا جب اس نے آرٹ میگری میں پرنس سے پانچ ہزار کے کرنسی نوٹ پر آٹو
 رائف لیا تھا۔

پس اپنی طرف سے زارا کو خصوصی توجہ دے رہا تھا، جہاں وہ اس کے مسکرانے کی توقع کر سکتی تھی۔
 اس مسکراہٹ بھی غلطی کرتا تھا..... جہاں وہ اسے ہرگز نہ دیکھنا چاہتی تھی وہاں وہ دیکھ لیں جو کچھ اس میں بھی تاخیر کرتا
 حقیقت تو یہی کہ اس کا ذہن اس وقت صرف مندر اور لوری کی صوفی کی متوقع ملاقات کی طرف متوجہ تھا۔

زارای سرخو دلوں کو کسی کہ وہ نی، نئی بات شروع کرے اور پرس اسے بات کرنے ہوئے صرف سے نہیں
 بھی ہے۔ مگر پرس اس کی ہر بات نظر جھکا کر سن رہا تھا۔
 حسن پھڑک، پھڑک کر مظاہرہ کرنے کو بے تاب تھا۔ مگر جس گاہ کی خاطر ستر بہتر ادا میں تخلیق کی تھیں وہ
 تو جیسے پتھر کی تھیں۔ منظر نگار تانہ اندھا کہ.....

زارا ایسی سلی لوکی مظاہرے کی محتاج تھی..... لگاؤ چنا سے محروم..... اور ایک ہی نہیں کر سکتی تھی کہ اس
ت پر کسی کس طرح اسے بھگتا رہا ہے..... اول تو یہ غیر متوقع ظہرانہ ہی خلاف طبع تھا..... وہ صرف اپنی وادی کے
بھی کسی لگاؤ کرتا تھا اور اسی معمول کا عادی تھا۔

”سفینا اپنی منزل پر پہنچ کر آپ کو فوج تو ضرور کرنی ہوگی.....“ پرنس نے ایک ڈس اپنے ہاتھ سے پیش کر کے پیمزبانی کیا ہے.....

”اٹنی دیر ساری باتوں کے بعد بحر سفینہ..... زارا کا نوالہ کڑوا ہو گیا۔

”وہی آدمی ایک انسانوں کی عمر کی عمر ہو گیا ہے۔“ سفینہ نے فکرم ہو کر مائن کی طرف دیکھا تھا۔
 ”ry goodness“ ”ہیں نے کوئی اس پر سنا تھا۔
 ”کچھ خدا کا خوف کر سفینہ۔ تو بدترے انسانوں کیسے لایا؟“ ”ہیں نے ایک دم سفینہ کو گلے لے کر
 ”ان کی جہاز کی سب سے بہتر“ males چلے گئے۔ گریڈ ماں تارنی میں جسے r forty
 تھے۔ بلکہ جہاز کی فائربسٹ

ہا جن نے ایک دم سنیفینے کو ہوشوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔
 ”ماں تو صبح ہے..... ساری فحش کا بیڑا فرق کر کے رکھ دیا۔ یہ فضول سا خیال تمہارے ذہن میں کیسے
 آگیا؟ اسی گھر میں ایک اور example موجود ہے۔ آن کلے آن کلے آن کلے کی ہوتی ہے؟ یا مٹھی میں جلس
 کر رہی ہیں..... خبردار جو آئندہ یہ فضول باتیں ہو سکیں۔“ ہا جن کو سنیفینے کے اندھیوں نے ہماری طرح سمجھ کر تھپی۔
 کہ تو ہمیں وہاں میں کس کا سنیفینا بنا کر کھجواں کھجواں کھجواں کھجواں کھجواں کھجواں کھجواں کھجواں کھجواں کھجواں
 ”اے! اقتدار سے کون جو رہتا ہے..... خیالات خود بخود آتے ہیں، ہا نہیں کہاں سے آتے ہیں؟“ سنیفینہ
 ہا جن کی خاطر کھڑکی۔

”نہیں سے جی آئے ہیں۔ آئے ہیں تو جانے ہی ہیں۔ درود کر لیوں گی ہی ہو۔ جانے دیا کرو۔“

ماہن بھی در حقیقت پریشان ہو گئی تھی۔ دو دوست کی خوشی پر محسوس ہوا کہ وہ دوستانہ اور دوستانہ انداز میں اسے گھر لے کر آئے ہیں۔ پانی نکالنے کی کوشش میں کمال کسی چٹان سے ٹکرائی ہو۔ سفینہ نے ماہن کی کمر میں بازو رکھا ہے۔

”تم کیوں اتنا میرے لیے ہو گئیں؟“ میں نے فوٹوں سے ایسے شکر کر لیا تھا۔
 ”اُف! آئندہ اتنی خوفناک باتیں نہ کرنا۔۔۔۔۔ دے دیے ہی کچھ اور شکر کر لینا چاہیے۔“ اب اچن نے سفیدی
 کر کے ایک دھپ بڑھادی۔
 ”جھجھک رہی ہوں، کچھ نہ کہو؟“ میں ابھی تک راتۃ الفانا کے راز کو سمجھنے

"کچھ feel ہوا تھا۔ تب ہی تو سنے لگے کیا....." سفینہ نے انداز میں سوچے ہوئے کبھی تھی۔
 "اس کا سیدھا سا مطلب ہے کہ آپ نے اس کو اپنا جانتی ہو؟" ماہرین نے تجزیہ کیا۔
 "جی نہیں، خود کو یقین نہیں دلا کرتی....." سفینہ نے غصیدگی سے کہا۔

”ایکایک...؟“ سب بات چیت میں...؟“ باہر سے پہنچنے والے سارے اے کے ہوتے برکت سے...“
 ”جی! کیا سبھی کسی کو جاہد کتنی ہوں...؟ کیا کسی کی چاہت پر پری ایکٹ کر رہی ہوں؟“ سفینہ یہ کہہ کر
 خاموش ہو گئی گویا جس جو کہنا تھا کہ سگی۔
 ”اسی کو بہت کہتے ہیں... ہر وقت کسی کو کہانے، بہانے سے سوچنا... اسی کے خیال میں رہنا... پر کسی کی

محبت نے جنہیں بے بس کر دیا ہے..... اور کچھ سوچنے کے قابل نہیں رکھا۔“ ماہینہ کسی ماہر نفسیات کی طرح اس کے لاشعور کو کھکا ل رہی تھی۔

”جیسی کوٹم ٹھیک ہو..... بائبل ہے جس کو دیا ہے..... لکیر اڑت خراب ہوا لوگوں کو چھوڑ دو لیکن.....
 سفید کی ادا اس مشق تو کی سی تھی..... مجھے اپنے عاشق پر اس طرح سے اعتبار ہوتا ہے جیسے اسی بات پر کہ وہ زندہ
 ہے۔ وہ کرنے کے انداز میں بیڑ پر بیٹھ کر تھی..... مابین اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔“

یہ کہاں بچیں کہ دل ہے

-4- ۱۳۵۲

اس نے ریسیور اٹھا کر کچھ سے بغیر اوکے کہہ کر ریسیور کو دیا اور زارا کی طرف دیکھا۔

ہزارا کی خیال میں بھی خیال کا عکس نکلا وہ میں تھا..... پرنس اپنی جگہ تھرا کر رہ گیا۔

”اوہ لو.....“ اس کی روح ایسے پرندے کی طرح پھڑپھڑاکی جس کا دورانِ پرواز شہسپر ٹوٹ گیا ہو۔

وہ خود کو دکھا دیئے گا۔ کادی تھا۔ مجید ضرورت تھی اس کی کسی۔ ہر معمول ہوئے والا خیال بہت دلچسپ اور ہنسنا تھا۔ جیسے سورج نکلنے کے بعد شعاں میں براہ راست زمین پر پڑتی ہیں۔ اس کے ساتھ مجرم دلچسپ سے خود کو سنہال۔ اور زارا کو اس کے سامنے کاغذ دیا۔ زارا نے باہر کی طرف قدم بڑھا دیئے۔۔۔ پس جان لاجو کہ دو قدم پیچھے چلا۔۔۔ یہ تعجب قدم پر پاؤں دھرتا ہو۔

ایک دن میں دو حادثے..... پھر بھی قیامت کا دن ہے کوئی اور.....؟ جانا اچھا ہوتا ہے مگر کبھی بے گنجی خدا اب بھی ہوتا ہے۔ وہ نہرا کے ساتھ پوری تک نہیں گیا..... لاؤنج کے داخلی دروازے پر ہی منہ ہذا انداز میں خدا حافظ کہہ پلٹ گیا۔

زاد اکون ساخوش ہو کر جازہ ہی تھی۔

پرس کی تازہ ترین تخلیق تو سفینہ یریں تھی۔

☆☆☆

تا جو کہ رو دامن کیجئے یا جبر کی سفرو دغاوت حرب کرنے میں مصروف ہو جاتی ہیں۔ جس میں اب کوڑے کے حالات بھی شامل ہو جاتے ہیں جو کہ سرحد میں کبھی انہیں کیا ہوا یا بی عدالت پیش کی جاتی ہیں۔ دیوار کوڑے کے حادثے کے بعد قانون کے شکنجے میں آ جاتی ہیں کہ جبر میں رشتہ کے زور پر حالات سمجھانے آگے بڑھتے تو جبر میں کسے اب تا جو کہ رو دامن کے بارے میں ان کا خیال تو اُسے ہے۔ تا جو کہ رشہ ہی قانونی راڈ کا ٹکڑا سمجھتے..... انہوں نے جانے سے قبل کہ وہ قانون کو تو ذرا دامن کی طرف سے

”نشا طو ک طرف مئی ہے..... کابی دیر ہو چکی ہے..... حد سے زیادہ ہے پروا لڑکی ہے سمجھی خود سے فون کر کے میں بتاتی کہ میں کچھ مٹی ہوں۔“ اعصابی دہاؤ کی وجہ سے ان کابی پی ہائی ہونے لگا۔ خواہ مخواہ زمارا کے خیال سے غصلا ہٹ ہونے لگی تھی۔

انہوں نے سیل فون اٹھا کر زار اکا نمبر ملایا..... غصہ مزید بڑھنے لگا..... سیل آف تھا۔

”آپ کر کے بھی ہوئے۔“ زار کا غیر زارے شدت سے عموں ہوئی کو غصہ آنے لگا۔ حالانکہ یہ غصہ بہت کم تھا۔ غصہ آتا تھا جس قابل غصہ ظاہر نہیں تھا۔ غصہ زیر ضرورت اور حالات کے تقاضے کے ظاہر ہوتا تھا۔ چنانچہ یہ غصہ آ رہا تھا تو ذہن کام کی طرف متوجہ ہی نہیں ہو رہا تھا۔ غصہ اٹھانے کے لیے زار اس حد تک افسانہ بن چکا۔

انہوں نے سیل اٹھا کر نشا کا نمبر تلاش کیا۔ سفینہ اور زار کی فرینڈز کے رابطہ نمبر ان کے پاس ہمیشہ ہوتے۔ سیل میں نشا کا نمبر محفوظ نہیں تھا۔ انہوں نے نوکر کو بلا کر لاؤنج کے ڈائریکٹری معقولی۔

”زیادہ سختی نہیں کر سکتی۔ یہ یکمہرج ہونے والے بچے تو ویسے ہی بہت جلد آؤٹ آف کنٹرول ہو جاتے
..... داغ میں خاص مہر جاتا ہے کہ ان کے پکڑنے والے نوٹوں کے پیکٹ دے کر تعلیم خریدتے ہیں، کیسی اکیڈمی.....
اں کے استاد۔“

لوکر کے ڈائریکٹری مہیا کرنے تک وہ جی بھر کر بیچ و تاب کھا چکی تھیں۔ ڈائریکٹری ہاتھ میں آتے ہی N کا

ملتی ہے۔" پریس نے بہت پرسکون انداز میں زارا کو لہجہ جواب کر دیا تھا۔

کچھ بھی ہم آہنگ نہ تھا..... نہ خیالات نہ خواہشات.....

”کتنا مشکل انسان ہے.....“ زارا کا فہم آہستہ آہستہ ہرن ہونے لگا۔ پرنس نے کی ایک بات سے بھی تو اتفاق نہ کیا تھا..... بس لا جواب کیا تھا اور زارا اس لالہ لالی پن کی عمر میں یہ نکتہ نہیں سوچ سکتی تھی کہ انسان کی زندگی کے عقب میں ایک مکمل پس منظر ہوتا ہے۔ جو وہ اپنے خون میں لے کر دنیا میں نمودار ہوتا ہے۔

”آپ نے کچھ ناپائنت کیا ہے..... کیا میں بغیر ٹکٹ کے دیکھ سکتی ہوں؟“ زرارے نے اپنی دانست میں سنجیدہ و بوجھل نفا کو خوبخواری سے بدلنے کی کوشش کی..... ایسے وقت ٹکٹوں سے طبعیت ادب کر رہی تھی..... گویا کسی نے ناک پر تھیلی بجا دی تھی۔

”کچھ خاص نہیں، وہی ہے جو آپ دیکھ رہی ہیں..... بغیر کٹ اور آلو گراف کے۔“ پرنس نے بھی اس کا بور ہونا محسوس کر لیا تھا..... جو اب مسکرا کر نمناد آیا۔

”ایسا کیسے ہو سکتا ہے..... کہ اسنے دین میں آپ کو کوئی نیا آئیڈیل یا نہ ملا ہو۔“ زار نے قطعاً اختلاف کر دیا۔
محض بات برائے بات کے لیے کہ پرنس جب جواب دیتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا تھا تو اسے اچھا لگتا تھا۔ وہ بڑی خود اعتمادی سے مسکراتی تھی کہ مجھے دیکھو۔ اللہ نے مجھے دیکھنے کے قابل بنایا ہے۔

”میں نے اس دوران صرف سینہ کا چہرہ چنٹ کیا ہے۔۔۔۔۔ اور وہ بینکنگ سینہ اپنے ساتھ لے گئی تھی۔۔۔۔۔! یوں کہیں کہ میں نے اسے گھٹ کر دی ہے۔“ پُرس نے طبیعت کے خالص پن کے بموجب ہلیر کچکا پھاٹ سج بول دیا۔۔۔۔۔ زار اکا دل کسی نے جیسے ٹھہی میں جکڑ لیا۔

”آخر میں میں انکی کیا بات ہے۔ بورا اور بوزمی روح.....“ حسد کا اڑوا بھنکارنے لگا..... اور بھنکاروں نے ماحول میں شعلے بھڑکا دیے.....

”اس اے..... میرا خیال ہے، بہت دیر ہوگئی ہے اب مجھے چلنا چاہیے.....“ اس نے اپنے چہرے پر
جھائی پڑ مرو کی کو چھپانے کی حتی الامکان کوشش ضرور کی کہ ہر دستہ سکرانی جیسے اپنے خوب صورت دانتوں کی نمائش
کر رہا ہو۔

”او کے..... میں ڈرائیور کو بیچ دیتا ہوں کہ وہ گاڑی تیار کرے.....“ پرنس نے تکلفاً بھی نہ کہا کہ یکدم دیوار اور تشریف رکھیے۔ مگر بیڑا مار بیٹ کر رہی ہیں ان کے باہر ان کے قاتلوں انتظار کیجیے وغیرہ وغیرہ.....

”ڈونٹ داری وہ کچھ نہیں سوچیں گی..... وہ بہت تھک گئی تھیں اگر سو گئی ہیں تو بھر خود ہی بیدار ہوں
 لیں نہ کریں۔“ زارائے شولڈر بیک تھیل سے اٹھاتے ہوئے پر لسی کی طرف دیکھا جیسے غصے میں پڑ گئی ہو۔

کی..... جب وہ سو جاتی ہیں تو انچی میس سے ہی اردم سے ہار آتی ہیں۔ کی کو ناک لڑنے کی اجازت نہیں ہے۔
 ”شاید وہ میری وجہ سے rest less ہو گئی ہیں۔“ زارا کو اتنی دیر میں پہلی ہار کوئی مقبول خیال آیا۔
 ”نہیں..... انہوں نے آپ کو warm welcome کیا ہے بس اب اتنا ہی ایسی ہے کہ وہ زیادہ

ہاتھیں کرنے سے بھی تھک جاتی ہیں۔“
پرنس بہت مہر سے تنہا لٹے کا انتظار کر رہا تھا۔ منڈل اس کی زندگی کی پہلی اور سخت آزمائش تھی۔ کب سے وہ ملکہ کا ہتھیار اٹھائے ایک مسلح کردہ جنگ سے دوچار تھا۔ مگر انسان ہی تو تھا۔

انظر کام کی گھنٹی نے گویا اس کی زنجیریں کھول دیں..... اسے یقین تھا کہ ہاؤس فیجر گاڑی تیار ہونے کی اطلاع



آکر تیرے چہنچہنوں عقیدہ کن

بہت عرصے بعد اس نے اپنے بھتیجے کا صندوق کھولا۔ اس میں رکھے بہت سارے رنگ برنگے جوڑوں میں سے، وہ جوڑے جو اس کی اماں نے شاید اس کی پیدائش کے دن سے ہی بنا کر شروع کر دیے تھے جنہیں کھانے کھانسنے میں اس کی اماں کی آنکھوں پر مونے، مونے فیشوں والی ٹیک لگ گئی تھی۔ ان جوڑوں کو پہنانے میں اس کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش تھی۔ لیکن اس کی بھی ایک سوٹ کو وہ چھٹی سے نکال بھی

مطلوبہ نکال کر نہر تلاش کیا جو فراہمی مل گیا مگر وہ لینڈ لائن نہ تھا۔ انہوں نے نیل کا پیلے تو نہر محفوظ کیا پھر ڈاک کیا۔ مگر کسی نوکر نے کال ریسیو کی تھی اور تاجور کو یہ کہہ کر حیران کر دیا تھا کہ نشانی تو اپنی ماں کے ساتھ شاہجہان ہو گئی ہیں۔ تاجور نے پوچھا کہ ان کی کوئی دوست بھی ساتھ گئی ہے تو نوکر کا جواب تھا کہ نہیں لی لی اور تیکم صاحب ڈرائیور کے ساتھ گئی ہیں، ساتھ ہی یہ وضاحت بھی ہو گئی تھی کہ آج ان کے کمر میں کوئی مہمان نہیں آیا۔ تاجور کی تو ہنسنے سے ہری حالت ہو گئی۔

”جموٹ بھی بولنے لگی ہے۔“ دھوکا بھی دینے لگی ہے۔۔۔۔۔۔ تو خطرے کا سرخ نشان ہے۔“ انہوں نے اضطرابی کیفیت میں پھر ڈاراکا بھر ڈاک کیا شاید یہ دیکھنے کے لیے کہ وہ جموٹ چھپانے کے لیے حیرت زدہ سو سو سو جموٹ سر دھار سے بولی سکتی ہے مگر اس کا سبب اب بھی آف ملا۔ تاجور کی توجہ ہر طرف سے ہٹ گئی۔

سفینے نے علامہ اقبال انٹر پورٹ لاہور پر اتارنے ہی چلیں ان کے اندر سے ہی تاجور کو موصولی پیغام (voice note) بھیج دیا تھا کہ اماں میں لاہور پہنچ گئی ہوں اور مہینے سے ہی آپ کو پہنچ کر رہی ہوں۔ ”زمین آسمان کا فرق ہے دونوں میں۔“ ہوتا بھی چاہیے۔۔۔۔۔۔ دونوں کا شعروہ ہی الگ ہے۔ مجھے نہیں معلوم تھا جس بے ماں کی بچی پر میں کس قدر ہوں وہ آگے جا کر میرے ہی لیے آزمائش بن جائے گی۔“ تربیت تو دونوں کی ایک ہی اعزاز میں تھی مگر خاندانوں کا فرق شاید تربیت سے بھی نہیں مٹ سکتا۔ جموٹ اور دھوکے کے احساس نے تاجور کا بلڈ پریشر کم کر دیا تھا۔ ”یہ اہل ہی نہیں ہے۔“ کچھ نہیں کر سکتی۔

اسے ٹھل ٹھلک کی پاؤں ڈانک بن کر زندگی گزارنی چاہیے۔ شوگر کا کرنا لے بیٹھ کر کھائیں۔۔۔۔۔۔ اور دعا سیدھا مگر سنبھالیں۔ ہر سال پچھرا کریں، دوستانے چلائیں۔ فون پر برسی، ایسی مضمون لکھیں کریں۔۔۔۔۔۔ اور اس پر بہت نہیں۔۔۔۔۔۔ بہت ہی زیادہ alarming ہے۔ میں سرسک نہیں لے سکتی۔“ وہ افکار میں سرگرمی مل رہی تھی۔ تاجور کے دماغ میں دھماکے ہو رہے تھے۔

”جموٹ بولی کر گئی کہاں ہے؟“ خوفناک اندر پیراٹھا رہے تھے۔ وہ بے قرار رہی تھی۔ ”اسطوری کے نام پر پتا نہیں کب سے بے وقف بیماری ہے؟“ اسے جلد سے جلد۔۔۔۔۔۔ اسے مگر نہیں ہوتا چاہیے۔ میرا اپنا ایک کھلی بیک گراؤ ہے۔ سوشل انٹینس ہے، یہ تو ہماری لاپرواہی کی محنت برادر کرنے جارہی ہے۔“ ایک خیال آ رہا تھا دوسرا جا رہا تھا۔ سکون تو یوں دھمت ہوا کہ پیسے راستے میں جیب کٹی گئی ہو۔۔۔۔۔۔ اور خالی ہاتھ بندہ حیرت و صدمے سے پھر بنا آتے جاتے راہ گیروں کو پکار رہا ہو۔

”سائل تختی بھی ہے شریف اور خوب صورت بھی۔“ میرا خیال ہے ساحل جیسا شخص ہی اس لڑکی کو کنٹرول کر سکتا ہے۔۔۔۔۔۔ اس کا باپ بھی ساحل جیسا ہی تھا۔ محنت سے اوپر آنے والا self mad اور bravo bold اگر اس نے محنت کی تو پھر اسے حقیقت بتانا پڑے گی۔ کہ تمہاری سوتیلی ماں نے تمہیں disown کر دیا تھا۔ میں نے تم پر دم کھایا تھا۔۔۔۔۔۔ اپنے سینے سے لگایا تھا۔“ تاجور غم و غصے کی کیفیت میں فیصلہ کن اعزاز میں سوچ رہی تھیں۔ اور شدت سے سوچ رہی تھیں کہ ہامی کا ایک مثبت مگر بھد ہا۔ اقدار ماں ان کے گلے پڑ رہا ہے۔

(جاری ہے)

”اگر سے میری نہیں، میری بیٹی بہت اچھی ہے، بہت نیک، فرمانبردار اور ملتی جلتی شہار ہے، صورت کل کو چھوڑ اس کی خوبیاں دیکھو، خوبیاں..... مگر کہ جنت بنانے کے سارے کرتے ہیں میری بیٹی، کو میری بیٹی بہت اچھی ہے۔“ لیکن ماں تھیں دل پر پتھر اور ہاتھوں میں آس اور امید کے بیانیہ دیشیں اور پھر صفا پتہ نکال کر..... سارا غصہ اکی بیٹاری پر اترتا..... اور سب..... سب..... سوچتی اگر میں خوب صورت نہیں ہوں تو میرا کیا قصور ہوگا؟ وہ دیکھ جائی گی کہ ضرور تو میں اس کا قصور ہو، لیکن اوقات انسانی کی بے قصوری ہی اس کا سب سے بڑا قصور ہو جاتی ہے۔

گم گدا رہے تھے، کہہ رہے تھے کہ اگر میں ہوتا، وہ گھبرا گیا، دھڑکتے دل پر تھکا رکھ کر اس نے خاموش چٹکی لگائی۔ ہوں سب کو دیکھا سب کو چپ رہنے کو کہا لیکن کوئی نہ مانا۔ وہ خوفزدہ ہوئی، گھبرا گئی، اسے ایسے لگا جیسے رمضان لیٹ گئے۔ اس نے خوفزدہ نظروں سے رضا کی طرف دیکھا اور.....

☆☆☆
گہرا سانس لیا رنگ، درمیان قدم، معمولی سے نقش و نگار، چمورے سے بال، موٹائی کی توجہ جانتی نہیں مگر سوائے گہری ہنسی انھوں کے آئینے سے سر نہ نکلی۔
”کیا ہر دقت خشے کے آگے کھڑی رہتی ہو، ارے اگر ضرورت آجی نہیں ہے تو کچھ آگے نہ ہی اپنے اندر پیچ کر لو، کم از کم مجھے یہ باتیں تو انسان کے دیکھنے آجاتی ہوئی ہیں۔ لیکن یہاں تو خشے میں منہ دیکھنے سے ہر نعمت نہیں ملے گی۔“
”یقیناً یہ نہ بری طرح صاف کرانا۔“

”اب اماں! ابھی کوئی بات نہیں ہے کہ میں ہر وقت آجینے سے چلی بیٹھی رہتی ہوں، سارے گھر کے کام میں نہیں کرتی تو کن کرتا ہے۔۔۔ اب ہمارے گھر میں کوئی بیعت تو نہیں ہے ناں جو سارے کام کرتا ہے۔۔۔ جی جی! خالہ نسیم کہہ رہی ہیں کہ پیچھے نہ کسی نے میں کیا ہوں، ایسے کوٹنے انہوں نے پوری زندگی میں نہیں کھائے۔ اتنا زیادہ ہے میرے اماں میں۔۔۔“ ماہیے اماں کی جھجکی کا برا حواس ہوئے کہا۔

”غضب نہ کرو! کالٹی ڈھنگ نہ لے کر، اوپر سے تمہاری سب زبانی۔۔۔“ روتی ہوئی ماہی نے گھر سے ہوئے کہا۔ انہیں اس کا جواب دینا بہت برا لگا تھا۔

میا کو آتا تو شاہد اللہ سب کچھ تھا۔ نماز، روزے کی پابندی کے ساتھ، ساتھ گھر داری میں بھی خالق تعالیٰ لیکن رتبہ جتنک بھی جس آج کل لوگ ظاہری چمک دکھ کو بہت اہمیت دیتے ہیں، ایسا تو شاہد و نادر ہوتا ہے کہ ممکن دیکھ کر کوئی دوسرے کی نیلی کو بچا کر لے جائے..... اور یہاں تو.....

فلوٹار اور منیفیسڈ کے کرتے دوپٹے کو حسرت سے دیکھتے ہوئے وہ منہ پائی۔
”خبردار جو یہ گائے بگڑ چکی ہے میرے کمر میں کس پہنچے تو۔۔۔“ یہ سارے حقوق انبی اہل کے کھر ہرے کے آگے۔ ”غرضانے اس کی آنکھوں میں زور سے آنسوؤں کو نظر انداز کیا اور کرے سے باقی رکھے۔ اس نے تمکیرا کہ نہ جاننے بے خودی کے کسی لمحے میں آنسو بہ کرے، سیدھے ہاتھ کی پشت پر آنسو کے قطرے کود بیٹھے ہوئے تھا۔

”جیسیں! آج میں نہیں روؤں گی، آج میں یہ غمخوار ہوں گی!“ اس نے اس وقت سے وہ ججزا اپنے آنسوؤں میں لے کر سمیٹا، جیسے وہ ایک ججزا نہیں، اس کی مدد کا ہمارا اور ہر حسرت ہے۔ اور حسرت۔۔۔

☆ ☆ ☆

خند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ یا شاید وہ
دور یا اسے سنا نہیں جانتی تھی..... لیکن کیوں؟ آخر کیسے؟
سوچنا نہیں کیوں جانتی تھی؟ وہ جب بھی آنکھیں بند
کر لی، اس کی اس سے سرگرمی کرتا۔ ”میں ہوتا“ اور
”مگر“ اس میں ہوتا، ”نرم چھواری صورت اس کے سارے
جسد کو بھگودا، وہ کچھ بدلنے کے ساتھ تھا۔ کچھ۔
پھر ہرگز کچھ دل کے ساتھ۔ اسے خشک پھڑپھڑ
تھا۔ پھر کمران کے خشک ہونے کا قیاس کرتی۔
”مگر میں ہوتا“ اپنی پہلی چٹائی اور ملاعت
کے ساتھ اس کی طرف کوں تھا؟ اس نے
لہجہ اس کے برابر سونے کے رخاؤ کو دیکھا۔ وہ
بیشک اس طرح کہی خند میں تھے۔..... بیشک ہی اس طرح
تھا۔ یہ ان کو یہ احساس بھی نہیں تھا کہ ایک زندہ سلامت،
موت کے دل اور جذبات و احساسات، کچھ والا وجود
ان کے بسز پر چلوں موجود ہے، قلعہ خاموشی سے بسز
تھے۔ اُس طرح کی موتی، نرم و دینے والی ہر بظاہر جبر
کرتی تھی کہ اس کی طرف کیسوی طرف دیکھا۔
تھیں، برضائی، بسز کی سارے سائڈ نیل۔.....
جھکانے خاموش کھڑے لب سب مسکرا رہے تھے،

نہیں کی..... اور پھر وہ اس صندوق کو زندگی کے
جھمیلوں میں بھول بی گئی۔ لیکن آج دل ایک نئی لے پر
وہڑا کتا سب سے پہلے اسے اراٹوں، آرزوؤں سے
بھرا یہ صندوق یاد آیا۔

ایک سے بڑھ کر ایک جڑو... اور ہر جڑو سے
 جڑی ایک خوب صورت یاد...
 فیروز کی گلاب کی شلوار اور سفید کرتا
 دوچٹا... دوپٹے کے پلو پر بہت قریں فیروز کی ہاتھ بوا
 تھا۔ اس نے دوسو اچھٹ میں لیا۔
 ”اللہ اماں کیسا پیارا سوٹ ہے اور یہ فیروز کی
 تکل اور دوپٹے کے کنارے پر گئے طور کو... واہ
 اماں... یہ سوٹ میں غیلہ کی برات والے دن
 پہناؤ گی“ اس نے دوپٹے پر بچپلا کر اماں کی
 بلندی پر کھٹے میں اپنے آپ کو پیچھتے ہوئے ان
 سے کہا۔

”اے بے باؤنی ہوئی ہے، دماغ ہی الٹ گیا
تجہدار، کنواری لڑکیاں ایسے جڑے لٹکا کر نہیں
جھڑیں، رکھوجھ میاں کے کھر جاؤ گی تو بہن لیتا۔“
”میاں کا کھر.....“ اس نے سنو سورا۔
”ارے جیہا، اپنے میاں کے لیے پھڑکی، وہ
تو شہر کا توہم کاٹ چھانے گا بس کے لیے چڑھا کر
کھڑی ہوئی، لاؤ ذرا دیر دو دھپا، یہ تھوڑے سے
تھکے ہیں۔“
”یہ تو سن لگاؤں، دینا جس اور میں کام
یاں یا بس ایک ایک ہے۔“ رقیہ بیگم نے اس
کے تھوڑے دو گنا جھپٹا۔

☆☆☆
 ”تم یہ پہنٹی، باگل ہو کیا؟“ رضانے دوپٹا
 مین کر بیٹھ کر پچھلتے ہوئے طرے کیلئے میں کیا۔
 اس نے نیند کے سفید کرتے پر جھللاتے
 روزی کی شبن اور دوپٹے کے پلوں پر آج بھی جگمگاتے
 ہوئے ٹکڑے کو کھرت سے دیکھا اور پھر حیرت سے
 اس کی طرف دیکھا۔
 ”اے! خوب صورت تو ہے۔“ فیروزی کو اب کی

ہے، میرے ہر اہل بیت کے لیے وہ ناشکر، مگر خدا کا نہیں کرتا نہ اس کا اور نہ ہی اللہ پاک کا..... رضا کی خوشنودی میں اس لیے سب کچھ بھلا دیا جی کہ میں، یہی کہہ رہے تھے کہ اولاد اور زنجیر کی طرح باندھے رہیں گے، کیسے ہی بھگتا، لوہ، ایک دوسرے سے کٹے کٹے ہوں، ضرورت کے کسی لمحے میں، وہ وجود میں آنے والے بچے کی پیدائش کی، ان دونوں کو ملا دیتی ہے۔

کم از کم خاموشی میں گفتگو کا کوئی موضوع ہی نکل آتا ہے..... بچے کا جو کچھ سورج سے کہیں ہوتا، جو اندھیرے میں روشنی نکھیر دیتا، جو مایاں، یہی کہہ کر تعلقات میں گہری پیدا کردہ تھے اور جو مکان کو گھر بنانے میں ایک عورت کی مدد کرتا ہے..... لیکن صاف تو رضا کی محبت میں ایسی خرق ہوئی کہ بچہ اس کے ذہن ہی سے نکل گیا..... لیکن جب بنیادی سہولیات اور آس پڑیں کی بڑی پوریاں احساس دلانے لگیں تو وہ بھی سوچتی کہ اولاد ہو جائی تو چاہتا ہوتا۔

جواولاد کی کمی کا احساس ہوا تو زندگی میں پہلی بار صاف عجیب سی حسرت کا احساس ہوا۔ وہ حسرت سے ان گھروں کو دیکھتی، جہاں مرد جب شام ڈھلے گھر واپس آتے تو اپنے بچوں سے کہنے، یہ بچوں کے بازو اٹھاتے، یہ پاؤں میں، ہنس کر بچوں کے سارے بدن کی شرائط اور شکایتیں کرتیں..... اس کا بھی دل چاہتا کہ اس کا مکان گھر لے۔

لیکن رضا اولاد کے حق میں نہیں تھے، وہ دیکھتے تھے کہ اولاد کو روٹی تو سہا جی ہی ہوگی..... اور صاف صاف صابر مہارے میں محرم ہی رہی، بھی پیار کے دو بول بھی ان کے سنہ سے نہ نکلے..... لیکن وہ محسوس بھی نہ کرتی، وہ تو جی بھی نہیں ہے، حسن وطن، بد صورتی کے طعنے اور ہزار مسائل کی آگ بھی.....

☆☆☆

دن بھٹوتے، ہفتے، ہفتوں، مہینے، سالوں میں بدلنے لگے..... اور شادی کو پندرہ برس گزر گئے..... لیکن رضا اول دن بھی صحت مند اور چاق و چہند نہ تھے۔

معموم اس ضرورت اور طلب کو ہی محبت سمجھتی۔ وہ ہر وقت ایک احسان مند کی کیفیت میں رہتی..... وہ محبت کے مفہوم اور اہمیت کے آفاقی تھے..... چاہتا اور چاہے جانے میں کیا فرق ہوتا ہے وہ ناواقف بھی..... محبت..... گھر، محبت، نام اور روٹی نہیں ہوتی، وہ نہیں جانتی تھی۔

محبت ایک گہرے کا حق ہے..... اور وہ اس حقیقت سے ناواقف تھی۔ رضا..... رضا..... کو اس سے ایک جیسی چیز ہوتی..... عام بیویوں کی طرح وہ نہ کھڑے دکھائی دے، نہ وہ بھی اور نہ ہی مٹانے کی ضرورت تھی۔ وہ تو وہیں محبت کیسے جاری تھی..... وہ جتنا رضا سے محبت کرتی..... وہ اتنا ہی اس سے دور بھاگتے، اس سے جڑتے۔

رضا کی کوئی بات، کوئی زیادتی اسے بری نہیں لگتی، وہ تو وہیں اس بات پر خوشی کی کراس کی شادی ہوگی..... کوئی اسے دیکھ کر ٹھنڈی سانس بھرے ہوئے..... اسے اپنے پیاری کو کون پوچھے گا..... نہیں کہے گا، اب وہ مڑھلے سے نکلے، یہ ناک میں ہیرے کی لوہے اور ہاتھوں میں سونے کے انگلیں بین کر رکھنے میں تھکتی۔

رضا اس سے کہنے، سمجھنے، چہلے چلے، وہ جانتی تھی کہ ان کی یہ آکٹا ہٹ، یہ پھٹا ہٹ اس کی بد صورتی کی وجہ سے ہے تو وہ یہ جانتی تھی کہ اپنی بد صورتی کو اپنی محبت اور خدمت سے ڈھانپ لے۔

وہ بعد معصوم، وہ وہیں جانتی تھی کہ مرد پرچکر ہوتا ہے، مرد ناخوش ہوتا ہے، جوں جوں اس کی طبیعت مٹا دیتا ہے..... اور جو ہاتھ نہ لگے اس کے پیچھے بھاگتا ہے، گھر کا قورمہ چھوڑ کر باہر کی دال کے لیے تقریر کی طرح ہاتھ میں سنگول لیے، یہی، یہی تقارور میں جا کھڑا ہوتا ہے۔

صاف میں جانتی تھی کہ اس کی ذات رضا کے لیے ایک بڑے گھٹا، مسخر خانہ ہے، جہاں وہ جب بھی بیٹھا

ہیسیہ دم بخور ہو جاتی۔ یہ محبت سے لگتا، قدر، سرخ و سفید رنگت، چوڑا سینہ، سیاہ منگھڑا لے ہال اور اس پر چھتیاں براؤن اکھیں اس کا دل چاہتا ہوا چاہے میں کہہ دے..... اس کی اوپر کی سانس اور پردہ لٹکے کی بجائے یہی سانس تو پیسے رضا کی بھی رک، جن کی پہلی یہی مشن چاہتا تھا، لیکن، جن کے حسن و جمال کے چرچے چارو تھے، انہیں لے کر لٹکانے لگا دیا۔ رضا علی احمد جو گھونٹ بھیک کر تھلا کر بہتر سے اٹھے تو پھر پلٹ کر کمرے میں نہیں آئے، جا کر برآمدے میں بیٹھ گئے..... اُردو وہ جو جی کا قصور لے رہی تھی، ایک آنکھ اور خود پر ہتھوڑے کو دیکھ کر لوٹ پوٹ ہو گئی..... داری صدمے ہو گئی۔

مرد کی لغزش بر جاتی ہوئی ہے، مرد ریاضت کا پروردہ ہوتا ہے اور ہر اس چیز کے پیچھے بھاگتا ہے جو اس سے آگے بھاگتی ہے لیکن یہاں..... یہاں وہ کیا پیچھے بھاگتا، وہ خود منہ مڑ کر بہت ڈوڑھتا چلا گیا۔ اور صاف..... صاف یہ حال تھا جیسے بھوکے کو لپکھ لٹ گیا..... وہ ہر وقت رضا کی خوشنودی میں لگی رہتی..... بھاگ، بھاگ، بھاگ کر ان کے کام کرتی..... وہ آگے بھاگتے وہ پیچھے دوڑتی، وہ بھڑکتے یہ پہلے، وہ ڈانٹتے وہ فہم دیتی۔

وہ دھڑلے جانے کے لیے اٹھتے وہ لپک کر ہاتھ مرد میں پکڑے کوئی نہ دھکا دے، وہ نہا کر نکلے وہ تو اپنا ہاتھ نٹنے کی میز پر آتے تو گرم، گرم دل پر مارا تھے لوازمات کے ساتھ سامنے رکھ دیتی..... ہاتھ لٹکتے تو لپک کر گاڑی میں سوار رکھ دیتی، ان کی گاڑی گھر سے نکلتی تو جب تک گاڑی ٹھنڈی نہ ہو جاتی وہ اسے دھکی دیتی۔

اسے یہی رضا کی کوئی بات بری نہیں لگتی، رضا کا نام اور ایک محبت تلے رہنے کو وہ محبت کا نام دیتی، وہ اس بات پر خوشی تھی کہ وہ بھی اپنے ازدواجی حقوق اور لغزش سے بچر ہو کر اس کے قریب تو آتے تھے وہ

بھی لوہن بھول کی کیا کوئی مجھ سے بھی محبت کرے گا؟ کیا بھی کی میرا بھی گھر ہوگا؟..... اتنی عمر کی نہیں ہوئی تھی لیکن آس پاس والوں نے اور گھر کی میں بیانی سہولتیں نے اس قدر بھلا دیا تھا کہ اس کی زندگی صرف ایک مرد کے قصور سے وابستہ ہو گئی۔ اس کا دل چاہتا، کوئی بھی ہو، کالا، لولا، نکلڑا، بیروں کا گھر..... جو بھی ہو، آئے اور اسے پیار کر لے جائے، وہ بھی مرد والی کھلائے اور جب ایک بچہ گود میں اٹھا اور دوسرے کی اگلی قضا سے وہ اماں سے ملنے آئے تو اماں اسے بھی بری اپنی طرح نیک کر سیتے سے لگا نہیں اور پھر گھر کے چھوٹے بڑے معاملات میں اس سے شور مچا کریں..... اور وہ بے پاؤں اماں کی بیٹی سے اماں کی پہلی بن جائے..... اس کا بچہ جن میں کھینا پھرے اور دوسرے بچے کو انوں پر لٹا کر کھینک بھیک کر سلاتے ہوئے، وہ اماں کے معاملات کو دیکھے۔

اُردو ہر یکم اسے دیکھ، دیکھ کر گھٹیں، بڑی کو تو سالوں میں بھی نہیں لگا تھا اور رشتوں کی لائن لگ گئی تھی اور یہ صاف..... سال بچوں کی لائن لگ گئی تھی، رشتہ تو رشتہ اگر بھولے کھینک کوئی دیکھنے بھی آیا تو پھر پلٹ کر نہیں آیا۔

رشتہ بچہ دن میں نہ جانے لگتوں پر کتنی دفعہ اس کی عمر کے سال نکلتیں..... اور پھر گھر اگر ہاتھ باندھ کر کہیں..... ”اللہ میری بیٹی کا نصیب کھول دے۔ میرے مالک تو نے کوئی بھی ہے جو نہیں بنایا، اس کا نصیب اس کا جوڑ چھل نہیں ہے میرے مالک بھیج دے“ اور پھر ایک دن ایک بھولا بھلا رشتہ اس کے لیے آئی گیا۔ رضا گھر سے 45 سال بزرگ تھے، پہلی بچی کا انتقال ہو چکا تھا، کوئی اولاد نہ تھی۔

رشتہ بچہ نے ڈھک ڈھک فریق دیکھا اور نہ ہی دیا جو کچھ لگا، بھٹ ہائی بھری اور پتھان کر کے نصبت کیا۔ اور وہ جو کھلے کھلے لولے بھٹلے کے لیے بھی تیار تھی جب چاہے اس نے اس قدر خود رضا علی احمد کو دیکھا، جو بچپن سے 45 سال کے نہ گئے تھے،

[illegible]

☆☆☆
 ”واہ کیا زندگی کو فتنے ہیں، خدا کی قسم ساری
 زندگی میں نے اتنے لذت کو فتنے نہیں کھائے۔“ حیدر

مگر کچھ اس اعزاز سے بے نیاز تھا کہ حیدر اپنے
کمرے سے نکل کر باہر سے اخبار اٹھا تا سبھی لاؤنج
میں بیٹھ کر دی کو دیکھا رہتا، وہ اپنے کاموں میں مگنی
رہتی تھی اور دونوں کام سنا نہیں ہوتا۔ کھانے کے
وقت وہ بیٹھ کر کھانا کھاتی، مگر کچھ دل سے دور تھی۔ وہ
ڈنٹ کر کھانا کھاتا اور صل دل میں کوئی راتی،
اسے دکھ ہوتا کہ رضا کی محنت کرتے ہیں اور یہ کھا...
صبح اڑتا ہے اور جو ایک دن دے لفظوں میں
رمضا سے کہہ دیا تو یہ بے پناہ فہم پر کہ کون ہوتی
بولے دالی، وہ میرے بچپن کا دوست ہے۔ اس کے
بچے میری جان حاضر ہے..... اور پھر جیلا خاموش
ہوتی ہیں۔ صل حیدر کی طرف سے ہال میں دھڑا پڑ
کھل اور رات کو.....

☆☆☆
 پھر آہستہ، آہستہ حیدر جیسے گھر کا فرد بن گیا اس کا
 پردہ بھی برائے نام ہی رہ گیا، وہ اکثر سوچتی یہ آیا ہے تو
 جاتا کیوں نہیں ہے۔

رضا تو پہلے ہی اسے وقت نہیں دیتے تھے، حیدر کے آنے کے بعد تو جیسے وہ اس کو بھول ہی گئے، دونوں رات دیر تک شطرنج کی بازی جھڑپتے تو کبھی تاش کے

☆ ☆ ☆
 مجمع التورقہ اور مہاجرین کا رہنا خوش تھا لیکن
 مہاجر کو خالی تہنیک کے بلا ضرورت سامنے نہ آئے۔
 حقیقت تو یہ تھی کہ وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ حیدر مہاجر
 کیسے کیسے مہاجرین کو دیکھنے والے بنائے ہوئے تھے۔
 کیا وہ ان مہاجر کی شخصیت میں کوئی قابل ذکر بات
 نہیں تھی..... آپ کا خیال کیا ہے؟

☆☆☆
صاف ستر اسفید کرتے شلووار میں لمبوس، سفید
گورے نرم پردوں میں بٹاوری چپل، نفاس اور سلیقے
سے پہنے ہال، ہونٹوں پر نرمی میسکر اٹ، ہاتھ پر
بندوبستی کی گھڑی، انہیں سے نہیں لگتا کہ وہ امریکا جیسے
ملک سے آیا ہے۔

جب وہ دھکیسی سے اترتا تو اس نے پردے کی اوٹ سے اس کا جا کر دیکھا۔
 ”لفٹنگ تو کہیں سے نہیں لگتا۔“ اس کے دل نے پہلا سوال کیا۔ لیکن رضا صاحب کہہ رہے ہیں لفٹنگ تو جس لفٹنگ کے اندر کی فائبر ہارڈ ویئر نے اسے اُتار دیا۔
 رضا بہت خوش تھے۔ لیکن اس کا درد تھوڑا عمارت کے تنگ دروازوں کی شب لگاتے رہے، گوکہ کمر میں تو گچھا کر سب ہی تھے لیکن رضا کے سارے کام وہ خود کرتی، ان کے لیے کھانا پکانا، دودھ، دوڑوانا، گناں کی خاطر نہیں کرنا۔ اسے بہت اچھا لگتا تھا۔ وہ جرم میں جتنی بھی لیکن رضا کا گناہ رہے ہوں تو کیسے سوچا لی سوئینڈ بنا، بچا کھوٹا۔ بھڑوسے دھتھے سے چائے کھاتی

”چائے.....“ اس نے دروازے کی اوٹ سے آواز لگی۔

”کیا معیت ہے، اس عورت کو بھی جین نہیں۔“ رضائے منہ ہٹایا تو حیدر نے چومک کر رضا کی طرف دیکھا۔ لیکن خاموش رہا۔

”واہ چائے مرے کی ہے۔“ حیدر نے پتکی

بیش بہتر لباس میں رہے، اپنی غذا کھاتے، پینے، سکھ، آرام نے تو مجھے انہیں دوبارہ جوانی کی دلیز پر لا کھڑا کر دیا تھا۔ اصرہر باجی، پہلے کالی کی سب بہت کالی تھی، رات، دن، مہال کی آؤ بھگت اور کمر داری میں اتنی معروف رہتی کہ کل کی، کنی آؤ آئینہ بھی بھی نہیں دیکھ پائی۔ سر میں چاندی کے تار جھلنے لگے، تھے، کمر میں جالی تو کھٹوں میں وردی لہر اٹھتی تھیں۔ لیکن رضا بھی کبھی بات ... کسی کام، کسی چیز کو نہ کر دانتے، لپو لپو کھڑا، اٹھڑا سار جتا کھٹوں مبارک نہیں گلتا، اگر کسی دن تو آرام سے پکار لیتے تو وہ پڑھان ہو جاتی، گھر اجاتی۔

”صبا“... ان کا لہجہ گرم ہوتا تو وہ اپنی جگہ پر
 نہ کی ہو جاتی۔
 ”اُسی خیر کیا ہو گیا، آج آواز میں دبدبہ نہیں،“
 اللہ شہرِ طبیعت ناساز تو نہیں۔“ وہ سوچتی ہوئی ان کی
 آواز مردوئی آج بھی جب انہوں نے پکارا صبا..... تو
 وہ گہرائی۔

”گیسٹ روم صاف ہے ناں.....؟“
 ”جی.....“ وہ اذنی نری سے بولی۔
 ”خیر پھر بھی ابھی طرح صاف کروادینا، حیدر
 آرہا ہے۔“ ان کا لہجہ نرم تھا۔
 ”لفجہ آرہا ہے.....“ وہ زیر بڑبڑائے۔
 ”لفجہ؟“ وہاں بھی ان کے منہ سے ایسے
 الفاظ نہیں سنے تھے۔ اس لیے حیران رہ گئی۔

”ہاں، ہاں لنگہ... میرا بچپن کا دوست، سارے
جہاں کی خاک چھانا پھر آج بھی ہمیں یک شادی نہیں کی،
اب اس کا خون آ رہا ہے، ہمارے گھر آ رہا ہے، کل صبح
آجائے گا...“ رضوانے وضاحت دی۔
”شادی نہیں کی، شادی بھی نہیں کی۔“ سہاسنائی۔
”مستحق کو کوئی لڑکی ہی پسند نہیں آتی،
شادی کیا خاک کرتا۔“ رضوانہ تھپتھپاکرتے اور صبا
کو تو جیسے ان کی ہنسی میں کھو گئی۔ شادی کے ان
چند روز سالوں میں اس نے انہیں شاذ و نادر ہی ہنستے

دور میں ہر شے، صرف اسی سے قربانی کیوں طلب کرتا ہے آخر کوئی نہیں ہو چکا۔

تم کیا چاہتی ہو؟ تمہاری خوشی کیا ہے؟ آج ہم وہ کریں گے جو تم چاہو گی۔ آج ہم تمہاری پسند کا کھانا کھا لیں گے۔ اگر آپ کی اسکی عورت سے جو ہر شے کو بھائی کی دہائیاں لے کر کے کسی مقام پر کھڑی ہو جو یوں چاہتی ہو۔ اور جو لوگوں کی نظر میں عام عورت نہ ہو۔ یہ سوال کریں کہ "تم کیا چاہتی ہو؟" تو پتا ہے وہ عورت کیا ہے گی۔

وہ عورت کہے گی..... اتنی بڑی زندگی میں صرف ایک دن اپنی مرضی سے گزارنا چاہتی ہوں۔ صرف ایک دن..... اور کیا آپ جانتے ہیں..... وہ ایک دن اسے بھی غائب نہیں ہوتا۔ کبھی بھی نہیں.....

☆☆☆

رضا دونوں سے گھر رہتے۔ بھارتی اور سردرد تو مابا کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ساری دنیا ہی پلٹ دے۔ کبھی سردیانی، تو کبھی گرمی، لڑائی لڑائی، چپ کرتی..... کبھی کوئیں پر کھل کر ہاتھ کرتی تو کبھی گرم پانی کا بوتل کر کے پیچے کہ گرمی، رضا اس میں بھی بہت صحت مند تھے اور کیوں نہ ہو تے جس سردی کو بس خدمت گزار بیوی کی ہو جو سوتے وقت دودھ دینا بھی نہیں بھولتی۔ ناشتے میں میوے اور خردل رکھنا نہ چھوڑے، گوکہ بڑا صاحبانہ زندگی کے روزانے پر بھارتی تھیں اس بڑا بھانپے کی ہمت نہیں ہوئی کہ ان پر سوار ہو سکے۔

اور وہ خود..... وہ خود جو ان سے کتنی چھوٹی تھی اس کے سر میں چاندی کے تار بھلا رہے تھے۔ ہاتھوں کی رنگیں لہجہ میں بھی، کھانسیں کا گوشت نرم ہو رہا تھا۔ اس نے رضا کے ہاتھوں کا دباؤ، دباؤ سے سامنے لگے آئینے میں اپنے آپ کو دیکھا، جب عورت کے سر میں چاندی کے تار بھلا رہے تھے تو اس نے ہی

ہاتھوں اتنی ذلت کی تھی کہ کبھی پیاری طلب ہی نہیں ہوئی تھی۔ کبھی خیال ہی نہیں آیا کہ دھڑلے پلوں پر اس کا بھی حق ہے۔ حیدر کے دھڑلے پلوں نے ایک لمحے کو اسے سایہ دار درخت سے پیچے کھڑا کر دیا تھا وہ خوش نہ ہوئی کہ ساری زندگی تو ہی جتنی دھوپ میں تھے سر اور ہاتھ جتنی زمین پر کھڑے رہنا تھا۔ بہت جلد ہی وہ اس بھلائی کیلئے سے باہر آگئی۔ یہ ہارے لوگ..... اسی طرح ہاتھ کر کے دوسروں کے گھر میں آگئے تھے۔

☆☆☆

"پارخیال رکھا کہ..... نیک عورت ہے کل بھی سمجھا یا تھا کہ عورت کا دل پھول اور خاشاک میں بند کیوں کی طرح ہوتی ہیں۔ ذرا سی پتلی سے کھلا جاتی ہیں، ان کے دل میں بھانپ جاتے ہیں۔"

"ارے یہ بارش کرو..... یہ عورت اسی قابل ہے۔ شکل دیکھی ہے اس کی۔"

"کسی شکل، شکل لگا رہی ہے، ہاتھ کرے۔" حیدر ہر وقت اس کی حمایت کرتا اور رضا بھلا رہتے۔ کہتے ہیں بھگوان نے میاں، بیوی میں محبت کی دلیل ہیں، یہ محبت..... محبت کیا ہوتی ہے؟ یہاں بھگوان ہوتے ہیں لیکن محبت..... محبت..... جو کمرے میں بیٹھی ان دونوں کی باتیں نہ رہی تھی، اپنے دل میں کسی سوچ کر رہی۔

☆☆☆

اللہ نے عورت کو محبت کے لیے تخلیق کیا ہے، زندگی کے ہر دور میں ہر شے سے وہ محبت کرتی ہے، جتنی ہوتی ہے تو بھائی کا ہاتھ بن جاتی ہے، بھاء کسر مال آتی ہے تو میاں اور سر مال کی خوشنودی کے لیے ہر وقت کوشاں رہتی ہے، ہاں، ہاں اور ہمیں، بھائیوں کو بھی دوسرے بھر پر کھڑا کر دیتی ہے اور جب ماں..... ماں جتنی ہے تو راقوں کی نیند کے ساتھ، لیکن جوانی اور سستی کی ان بچوں پر ہلا دیتی ہے..... وہی عورت اللہ کی ایک عظیم تخلیق ہے۔ لیکن زندگی کے ہر

گزرتے ہیں اور یہ بھاریاں ہر وقت، ہر ایک کو خوش کرتے، ہر شے پر تعلق، ہر بندھن بھاتی ہیں، سب کو خوش کرنے کی فکر میں اپنی خوشیاں بھول جاتی ہیں۔ ماں، ہاں، بھائیوں سے پالی بیٹیاں، اتنے ناقدوں کے حوالے کیوں کر دیتے ہیں، بیٹیاں جو بھوتہ نہیں ہوتیں..... کم از کم ماں، ہاں کو تو ان کی قدرو قیمت کا اندازہ ہونا چاہیے۔

موتوں بھی بیٹیوں کو پھروں کے حوالے کر دیتے ہیں، ان کی نازک بیٹیاں کسی میں مل جاتی ہیں اور وہ سارا گھر کیسے ریتے ہیں..... ہمارے ہمارے تیرت کی لاج رکھ رہی ہے۔" وہ لاج نہیں رکھ رہی ہوئی وہ تو قہر کا عذاب سہہ رہی ہوئی ہے۔ سنی کے اوپر ہی تھا.....

کبھی نہیں ہوتی ہیں یہ عورتیں..... ایسے مجرم اور شان سے رہتی ہیں کہ کوئی سوچ نہیں سکا کہ کن اذخراں سے ان کا دل دھار رکھتا ہے۔ کون کہتا ہے یہ منصف نازک ہیں۔ نہیں یہ منصف نازک نہیں، یہ نواز دہن ہیں.....

"میں، جی، جی کرے جاری ہو، جاؤ دفع ہو جاؤ۔ کوئی کھڑے نہ لگاؤ، مجھے دہر رہی ہے۔" رضا کی آواز حیدر کو حقیقت کی دنیا میں لے آئی۔

"ارے یہ بار..... کس طرح بات کرتے ہو، کوئی تیز لگنا چاہیے نہیں..... حیدر نے رضا کو ڈانٹا۔

"ارے یہ بار..... یہ عورتیں بڑی دوسر ہوتی ہیں، تو نے شادی کی ہوئی تو چاہتا۔"

"کیا چاہتا، اس قدر نیک عورت ہے تیری بیوی، رات نہ تیری ہی حضور کی میں رہتی ہے اور تم ہم کون سے کچھ سال کے نوجوان ہو، جو ہم کو کھٹ پیٹنا ضروری ہے۔ چل آئیے ہی چلیں، یہ بڑے میاں بڑا بھانپے میں اتنا نہیں..... حیدر نے ماحول کی کچی کو کمر کا پٹا۔

تیز صوب کا اندازہ کسی سایہ دار درخت کی چھاؤں میں بیٹھ کر ہوتا ہے۔ جب انے ہمیشہ رضا کے

ایک، ایک فوالے پر تعریف کر رہا تھا۔ "پار تیرا لگ بہت ہی افسر ہے۔" حیدر نے خاموشی سے کھانا کھاتے رہا تھا۔

"کوئی شک وہ کہ نہیں ہے، میری بیوی پکاتی ہے کھانا....." رضا نے عام سے لہجے کہا۔

"واقی..... حیدر کے منہ سے حیرت انگیز جج بلی۔"

"یاد رہے خوش قسمت ہے کیا، ملتی نہ عورت ملی ہے۔" حیدر کے لہجے میں رنگ تھا۔

اور دوسرے کمرے میں بیٹھی ماسکرا دی۔

"خوش قسمت....."

☆☆☆

"کیا معصیت ہے، تنگ آگیا ہوں میں تمہاری ان حرکتوں سے۔ یہ کھانسیں وہ بی بیس۔ اب سو جائیں، اب اٹھ جائیں۔ نہیں کوئی کام نہیں ہے، ہر وقت میرے پیچھے چھٹی رہتی ہو۔" رضا دہا لے۔

آج رضا کا پسندیدہ ترین کوٹ ماسے اسٹری کرتے ہوئے چل گیا۔ اور رضا جو بالکل تیار تھے، کوٹ کی درخت دیکھ کر جیسے آئے ہی باہر ہو گئے۔

"پاکل ہو، اندھی نہیں کی نظر نہیں آتا تجھے، کہاں دھار رہا ہے، میرا اس قدر فشن کوٹ..... میٹیاں اس دیا وہ بد بخت۔" رضا فیسے سے پاکل ہوئے تھے۔

اور وہ بس بی بی، جی سے جاری تھی۔

"جی ٹھیک ہوگی، صاف کر دیں، یقین کریں بہت قوسے کر رہی تھی۔ پتا نہیں کیسے ملے....." کہتے، کہتے اس کی نظر دروازے سے کھڑے حیدر پر پڑی تو جیسے اس پر کھڑوں پانی پڑ گیا، آنسو کی آنکھوں کے ساتھ وہ شرمندہ، شرمندہ ہی مسکرا دی۔

یہ عورتیں، اللہ کی تخلیق ہیں۔ اللہ نے ان کو کس نئی سے بنایا ہے، ہر، اندکی نئی سے گندھی ہے عورتیں، جتنی ہی کیوں نہ ہوں، جتنی ہی پریشانی اور اذیت سے دو چار ہوں، ساری زندگی دوسروں کے لیے گزار دیتی ہیں۔ ان کی زندگی دوسرے لوگ

نہ اپنوجائی ہیں ناں.....

فروری 2018ء

”اے یہ کیا، کیا، اتنا قیمتی سیٹ توڑ دیا..... برباد کر دیا..... اندھی ہو گیا، دیکھ کر کام نہیں کرتیں۔“

ماہنامہ پاکیزہ

57

و اس روم میں پہل دی۔
اس دن اس نے بہت دل سے چائے بنا کی.....
بہت قیمتی لی سیٹ نکالا اور چلنے لگی، کمر پر اس کے سیاہ

”ارے یار کیا ہو گیا، ابھی مغرب کی اذان ہوئی
مجازی خدا..... اور حسی خدا کے فرق اور رہے کو وہ ۱۶
طرح سمجھتی تھی۔



شاورٹ

تیسرا حصہ

محببت لفظ ہے لیکن.....

”ماں باپ کے سامنے بہت سوچ سمجھا کے بولا کرو کیونکہ کبھی کبھی ان کے سامنے بولا گیا کوئی بھی برا یا اچھا کلام ہماری بڑی قسمت پہ حاوی ہو جاتا ہے۔“

خوب صورت جذبوں کی باریکیاں بیان کرتی صحیح بخاری کی ایک دل نشیں تحریر

اس نے دھیرے سے کڑکی کا پردہ ذرا سا اٹھا کر نیچے باہر لگی میں ہما لگا۔ اس کی توقع کے من مطابق دوران خان چیپ سے ٹیک لگائے موہاگل فون پر معروف تھا... چمک دے بات کرنے کے بعد اس نے

ذرا نیچر کرکا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی سیٹ سنبھالی اور چیپ روانہ ہو گئی۔
 ”یہ کون لوگ ہیں خان..... جو روز آپ کا بیچھا کرتے ہیں؟“ زمرہ نے کہیں جنس کا گلاس اسے

پوچھا تو وہ بری طرح چوک گئی۔ عین جیسا ہاتھ سے چھوٹ کر بیٹھے جا کر۔
”کیا سوال؟“ سنین اسے ہلکا سا ہاتھ پر تھپکرتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

”کچھ نہیں اسی.....“ اس نے فوراً خود کو سنبھال لیا۔
”کچھ تو لا لالہ..... تم مجھے کچھ پریشان لگ رہی ہو۔“ وہ اس کا سر سہلانے لگی۔ نہ جانے کیوں لالہ کی آنکھیں جھپکلیں۔ اندر کوئی لالہ سا تھا جو ہر چہچہاسی دینے لگا تھا۔ وہ ایک ایک اپنی ماں کو نہیں سمجھ سکتی تھی۔ نہ جانے کیوں وہ بھی، مگر اس طرح کی جھلی محبت چھوڑ کر گئی تھی اس پر اس پر..... بیکار وہ جانتی تھی کہ انہوں نے ہمیشہ اس سے زیادہ شادی کرنا چاہا تھا۔ اس کے قریب رہی تھی..... اور سب سے بڑھ کر اس کی زندگی کو بے گناہ خولنا انہوں نے ہی تو دیا تھا۔ اس نے ہاتھوں میں لپیٹنے سے ان کا ہاتھ اپنے سر سے ہٹا دیا۔

”میں ٹھیک ہوں، آپ جاکیں سو جائیں۔ مجھے بھی نیند آ رہی ہے۔“ وہ بد دل سے اپنی بیٹے پر آ گئی تھی۔ سنین اس کا ایک دم سے ہلکا سا دھبہ دیکھ کر سانس روک گئی تھی۔

”ای لائف بھی آف کرتی جا جائے۔“ مکمل میں چہرہ چھپاتے ہوئے اس نے آواز دی کہ..... انہوں نے خاموشی سے لائف آف کی اور دروازہ بند کر کے چلی گئیں۔

”آف کرنا ہے۔“ یہ ایک غلط قدم نہ تھا بلکہ ہوتا۔ تا جان کی عزت رکھ لی ہوئی تو آج یوں قدم، قدم پر بیٹھے خوف نہ گھبراتا..... میں بھی دوسری لڑکیوں کی طرح ایک پرستار زندگی جیتی..... قدم، قدم پر غموں کا ڈھیر سے دل سے ہوں نہ چٹ جاتا جیسے کوئی آئینہ کسی پرانے برنگ کے بیل سے آپ نے سب کچھ پاکے میرا سب کچھ کھو دیا..... عزت، احترام اور اس دنیا کو دوسری کرنے کا حوصلہ..... کاش، کاش..... میں بھی دوسری لڑکیوں کی طرح آج آف خوف، اس بے عزتی کے احساس سے آزاد ہوئی..... میں نہیں کسی سناٹ میں نہیں

تیار ہوں میں گئے ہو۔“

”مطلب؟“ اس کی بات پر وہ الجھا گیا۔
”مطلب ہے حد صاف ہے خان..... وہ مسکرائی۔ اور پھر دیر سے سے گھٹکتے لگی گئی۔

”یہ لفظوں کی شرارت ہے.....
”مجھ کو کچھ بھی لگتا تم.....
”محبت لفظ ہے کچھ.....
”یہ کیا ہو رہی جاتی ہے.....“

اور ضابطی خان نے دیکھا تھا..... ہر صبح سرٹ گیا تھا..... لالہ مسکراتے ہوئے گھٹا رہی تھی بس.....

☆☆☆

”لالہ..... چائے بنا دوں۔“
سر شام کی وہ کتابیں لے کر کھڑی تھی..... لیکن ضابطی خان اس کے حواس پر چھڑا رہا تھا۔ وہ جو کئی بھی تھا اس کا آتے ہی پہلے دن سے ہی لالہ کی طرف مائل ہوتا تھا۔ یہی طرح لنگھ رہا تھا۔

دل لاکھ اس کی سحر شخصیت کے حق میں دلائل دیتا، اس کی خوبیاں گنوتا، اس کی بے قراری، بے اختیار کی برائی، بھل مہر..... لیکن یہ حقیقت تھی کہ لالہ مرتضیٰ ان لڑکیوں میں سے نہیں تھی۔ جن کی زندگی میں عداوت ایک کبر کی فیصلہ لیتی تھی..... وہ ہمیشہ دماغ سے سوچتی تھی۔ دماغ کی مانتی تھی..... اور دماغ غیبی غائبانہ کو دیکھ کر ہی نہ جانے کیوں کچھ ایسے غلط سوچے دیتا تھا کہ لالہ بھی پرستار لڑکی گھبرا جاتی..... خوف سا مہر جاتا تھا اس کے دل میں..... وہ لڑکا کون تھا..... کیوں اس کے پیچھے پر گیا تھا..... وہ سوچ، سوچ کر پریشان رہنے لگی تھی۔

”میں بھی کسی سے ذکر کرتا ہے۔“ صاحب نہیں لگا تھا کچھ..... لیکن اب وہ خود گھٹنے کی تھی۔
آج بھی اسے شام سے رات ہو رہی تھی..... لیکن وہ صرف ضابطی کے متعلق ہی سوچتی رہی تھی..... علی گڑھ میں سب پر اس کی خیر ہی پڑی رہی..... نہ جانے کون سا مہر جاتا تھا جب سنین اس کے کمرے کی لائف چلی دیکھ کر اندر چلی آئیں..... اسے کتابوں میں گم دیکھ کر انہوں نے چائے کا

کروں گی کہ میرا اب آپ کو کسی بھی طرح کی شکر سے بچاؤ رکھے..... اس نے گویا دعا دی تھی۔
”تم دعا ہے یقین رکھتی ہو؟“ وہ اشتیاق سے پوچھنے لگی۔
”بہت زیادہ۔“ وہ ہنسی۔

”حیرت ہے۔“ ہاتھ سر کے پیچھے رکھتے ہوئے اس نے سوچنے کی پشت سے لک لگائی۔
”حیرت تو مجھے ہے۔“
”وہ کسی بات کی؟“ اس بار حیران ہوئے

کی بار بار ضابطی کی۔
”یہی کہ کوئی کسی سے اتنی محبت بھی کر سکتا ہے کہ صرف اس کے وجود کی غمی کی تعبیر کے لیے بھی اتنا پیار، اتنا وقت ضائع کرتا ہے۔“ اس کا اشارہ اپنے لبوں پر موجود چل کی طرف تھا۔ وہ کچھ گھماتا۔

”تمہیں مزے ہی حیرت ہوئی جب یہ جانو کی کہ مجھے اس وجود سے کس قدر نفرت ہے۔“ دائیں ہاتھ کی مٹھی چھپتے ہوئے وہ ضبط سے ہونٹ کاٹنے لگا تھا۔
”کتنے حساب ہیں میرے اس جان پر..... اسے تو شاید خبر ہی نہیں۔“ اس کی خوب صورت آنکھوں میں ایک دم ہی انتقام کی آگ گھٹنے دینے لگی تھی۔

”میری بے اختیار، میری توجہ، میرا التفات یہ سب تو صرف دانے ہیں جو اسے چھنانے کے لیے میں..... استعمال کرتا ہوں۔“ وہ نہ جوڑ انہوں نے میرے خاندان کو دے ہیں..... وہ تو میری نفرت کے بھی لائق نہیں اور محبت.....“

”مجھے بھری حیرت ہے خان.....“ وہ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس کے قدموں میں آ کے بیٹھ گئی۔ اس کی بات پر ضابطی کی نظریں اس عجالی دہانے پر جمی گئیں۔

”کیونکہ محبت مکمل نہیں ہے، ہاڑی ہے۔ مکمل میں دوبارہ چانس مل جاتا ہے۔ ہاڑی الٹ جائے تو بھی نہیں ہٹتی۔ سوچ مجھ کو گھٹانا اس میں تو بندہ جیت گیا۔“ وہ ہنسی۔
”اب میں اپنے ساتھ آپ کے لیے بھی دعا کیا

تھماتے ہوئے پوچھا۔
”میرے بابا کے آدمی.....“ وہ گھاس تھام کر کہنے میں پڑے سنگل سونے پر جا کر بیٹھ گیا۔
”وہ حیران تھی۔“
”اس نے جناب آپ کو اپنے ہوئے اثبات میں ہار دیا۔“ لیکن اس طرح آپ کے پیچھے..... کیوں؟“

وہ خاموشی سے جڑی پیتا رہا۔
”کیا ان کو آپ برا بھلا نہیں؟“ وہ ہنسی۔
”نہیں..... انکی بات نہیں۔“ اس نے لٹی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ وہ مردہ اس کے سامنے ہی بیٹھ کر بیٹھ گئی۔

”بڑی تسلی کرتے ہیں کہ واقعی میں ویسا بین رہا ہوں کہ نہیں جیسا وہ چاہتے ہیں۔“ اس نے گھاس بیز پر رکھ دیا۔

”کیا مطلب؟“ آپ کے بابا چاہتے ہیں کہ آپ ایسے بنیں؟“ اس کی کالی آنکھوں میں حیرت جاگی..... دونوں ہاتھوں سے اس جگہ کا اشارہ دیتے ہوئے بولی۔

”ہاں..... بالکل.....“ اس کی جرات ہی وہ کھرا تھا۔
”اسے خوب صورت اور کمال بنیے کو بھلا کون پاپ اس طرح گزارنا چاہے؟“ وہ تاسف سے سر ہانگی۔
”جب بڑے دکھ لگتے ہیں خان..... تو آدمی کچھ بھی کرنا چاہتا ہے۔“ کرسکتا ہے۔“ وہ دونوں ہاتھ گھٹنے پر رکھے ڈراما جگا۔

”بھری..... لیکن یہی کہ بیکار کسان اپنی اولاد کو خود ہی برباد کر دے۔“ وہ غلطی طور پر پلٹی کر تے ہوئے بولی۔

”میں برا ہوا ہوں؟“ اس نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔
”نہیں.....“ وہ فوراً اپنی میں سر ہانگی۔
”لیکن غموں لگنے پر نہیں ہٹتی خان.....“ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔
”یہاں رہا اس کی کبر بھری گئی۔“

”اب میں اپنے ساتھ آپ کے لیے بھی دعا کیا

بھی کرنا مناسب نہیں سمجھا، واہ بھی،..... سکرابٹ میں جی جی گلے لگی۔

”نہیں خان..... ہم تو بس.....“ اس مرتبہ ان سے بھی بات نہیں بن پائی گی۔

”خیر..... میں خود بھی سوچ رہا تھا کہ بہت جلد ہی گاؤں میں ماہی بیچوں کے لیے بڑے اسکول اور کالج کے لیے آواز اٹھاؤں گا لیکن کیا کروں ایک تو سستے مسائل، اوپر سے زمینوں کے بھجیرے، ہو کام ہوتے ہیں..... بحر آنے والے انیش کے کام..... اچھا کیا آپ لوگوں سے..... اب مجھے کم از کم اس طرف کی پریشانی

تو تجارت مل جائے گی..... ملازم چائے کی فرس میز پر رکھ کر چلا گیا۔ انہوں نے اشارے سے سب کو پائے پینے کی دعوت دی۔

”نہیں..... نہیں خان..... ہم کیا، ہماری اوقات کیا..... آپ سے زیادہ ہمارا بھلائی سوچ سکتا ہے۔“

ماستر ظلم دین نے ماسٹر دیات کو آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کیا۔

”ہائل خان.....“ ماسٹر دیات نے جیب سے ایک سفید کاغذ نکالتے ہوئے کہا۔

”مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی خان جی.....“ انہوں نے کاغذ کے ٹپڑے کرتے ہوئے شرمندہ لہجے میں کہا۔

”اب ہمارے پیسے بھی اپنی تعلیم حاصل کریں گے۔“ ماسٹر ظلم اور خوش سے چٹکے۔

”مجھے بس ایک ہفتہ دیں..... ایک لکھن کی مصروفیات ختم ہوتے ہی میں شفاء اللہ سب سے پہلے اسی بات کے آگے بڑھاؤں گا۔“ انہوں نے سکرارتے ہوئے ان کو یقین دلایا۔

”شکر ہے خان.....“ وہ منگوترے کچھ پر انہوں نے غصے کی بجائے سہرا بے سے ایک ریکر میں بھی دیکس کیے۔ ان کے جاتے ہی شاہ سواران کے پاس آیا تھا۔

”ان لوگوں کی عزت بڑھنے لگی ہے خان.....“

”چینیئن کے پرکھل آئیں تو کچھ کرکٹیں پانی...“

”جس طرح آپ نے اس گاؤں کی خدمت کی ہے۔ بھلا اور کون کر سکتا تھا۔“ ماسٹر دیات نے اٹھتے پر نمودار ہوئے پسینے کے قطرے صاف کیے۔

”اچھا.....“ وہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ تیز نظر بس اب بھی ماسٹر دیات کی دیکھ رہی تھیں۔

”نا ہے، آج کسی اہم مشن پہ ہے ماسٹر دیات۔“ منجھوں کو ایک بار پھر کھینچنے سے مروڑتے ہوئے پوچھا گیا تھا۔ دونوں دیگر افراد ماسٹر دیات کو دیکھنے لگے تھے جن کے چہرے پر بخاری ہوئی مہربانیت بہت واضح تھی۔

”وہ خان..... اور..... اصل.....“ وہ بول نہ سکا۔

”خان..... آپ تو جانتے ہیں کہ گاؤں کے بچوں کی تعلیم و تربیت میں ماسٹر دیات کا کتنا ہاتھ ہے۔

کتنے عرصے سے یہ ضلعی انتظامیہ سے رابطے میں تھے کہ کسی طرح گاؤں کی بچیوں کو ریکورٹ میں تو کم از کم پرائیوٹ طور پر بڑی کلاسز کے افتتاح میں بٹھانے کی اجازت اور انتظام کیا جائے۔ آپ تو جانتے

ہیں خان، گاؤں سے شہر جا کر پرپے دینا پھر رپاش اور سفری اخراجات.....“ ماسٹر دیات کے بجائے ماسٹر ظلم دین تفصیل بتاتے ہوئے بولے۔

”میں اسی لیے ماسٹر دیات نے شہر جا کر یونیورسٹی کی انتظامیہ سے ملاقات کی۔ انہوں نے یہ راستہ دکھایا کہ اگر ماسٹر دیات ایک درخواست پر تقریباً سو، دو یا تھوڑے افراد کے دستخط لے کر آجائیں۔ جس میں وہ اسی چیز کی خواہش ظاہر کریں کہ وہ دو ایسی بچوں کو آگے بڑھانے کے حق میں ہیں تو یونیورسٹی انہیں پرائیوٹ طور پر امتحان دینے کے لیے ہال، اساتذہ اور دیگر سہولیات کا انتظام کرے گی۔ بس اسی لیے کسی دن سے ماسٹر دیات ایسی چیز پر کام کر رہے ہیں۔“ وہ تفصیل بتا کر خاموش ہوئے۔ سہرا ب علی خان کے لبوں پر سکرابٹ اٹھ رہی۔

”وہ کیا تو ہم کہہ رہے ہیں کہ ماسٹر صاحب..... ایتنے بڑے کام کے لیے آپ سب نے مجھ سے مشورہ

کر دیا کی تین زبیدی..... کبھی نہیں۔“

بانی ساری رات وہ بھی روئی تھی کیونکہ وہ بھی سب لڑکے لڑکیاں باہر چلے گئے تھے۔ سرہ بھی کتابیں اٹھا کر لٹکتے لگی۔ لیکن پھر اسے اسی طرح بٹھا کر دیکھ کر واپس چلی۔

”کیا ہوا؟“

”تم نہیں سمجھ رہی ہو گی کچھ دیر۔“

”تم فیاض خان سے چھپ رہی ہو لاال؟“ غمرہ نے اسے منگورا۔

”مجھے نہیں پتا.....“ وہ بے بسی سے سب کاٹنے لگی۔

”حیرت اس طرح تو اسے اور شربلے کی۔“ غمرہ کو حیرت اس کی کردی پر غصہ آ رہا تھا۔ ”جب تمہارے دل میں کوئی بات نہیں ہے تو تم کیوں مجھ سے وہ اس کے قریب بیٹھ گئی۔“

”میں نے ہمیشہ ماں کے حوالے سے بہت طے سے ہی غمرہ..... جانتی ہو؟“ وہ غمرہ کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔ اس کی کافی سیاہ آنکھیں ڈبڈبائے لگیں۔

”سیری ماں نے غمرے سے بھاگ کر شادی کی۔ میرے نا، میرے ماموں بہت بڑے رشتے تھے۔ پھر وہاں ای سے میرے ابو کی محبت کی خاطر سب کی محبت داؤ پر لگا دی۔“ اس کے گال جھینکے گئے اور غمرہ..... وہ تو بت ہی بن گئی تھی۔

”کبھی نہ سچا کہ جو محبت کی زندگی میں ایک شخص کی محبت کے علاوہ کسی لوگوں کی محبت بھی تو اہم ہوتی ہے نا۔“ اس کے یا تو لب کھینکے لگے تھے۔

بندر کوڑی کے شیشے کے اس پار کفرے سے دو جوڑے کچھ نہیں تھا لیکن نہ جانے کیوں اس گلابی دہانے کی لڑکش اسے مسکت کر رہی تھی۔ اس نے یونکی باہر کی تلاش سے اپنی ہو کر کوڑی کے شیشے سے ناگ لگے اندر دیکھنے کی کوشش کی تھی کہ شاید وہ ابھی اندر ہو..... اور وہ وہاں موجود کسی بھی کپڑوں پر چڑھ اور لڑنے سے ہونٹ.....

”لالہ.....“ غمرہ اسے سلی کے وقت گئی نہ بول سکی۔

”اور ان کو تو پر داہمی نہیں غمرہ..... کسی کے زہر میں بیکے تیر ان کی کبھی کوئی اذیت دینے ہیں..... وہ نا ہو کر بھی نہیں سمجھتیں، میں ان سے نفرت کرتی ہوں غمرہ.....“ وہ حد تک.....“ وہ روکنے لگی تھی کہ سرہ نے بہت آہستگی سے اپنے ہاتھوں سے اس کے آسوا صاف کیے تھے۔ اور بت بنے فیاض خان نے نہ جانے کیوں ایک ہل کے جہاز کی سیٹ سے اسی آئندہ بھی یوں روئے ہوئے نہ دیکھنے کی دعا کی تھی۔

☆ ☆ ☆

سہرا ب علی خان جو خلی کے دست و عرض لان میں بیٹھے زمینوں کے حساب کتاب چیک کر رہے تھے۔ جب جو خلی کے خاص ملازم نے گاؤں کے دو تین معززین کے آنے کی اطلاع دی۔ انہوں نے اسے اجازت دے کر رجز بند کر دیے اور انتظار کرنے لگے۔ تقریباً آدھ گھنٹہ خلی کے بڑے سے لکھی گیت پرچی رہیں۔ کچھ دیر بعد ہی انہوں نے دو تین اوجیز عمر آدمیوں کو اندر آتے دیکھا تھا۔ وہ منجھوں کو تازہ دینے لگے۔ چیشالی پورا سولش نمودار ہو گئیں۔

”سلام خان جی.....“ انہوں نے آتے ہی مؤدبانہ انداز میں کہا۔ سہرا ب علی خان سکرابٹ لے کر ”ولیم سلام.....“ انہوں نے بھی گرم جوشی سے جواب دیتے ہوئے ان کو بیٹھنے کے لیے کہا۔

”کیسے ہیں آپ سب؟ اور ماسٹر دیات آپ سنا نہیں۔“ سب کو مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے آخری جملہ ماسٹر دیات کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”اللہ کا رحم ہے خان..... آپ مجھے مہراں ہیں ہمارے ساتھ..... سب چھائی ہوگا۔“ وہ شکر گزار ہوئے۔

”ہم تو ہمیشہ ہی آپ سب کے ساتھ رہے ہیں۔ مگر گلے سے اب آپ لوگوں کو ہمارا آپ کا خیال رکھنا انہیں لگ رہا۔“ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں پھنساتے وہ ڈر کے کھٹکے تھے۔

”نہیں نہیں سردار.....“ وہ تینوں غراہما تھوڑے ڈرے۔

شامسوار۔ بس مر جاتی ہے۔ تم بھی بس تماشا دیکھو۔۔۔۔۔
کھٹی سوچوں سے بھرے، بھرے ہونٹوں پر شیطانی
سکراہٹ چلی گئی۔

”تو کیا آپ واقعی۔۔۔۔۔“ وہ بولنے لگا تھا۔ جب
خان نے ہاتھ اٹھا کر اس کی بات کا دل کی گئی۔
”اگلے سال کا وعدہ کیا ہے ان سب سے اور اگلا
سال کس نے دیکھا ہے۔“ مغز دلچسپی میں کتبہ وقتمہر لگا
گئے تھے۔ شامسوار ہلاتے ہوئے فیس دیا تھا۔

”جی۔۔۔۔۔“ دور اندر دلی ہر آدمی سے کئی عین
نے انہیں بکرا تھا۔ شاہ سوار و چار کی طرف رخ پکیر
گیا تھا۔ جو چلی کی عورتوں میں صرف گل ہی نہ تھی جس
میں ان کی جان تھی۔ اور وہ بلا روک ٹوک کبھی بھی
آئی جاتی تھی۔ اس وقت کسی اسے اس طرف دیکھ کر
جہاں عورتوں کا آنا بالکل منع تھا۔ انہیں خسرانے کے
بجائے ان کے چہرے پر عشق کی سکراہٹ بکھری تھی۔

”جی۔۔۔۔۔ ہاں جان۔۔۔۔۔“ انہوں نے فوراً
ہائیں پھیلا دی تھیں۔ گل میدان کے قدموں میں ہی
بیٹھ گئی۔

”بائی جی بھی بھائی کے پاس شہر جاتا ہے۔ کالج
میں داخلہ لیتا ہے۔“ وہ فریاض کرنے لگی۔
”کہا ہے میں نے فیا سے۔ شہر میں ناگھر ملتے
ہی جیسوں کی گھوڑوں کا۔“ وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھتے
ہوئے بولے۔

”جی ہاں۔۔۔۔۔ وہ چکی۔

”بالکل جی۔۔۔۔۔“ جان کی۔۔۔۔۔ انہوں نے جھک کر
بٹی کے سر پر بوسہ دیا تھا۔ بچیوں کی آواز کی اور فیس کے
تخت خلاف سہرا علی خان کے اصول اگر کوئی کو توڑ
سکا تھا تو صرف گل ہی نہ تھی۔ سہرا علی خان اس بٹی
کے لیے ہر اصول، ہر خند توڑ کھتے تھے۔ بھول سکتے
تھے۔ اور وہ ہمیشہ ہی بھول جاتے تھے۔ انسان اپنے

بیاہوں کے ذریعے ہی آ کر دیا جاتا ہے۔ اور اس کی وجہ
شاید یہی کہ کبھی ان کی دلی کبھی بھڑکی نہ تھی۔
جہاں کوئی بھی ذرا سا کچھ نہ نہیں تھا۔۔۔۔۔ ان کے ہاتھ

1987ء سے خدمت میں مصروف

LEUCODERMA-VITILIGO

تازہ جلدی پیاروں کا شکار ہے ضرر علاج

STERIODS FREE MOST PROGRESSIVE TREATMENT

اسٹریسٹ
ایسولڈ
ایسولڈ



ASIAN EXCELLENCE
PERFORMANCE AWARD

لاہور

پشاور

کراچی

اور ہم نے سہمہ بنایا

میٹرک کے امتحان دے کر فارغ تھے، لالہ بیری نے کتابیں منگوا، منگوا کر اور پڑھا، پڑھ کر سہمہ چاڑی پر احسان کیے۔ تاریخ اسلام کے لیکچرروں نے شناسائی ہوئی، جب بور ہو گئے تو سوجا کچھ ناکار چاہیے۔ بڑی بہن حور، زیب النساء برسی تھیں، ہم بھی ان کی آٹھ پکارا کتا کھا گئی کر لینے۔ درمیانے کے آخر میں کسی حکیم صاحب کا نسخہ پڑھا حور مدہانے کی ترکیب بھی سمجھی۔ اور ہماری عتالی نظری جان (حور مدہ) ان کے توشے میں سنبھال کے رکھے سچے موتیوں اور مرد جان کی لڑائیوں پر بھی۔ کہے کہ سہماں خانے میں سے سب کے دودھ لائیں بڑے میٹر کو بھانے تھے۔ سو کر باندھ لی۔ کسی زمانے میں ایک دھو کر دل (جواب نایاب بلکہ شہدہ ہے) کا ہی ٹکری سنا تھا کہ افغانستان کے پہاڑوں کا تار شیدہ چتر تھا۔

لٹنے کی اس تیار کی، ہماری بھولی سادہ سی امیری کوئی بات درنہیں کرتی تھی۔ چھوٹے بھائی نے قصہ خولیاں بازار کے مشہور چنار سے سر مد کی، ذلی، عرق گلاب کی دودھ بوتل بھی آگئی۔ اب کیا تھا کہ یہ اشیا مٹا کر داریہ (مولیٰ) سپ اور مرد جان سوختہ کر لیں، ایک حکیم صاحب سے شورو مانا گیا۔ انہوں نے کہا کہ مٹی کی باڈی میں ذال الی رنگ میں دہاں ہیں جب اشیا مل کر خاک ہو جائیں تو قال لیں۔ اب سوختہ اشیا میں کمر لگی اور ہمارا کرا۔ گھنٹوں دروازہ بند کر کے سرے کی کتا چیتا بلکہ گڑا تار شروع کر دیا۔ دودھ دھو کر گلاب کی بوتلیں آہستہ آہستہ ڈال کر گڑا دیا جاتا۔ ساتھ میں سرول کی دغا بھی آباور دتی، ہاں جامدی کے درق تو میں

بھول گئی۔ دودر جن وہ بھی ڈالے گئے۔ کہ میں جو بھی آتا میرا پیچھے فریڈو کھر ہے؟ جواب ملا حکیم بنی ہوئی ہے، ہم سہماں چار ہا ہے۔ چننے بھی، مذاق بھی اڑایا جا تا مگر ہم نے بھی است نہیں ہاری۔ دو مہینے، ہاں دو مہینے ہم ہی جانتے ہیں کہ دودھ دھو کر گلاب کی بوتلیں منہم کرنے میں سر سے کتا وقت لیا۔ رات کو مل کے کپڑے سے ڈھانپ دیا جاتا، اب جب کہ والوں ہاتھوں بڑی بہن کو پتا چلا کرا کی کے سچے موتی کی لڑائیاں چھ دودھ مرد جان کی لڑائیاں چھ دودھ مرد سب کے دودھ دلائیں بڑے سرے کی نذر ہو چکے ہیں تو نیٹے بھلا کرا کی کے پیچھے پڑ گئے کہ آخر آپ نے کیوں اس قدر بھی آشیاس (بے وقوف) کے حوالے کر دیں۔ مذاق اڑایا گیا، مٹھر کے تیر بھی برے۔ مگر در جواب آں۔ خاموشی۔

دو ماہ دن بعد سر مد تیار تھا اب طبل میں سے تین ہار چھانٹا گیا اور بازار سے نئی بوتلیں منگوا کر بوتلیں بھر لیں اور خانہ ان بھر میں خشتہ تقسیم کر گئیں کہ ہماری امی اور بی بی چڑیاں ہانے میں مشہور تھیں۔ ایک عدد بوتل اب بھی میرے پاس ہے، ایک مشورہ بھی دیا جاتا کہ اسے حکیم چلی میں بیا دویں۔ یوں ہماری محنت رنگ لائی۔ والد صاحب بھی بچکے سے سجا تک کر لہوں پر ایک خوب صورت سکر امٹ لیے چلے جاتے۔ اب میں والدین کی ان خوب صورت سکر امٹوں کو یاد کرتی ہوں۔ ارے ہاں، جناب میٹرک میں ہم نے فرسٹ ڈویژن میں پاس کر لیا تھا۔

تحریر: فریڈو، افکار، اسلام آباد

”غواہ خواہ ہی اس کی گھر میں ٹھہر رہی ہو۔ آج نہیں تو کل ضرور آ جائے گی۔ دیکھ لینا۔“ اماں نے بہو کی پریشانی پیشہ کی طرح ہانپ لی تھی۔

”آپ کو بھی کیا ضرورت تھی اماں، زریہ بی کو تو بولنے کی عادت ہے۔ جب میں ناگہان باقی تو آپ کیوں ان کو اس طرح ناراض کر دیتی ہیں۔“ انہوں نے اماں سے چار بھر گھڑو کیا۔

”تو بھلے نہ مان، لالہ تو باقی ہے ناں۔“ اماں کو تاسف نے آگھرا۔

”کیا سمجھتی ہو تم۔“ ان لوگوں کی باتوں کی وجہ سے تہارے اور لالہ کے درمیان جو طعنے درآئے ہیں میں ان سے بے خبر ہوں۔“ انہوں نے ہماریوں زوہ ہاتھوں میں تین تین کا نرم ہاتھ تھا تو نہ جانے کیوں تین کی آٹھیں میٹھ گئیں۔

نہ جانے کس فرش پر یوں دوزخو چڑھ کر رہی تھی۔

”کیا یہ کیڑا مارا؟“ اس کے دل نے سوال کیا۔

”اس کا مناں کا بوچھ بولنے کرنے کی ایک تار کا کوشش شاید۔“ وہ دھوٹو ہاتھ سینے پر باندھے اسے دیکھنے لگا۔ اس کی دغا کافی طویل تھی۔ اور اس پورے عرصے میں اس کی بند بٹکوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری تھا۔

اس کے چہرے پر اس قدر معصیت اور نور خاری تھا کہ کوئی ہانڈے سے دیکھے چلا گیا تھا۔

وہ اب بھیرے میں پڑی تھی۔

رونے کی آواز بلند ہو گئی تھی۔

وہ شاید بیٹھ چھوڑنے لگی تھی۔ ہارنے لگی تھی۔

حوصلے کی مٹائیں چھوڑنے کو تھیں۔ اس کا

نازک سر اپا بات کی دھکی روکتی میں دھیرے دھیرے

لڑ رہا تھا۔

بہن، زریہ بیجگ کی اس دن کی حرکت سے کافی

پریشان تھیں۔ بار بار ان کو فون بھی ملانی د رہیں لیکن

انہوں نے فون اٹھایا نہ دیا۔

☆☆☆

رہنے دو خان۔“ وہ تھکے، تھکے انداز میں بولی۔
 ”تم بیڈ پر چلی جاؤ۔“ وہ اس کے قریب آٹھمبرا۔

بہترین تحریریں، اہم جواب و ردادوار
اپنی داستانیں پڑھنے والوں کے لیے
مرکز شہادت کا مطالعہ ضروری ہے

مستگزہ شہادت

شہادہ فروری 2018ء
کی جھلکیاں

معلم ثانی

ڈاکٹر اسد احمد سید کے قلم سے اس معلم مکتبہ
زندگی نامہ سنی کے اعلیٰ ترین ادارہ اُردو اخبار میں

بہارِ محبت

وہ کی محکوموں میں ہمارے ہمدرد کی شہادت کی
بندہ یوں پر عید الشہادہ سن کی دلچسپ تحریر

شہادہ نامہ

ڈاکٹر اقبال ہاشمی کی جادو جادوئی شہادت کی
اس کی کاتہ کر، مقررہ عہدہ میں

باقی

زور افراز کے سنوں سازگم شہادت کی
عالمی شہادت یافتہ شام کی روداد حیات

عینک

ابو ابراہیم چاہوں کے کلم سے ایک نہایت عجیب و غریب
واقعہ جو سب میں کی اس حد تک کے حامل رہے ہیں

نوی عورت

اس عورت کی جانی جانی عذاب کو بہت
مکھو سوچے پر مجبور کر دے گی

مستگزہ شہادت

عبدالمجید کا دلچسپ مقررہ شہادت نامہ
نورِ انوار کی دلچسپ مقررہ شہادت نامہ
"ناسور" کی مقررہ شہادت نامہ کی بہت سی
بیانیات، سچے قلمی مقررہ شہادت

"آپ کے لیے کچھ بھی..." وہ کارلش بھالایا تھا
ہینے پر ہاتھ دھرے۔
وہ لمبے سے غلطی کی اور دھڑلے سے صلو میں سناٹی ہوئی۔

☆☆☆

"پاکل ہو تم..." غمزدہ کو اس کی جتنی حالت پر
شہر ہو رہا تھا۔

"امتا بیٹم بندہ مگر چاہے تو بندہ آرام سے
سوری کہہ دیتا ہے۔ کیا بات ہی میں جائے؟" وہ
شرارت سے گلگلائی۔ لالہ نے اسے غصیلی
ٹکا ہوں دے دیکھا۔ وہ کندھے سے اچکا کر
"غلطی تمہاری تھی تھی۔" نہ تاو وہ اور بات
ہے۔ "لالہ خاموشی سے جاتی رہی۔

"واہ ایک تو چوری..." اوپر سے سینہ زوری۔
وہ مزید بڑبڑائی۔

"ایک تو اس بیٹارے کا اتنا پیرا کوٹ خراب
کیا۔ اوپر سے برسی بھی شہزادی ہی رہی تھیں، بھیمان
اللہ۔" مزید سنایا گیا۔
"تم دو دھنٹ کے لیے چپ نہیں رہ سکتیں۔" وہ
بھڑک اٹھی۔

"لالہ..." غمزدہ کہاں اسے نہ تھی رہی۔
"اُدھر دیکھو..." لالہ نے ریلوے ٹوٹ کے اندر
جانے سے پہلے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔
ملید شہادت کی آئینیں فولد کیے ان کی طرف ہی دیکر جا
تھا۔ وہ راب کوٹ اتار چکا تھا۔

"ہائے، یہ تو میری طرف دیکھ رہا ہے۔" غمزدہ
نے ہری باجھیں مگھول کے خیالی کی طرف دیکھتے ہوئے
ہاتھ ہلایا۔ ضیائے بھی جیسے ہاتھ کے اشارے سے
اسے جواب دیا تھا۔

"مردم..." اسے کمرہ دھوپ رسید کر تھی وہ گلاس
اور دیکھتے اندر چلی گئی۔

خیالی ڈاکٹر زورہ مکرہات کے جواب میں مکرہات
اپہائی غمزدہ نے جتنی ہی لالہ کی تھادی کی تھی۔

☆☆☆

ہینے وہ زبردستی اسے وہاں لے آئی۔ لالہ نے مشکل
ہاتھ میں پکڑے شہر پہنچا لے ہوئے اپنی فحوت
آئیں کریمہ تھائی۔

"پہل، واپس شو اسٹور پر چلے ہیں۔ بس دو تین
شوڑ اور..." لالہ اسے گھور کے رہ گئی۔ اور پھر وہ
سانے سے رش سے پہنچے بھالے آئے سٹور سائیکل
سوار سے خود کو گرانے سے بھالنے کے لیے تیزی سے
پچھے کی طرف مڑی گئی۔ اور پچھے ہٹ کر قریب کمرے
اس شخص کے چڑھنے سے بہت بری طرح گھبرا کر
گئی۔ ہاتھ میں پکڑی آئیں کریمہ اب مقابلے کی خوب
صورت بیک کوٹ پہلی اس کا منہ چڑا رہی تھی۔ اس
نے نظریں اٹھا کر سوری کرنے کے لیے منہ مگھولایا تھا
کراہنے سانے فیاض علی خان کو دیکھتے ہی سارا لایکا ایک
ہل میں ہوا ہوا تھا۔

"فریڈکس سیکل پکڑے، اندر سے ہو گیا؟" بدتریزی
سے کالی سیاہ آنکھوں سے گھورتے ہوئے چھوٹا گیا۔
رنگ بدلتی خوب صورت لگا ہیں اس پر ہم کی گئی تھیں۔
"ابو بی۔" خان تو..." سن میں فوراً آگے آیا
تھا کریمہ نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا۔

"دوران..." غلطی میری ہی ہے۔" لالہ نے
دیکھا تو سب سے کمرہ اتار اس کے دائیں کال پر پڑنے
والی لیکر کالنی تھری کی جوتانی اور رنگ بدلتی آنکھیں بھی
مکروا دیتیں۔ وہ نظریں ہٹائیں پائی تھیں۔

"مجھے ان کے مڑنے کی خبر دینی چاہیے تھی ناں۔"
اس کی ساڈی پر ہر دل میں سوچا جانے لگا۔
"جیسے کہ ہمیشہ رکھتا ہوں۔" وہی دوستانہ قائل
مکراہت، غمزدہ نے بت بنی کمری لالہ کو کبھی ماری۔
لالہ چنگی پھر آئیں کریمہ سے ٹھڑے دونوں ہاتھ بھی
اس کے کوٹ پر دگر ڈالے تھے۔

"لالہ..." غمزدہ چنگی۔

"آئندہ مجھ سے مگر نے کی کوشش کی ناں تو آج
تو پکڑے خراب کیے ہیں، اگلی بار اگلے خراب کردوں
گی۔" اس نے شہادت کی اگلی دکھا کے داراں کیا۔

بہن میری چاہی۔... وہ کسی کی بات پر کان نہ دھرتا۔
جتنی کمرے سرال دالوں نے مجھ پر کھلیا تین الزام
تک لگے لیکن وہ ان کی کمری۔ لیکن میں نہ کر سکی
خان۔" وہ ہنسی۔

"اس کی ایک کرن ہمارے گھر رہنے آئی تھی۔
اس کی ماں، میری چچی کے خاندان سے تھی۔ چچی
کے دور پرے کے رشتے داروں کی بیٹی۔ نہ جانے
کیوں پہلے دن ہی مجھے اس کا اتنا کھٹا تھا۔ پھر کسی
نے کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیا۔ کچھ دن بعد ہی مجھے
پتا چلا کہ میرے شوہر عبدل خان کی شادی پہلے ہی سے
ہوئے والی تھی۔ لیکن اس نے خدا کر کے مجھ سے شادی
کی تھی۔ میری دیوانی، میری ساس بھالے، بھالے
سے ان دونوں کو قریب کر میں۔ اور مجھے باتوں،
باتوں میں شہادتیں کی شہادتیں کہ ایک دوسرے
میں دھکیلی۔ پھر ایک دن مجھے دیوانی سے تپا کیا کہ
رات عبدل اور مینا کو بچتے ہو دیکھا تھا۔ مجھے یاد آیا
کہ وہ اپنی رات جب میری آنکھ کھلی تھی تو عبدل کمرے
میں نہیں تھا۔ اور میں نے اس کی بات پر پھر دوسرا کر لیا۔"
زورہ کی آنکھیں برساتا شروع ہوئی تھیں۔ وہ رو رہی تھی۔
بہت دیر تک وہ اپنی سارکت بیٹھا اسے دیکھا
رہا۔ پھر دھڑکے سے اپنی چادر اور کوٹ سنبھالے اور
کمرے سے باہر نکل گیا۔ وہ رو رہی تھی۔

☆☆☆

غمزدہ کے اصغر اور پردہ اس کے ساتھ بازار آتھی
تھی مگر اب بری طرح بچھڑا رہی تھی۔ بازار میں کافی
رش تھا۔ کندھے سے کندھا کاس ہوئے جاتا تھا۔ اسے
بے انتہا نفرت ہو رہی تھی۔
"پتا نہیں، لوگ کیسے روزہ روز بازار کے چکر لگ
لیتے ہیں، میرا تو دل گھبرا جاتا ہے۔"

آج بازار میں رش واقعی کچھ زیادہ ہی تھا کہ خود
غمزدہ کو کھان کی غصوں ہو رہی تھی۔

"چل آئیں کس کسے تھیں۔" سانے ہی آئیں
کریمہ والے کو اتار دیکھ کر اس کا دل لپٹا۔ لالہ کا ہاتھ

”رہیم حیات کی مہیت خریدنے لاری کی شادی کا
فتشہن کیا شروع ہوا اس نے پورا گھریس پہ اٹھالیا۔
عالیہ بھائی کی مخالفت کے باوجود نیا کام دولا ہماری جڑوا
سولیا گیا، اس کے ساتھ کے دیگر لوازمات کے لیے بھی
بھیا کی جیب خالی کرائی گئی۔ بھینس پر بس نہ ہوئی بلکہ
ڈھوگی، باپوں اور ہندی پر اسے لانے لے جانے کے
سلے میں ان کی پر لنگوئی کی مگر رہا ہواں کے پاس کا جو
میں شادی والے روز ایک مشروہ پر شنگ رکھ لی۔ رہیم کی

دل کے چھوٹے

سند آصف



”میں بنا دیتی ہوں ناں چائے۔“ فوراً کچن کی
طرف بھاگے۔
”کیوں۔“ اقرآ کہاں ہے؟“ مزہ نے ویسے
یہ پوچھا۔

”آج کچلی کے مگر گروپ اسٹڈی کرنی تھی۔
بس وہیں ہوگی۔“ انہیں بتا دیا۔
”کس کچلی کے مگر؟“ اسے فہم نہ آئے۔

”یہ تو میں نے نہیں پوچھا؟“
”دھروں کے بجائے اپنی بیٹی کی خبر رکھا کریں
ای۔۔۔ ہمارے لیے بھی اچھا ہوگا۔“ غصے سے کہنا دھرو
چلا گیا۔ ذریذہ پر اب پھر اسے کچھ نہ مانے گی جس۔
☆☆☆☆

ریٹورنٹ کے اندر چھوٹے، چھوٹے ٹکڑی کے
کبیر بنائے گئے تھے، یہ کبیر خاندان بھٹی کے استعمال
کے لیے ہوتے تھے تاکہ بٹاکس مشکل کے ایک کچلی
آرام دہ اور پرسکون ماحول میں کھانا بخوانے کر سکے۔
ایک طرف کچلی جگہ پر نو جوان لڑکوں کے لیے اور
مردوں کے لیے علیحدہ انتظام تھا۔ لالہ سے لیے آگے
کی طرف گئی۔

”بھیری! کس کریم تو ضائع ہوگئی۔ یہاں
جوس پی لیں کس کے آرام سے۔“ اس نے قدرے کونے
والے کبیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ کچلی
بافل اچا کبیر اس کے ہاتھ سے کچھ چھوٹا اور سامنے
والے کبیر کے پردے کے ذرا پیچھے اندر کی طرف مگر
پڑا۔ اس نے تیزی سے جھک کر کچھ اٹھایا اور سیدھی
ہوئے کچلی کے پردہ اس سے اٹھ کر ایک طرف ٹھک گیا۔

سامنے نظر آنے والا منظر لالہ کے ہوش اڑانے کے لیے
کافی تھا۔ سامنے بیٹھ کر ایک لڑکے کا ہاتھ تھامے کچلی
پلا رہی تھی۔ اقرآ ہی تھی۔۔۔۔۔ اسے دیکھتے ہی وہ ایک جھٹکے
سے اٹھی تھی۔ ساتھ بیٹھے نو جوان کے چہرے پر بھی
گھبراہٹ طاری ہوئی تھی۔

”لالہ تم۔۔۔ تم یہاں؟“ اقرآ کی زبان لکڑی لکڑی تھی۔
باقی آئندہ،

”خاتم نے؟“ وہ لپٹ ٹاپ پہ کام کر رہا تھا
جب ذریذہ کچھ غصے سے کچلی کا کچلی اعدا کر گئیں۔
”کیا ہو گیا؟“ نظریں جھانکے بغیر اس
نے پوچھا۔

”ابھی رضیہ کا فون آیا تھا۔“ لالہ کی پردوں کا نام
سننے ہی مزہ کا طعنے لگا دیا گیا تھا۔
”وہ لالہ بھیکر اپنی پونڈریشی کی کسی دوست کے
ساتھ شاؤنگ کرنے گئی ہے۔“ ذریذہ بھیکر نے ایک،
ایک لفظ چاکر کر دیا۔

”ابھی خاندان کو کئی اور کام نہیں کہ سارا دن ابھر
اُھر لگائی بچائی کرتی رہتی ہیں۔“ وہ بچہ ہوا۔
”بھینس کچھ نہیں کرتی۔ صرف مجھے بتاتی رہتی
ہے، مختار ہے بھیری۔۔۔۔۔ ورنہ کبیر اور ماں کہاں کچھ
ظاہر کرتی ہیں۔“ ذریذہ انتہائی بدھن میں، مزہ کو
انسو ہوا۔

”ابھی کچھ کام ہے، مجھے کم از کم ان کبیروں
سے دور رکھیں۔“ وہ کچھ آکر بات ہی ختم کر گیا۔
”تمہارے بھیلے کے لیے یہ بتاتی ہوں تمہاری
نقدوں میں مجھے اس کی تصور نظر آتی ہے، اب تم تو بیٹے
ہو۔۔۔۔۔ میں ماں ہوں، میرا فرض ہے کہ مجھیں اس کی
حقیقت سے آگاہ کروں۔“ وہ اس کے بالوں میں ہاتھ
پھیرتے ہوئے غمرندی سے بولیں۔

”مجھے بس آپ صاف کریں، ای۔۔۔۔۔“ وہ تھلا
کر کہا اٹھ کھڑا ہوا۔
”اقرآ۔۔۔۔۔“ کمرے سے باہر آ کر وہ
پکارا تھا۔

”اسے کبیر کو کبیر آواز دے رہے ہو، اسے
کیا لالہ کے بارے میں۔“ ذریذہ جواں ہو گئیں۔
”قریب ہے ای۔۔۔۔۔“ مزہ مزہ پڑ گیا۔
”مجھے بس اسے ایک کپ چائے کا کہنا تھا۔“

ضبط سے وہ لب کاٹنے لگا تھا۔
”اوہ تو ایسے کہو ناں۔۔۔۔۔“ ذریذہ کسمپانی ہنسی
نہیں دیں۔

دل کے کھنسنے

چھوٹی گھر آنے کے بعد بھی شریہ کھان کے باوجود نیند آنکھوں سے اڑی رہی، بس اس کا ہی خیال چار سو چھاپا ہوا تھا۔ وہ سدھ کی باتوں کے بحر میں جھلا رہے تھے سوئی رہی، نیند سے بھری گلابی آنکھیں موندیں اور سدھ کا رخ بدور سا چمن سے لگے ہوں میں اڑا گیا۔

☆☆☆☆

”اچھا... تو پھر تم نے کیا کیا؟“ چوٹی بھالی مونا نے موبائل پر دوسرے مکان سے لگاتے ہوئے پتھر مارا۔
”میں کیا کرتی کہ مجھ کو کڑی پیٹنے کی اس کے باوجود بڑی بھالی کو کچھ تو ترس نہ آیا۔“ رزم حیات نے مصمم سے انداز میں شکوہ کیا۔

”ہاں... تو اب اس کو سافٹ ہو جاتا جو تم سدھ کے ساتھ چلے جا چاہیں۔“ مونا نے دلاسا دینا چاہا۔
”میں نے تو یہ تک کہا کہ گڑو گڑو ساتھ لے جاتی ہوں مگر بھالی ان کو نہیں لے سکتی یہ مناسب نہیں لگتا، دن میں جاتے تو اور بات ہے مگر رات کے باہر جا کر کھس کریم کھانے کی کوئی نیک ہے۔“ مگر میں ہی منگواد۔ ”رزم نے شکوہ کیا۔

”وہ بڑے بھیا... کچھ نہیں ہوئے؟“ مونا کو جھس ہوا۔

”کمال تو یہی ہے کہ بیش میری سائڈ لینے والے ہمیں اپنے معاملے میں بھالی کا ساتھ دیا... اور تو اور جب میں نے سدھ کو شادہ کیا تو وہ بھی عالیہ بھالی کی سائڈ لینے لگا۔“ اس کا انداز تپتا تھا، ساتھ ساتھ۔

”اچھا... وہ کیا بولا؟“ مونا کو حیرت ہوئی۔
”جنتاب بولنے لگے کہ بھالی کبھی تو ٹھیک ہیں... یوں انی رات گئے میری گاڑی میں نہیں کئی خاندان والے نے دیکھ لیا تو بلا وجہ کی باتیں میں کریم کھانے کی کوئی نیک ہے۔“ رزم نے غصیل بتائی۔

”تو یہ... یہ سدھ سے تو اتفاقاً تو ہی ہو گیا؟“ مونا کو بیش کی طرح ساری دوسرے شے میں بڑھوایا۔
”جانتا ہوں، اس پر بھی بڑی بھالی کا اثر ہو گیا۔ وہ

اجوائے کیا اور کالوں میں نکلے ہماری جھمکنوں کو دیکھا۔
”ٹھیکوں پر ریسرچ کرنے کے علاوہ بھی ذات میں بہت سارے کام ہیں۔“ رزم کے طے پر اس کے ہونٹوں پر مسکان بھری چلی گئی۔

”کیا کروں... میرا کام تو تمہارے باتوں تمام ہو چکا ہے۔“ وہ سی خیر کچھ میں یوں ہوا اس کی جانب جھکا۔ اس نے دعا کیا۔

”بلیز... سدھ... اس کی خوشیاں چکوں کو برص کی دے دیں۔ میں اس کے رزم کی اپنی زبان پر کہہ گیا۔
”یقین نہیں آ رہا کہ تمہارے بھی کئی مٹی... یوں شرمایا سکتی ہے۔“ وہ اس کے دلکش نقوش اور لرزتی ہلکن پڑاؤں میں جھکا بولا۔

”اب مزید ایک تھک بھی کہ تو گاڑی سے اتر جاؤ گی۔“ سدھ کی باتوں سے زیادہ وہ اپنی دل بستی کیفیت سے ڈری۔

”چلو... ٹھیک ہے۔ اتر جاؤ۔ میں بھی پیچے آتا ہوں۔“ اس نے سچ پرک پر گاڑی روک دی اور اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”بلیز... مجھے میری منزل مقصود تک پہنچا دیں۔ آپ کا یہ احسان بند کی عمر یاد رکھی۔“ اس نے گھبرا کر ہاتھ جوڑے۔

”اب... تم میں ہی تمہارا ارادہ ہے میں ہی تمہاری منزلوں میں۔“ وہ لگا ہوں سے دل میں اترتا گیا۔
”سدھ... چلیں... ناں!“ اس کی دھمکی

صورت دیکھ کر ایک جائزہ اترتہ سدھ کے لبوں پر چلا۔
”اگر یہ گنگ کرنے کا ارادہ موقوف کرنے کے بعد وہ تیزی سے گاڑی بھگاتا ہوا شادی ہال تک جا پہنچا۔ دوسرے اتارنے کے بعد روک کھین تھا وہ سدھ کی گاڑی کو گھاتا ہوا کھینچی رہی پھر ہال میں داخل ہوئی، سب نے اس کا۔“

پوری تقریب میں رزم کھینچی، کھینچی سی رہی، مصلحتوں نے اس کی غائب دماغی پر چوٹ بھی کھجی، مگر اب اس کی پکڑائی کی سکرابت اس کے لبوں کو

ہے۔“ وہ جو پچھلے آدھے گھنٹے سے گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر کھینچا تھا، اس کی حالت پر ٹھنک کر چھوٹا۔
”کچھ نہیں...“ اس نے فرنٹ سیٹ پر بیٹھنے کے بعد کالوں میں جھپکے بیٹھنے سے نفی میں سر ہلایا۔
”کچھ کیا... بڑی بھالی نے کچھ کہہ دیا ہوگا؟“ وہ

واقف حال تھا، ہونٹوں تلے ہی دبانے کے بعد پر چھا۔
”اس کی قوت ہے... مجھے خوش دیکھ نہیں سکتی ہیں۔“ وہ نے شکوہ کرتے ہوئے کہا۔
”ہاں... اسے فور سے دیکھا اور پھر گاڑی پر بھانے کی جگہ اس کے اٹھو کھدپ کو اپنی نگاہوں میں جذب کرنے لگا۔

”جہاں... کچھ نہیں سمجھ سکتے کیا پرالم ہے۔“ وہ عالیہ بھالی کی ناما مٹی سولی کرسد کے ساتھ جا رہی تھی مگر دل گھر میں ہی اٹکا ہوا تھا۔

”جلدی چلاؤں اور ہو رہی ہے۔“ رزم نے اس کے مسلسل رپنے پر لڑاؤ لگا دینا چاہتا ہوا تھا۔

”اتنی بھی جلدی ہے۔ ابھی جی بھر کر نہیں دیکھتوں۔“ وہ اس کے گھبرانے پر مزید شرابی ہوا۔
”سدھ... اس نے وارننگ دینے کے لیے ہتھی اٹھائی۔

”جی... سدھ کی جان۔“ اس نے نرم لہجے کی گلابی پر چھو کر جواب دیا۔ وہ شرابی پیچھے ہوئی اور کھلے ہالوں میں لپکتا ہوا۔

”اب... بلیز ہالوں کو کھلا چھوڑ دو ناں۔ بہت پیاری لگ رہی ہوں۔“ اس نے گاڑی اشارت کرتے ہوئے فرمایا۔

”کیا ہو گیا ہے؟“ وہ اس کی تعریفوں پر رنج ہوئے۔

”ہوایا ہے کہ اب کزادہ مشکل ہو گیا ہے۔ ماما کو جلدی شادی کی ڈینٹ کرنے کے لیے بھیجے۔ اسے پاس بھیجا جائے گا۔“ سدھ کی نگاہوں کا جاہور رزم کا دل سے ترشیا۔
”دھڑکا، گالوں کو چوٹی لٹ کالوں کے پیچھے کرنا چاہتا ہوں میں بہتی چڑیاؤں نے طے یہ سنا جلتے ہوئے۔“

”یہ تو کیا... زہیرات کا انتابا جو کیسے اٹھائیں ہو؟“ سدھ نے اس کے شریعے میں کو

یاد دہانوں کے باوجود وہ کام میں ایسا اٹھے کہ ان پر کھٹا مشکل ہو گیا اور اسے فون کر کے بری جمنڈی دکھائی پڑی۔ اس کو تو جیسے صدمہ لگ گیا۔ سارا جوش و خروش صاف کے جھاگ کی طرح بیٹھا اور وہ چپ چاپ جا کر اپنے کمرے میں لپٹ گئی۔

باری نے دو بار کال کر کے اسے لڑا کڑا کر اب تک پہنچا نہیں کیوں مگر وہ کئی تو کیا۔ رزم کو عالیہ بھالی سے تو کسی بھلائی کی امید نہ تھی۔ اداس چہرہ بنائے، ذہن کے کھوڑے دوڑانے لگا کر جاتے ہوئے کیسے، ان کے مگر کی لڑکیوں کو کتنا پیسے کی کشا میں جانے کی اجازت نہ تھی۔ وہ نامہ ہوجو چلی کر اپنا ایک اس کے کالوں میں سدھ کی کھینچی کی بھاری شکوہ دانتا ڈانڈ کرنا۔

”اوہ... میں کیا کام۔“ وہ ہست چھوڑ کر بھی اور لاؤنج کی جانب بڑھی۔

”تمہارے پاس تیار کی لیے صرف اتنا کام ہے جتنی دیر میں میری جائے ختم ہو جائے۔“ سدھ نے اس کی کھینچی کے گھر چھوڑنے کی درخواست پر بڑے

اشاعرے سے جواب دیا تو وہ زبان چراتی دانت اپنے کمرے کی طرف بھاگی۔ دیگر پر اس کی شدہ سوٹ لگا تھا اسے لے کر شادی روم میں گئی۔ تیار ہونے میں زیادہ وقت صرف نہ ہوا۔ ویسے بھی ساری چیزیں سو سے

تیار کر دی ہوئی تھیں۔ اس لیے اس نے تیار ہو کر کھوں پر لائبر اور ہونٹوں پر گلابی لپ اسٹک لگائی۔ جلدی، جلدی ہاتھوں میں چڑیاؤں، ہاتھیں ایک ہاتھ میں پرس اٹھایا دوسرے سے ہتھ دالی سیدھل کے اسٹریپ بند کرنے کے بعد جین گیت کی طرف بڑھی جہاں سدھ کی گاڑی

کھڑی تھی۔

”ہٹاؤ... یہ کوئی طریقہ ہے جو ان جہاں لوکی جب دیکھو دماغ اٹھتا ہے پھر اجازت لیے جہاں دل چاہے چل پڑتی ہے۔“ اس کے کالوں میں پیچھے سے عالیہ بھالی کی پتہ ہوئی آواز پڑی اور فون سے تیزی کی گئی۔

”کیا ہوا... اس قدر سانس کیوں پھول رہی ہے؟“

”

☆☆☆

”یہاں..... کسی کو پروا نہیں..... اور تو اور سعد کو بھی

☆☆☆

آئی۔ اچانک تیز ہوانے ہالوں سے چھیڑ چھاڑ شروع

☆☆☆

”سراں میں جی سب لو لھانے کی جگہ ڈرا لیا“

”میرا جی ان سب سے یہی اختلاف ہے کہ

لہجہ سب سے لائق



فروری کے موسم کی بے خودی

جاسوسی کے شمارے کی بے ہوشی روشنی

اولین صفحات

بے وفائی کے ساحل میں دھمازا ساعسوں کی
نذر ہو جانے والی خورشیدوں کا نور۔ دھشت
اور دھشت کا سستی خیر نگار۔ زویا اعجاز
کے قلم سے ان من سچائی کا احوال۔

انگاریے

دشمنوں کے شبیہ سے آہنی اصحاب کے ایک چیمپین
کا امتحان۔ جیت اور شکست کی گفت میں آگے بڑھنا
طاہر جاوید مغل کے راز و گھٹنے کی ایک اکرور کی

آوارہ گود

چلچلیاتی دھب میں بزمِ مٹی
سے بربر پیکار تو جوان کی سرگزشت۔

عبدالرب بھٹسی کی سلسلے دار کہانی

سورق کے رنگ

خوابوں کی سرزمین میں ہر ایک ساتھ قدم رکھنے والے
دوستوں کا انجام۔ سرور دہی کی انوکھی پیر

زہر چٹائی گھبراہٹ پسند کرتا۔ مکر زندگی کی خلیجوں کا

زہر چٹائی بڑا ہے۔ سرور دہی پر ایک بھی کہانی

چھٹی نکتہ جینی

اقرار است باہری۔

”جی۔۔۔۔۔ یونی کی مجبوری نہ ہوتی تو میں ہمیشہ کے
لیے اسلام آباد آ جاتی۔“ محبت میرے انداز پر ہم کی کا بھر
رکھا ہوا۔

”ہاں تو بڑھائی کی مجبوری ہے۔ ورنہ میں یا
بہتر جہیز میں بھلا ایسے ماحول میں رہنے دیتے۔“ مونا نے
دوبجلی کی۔

”صحیح ہے۔ چھوٹی بھائی۔۔۔۔۔ اماں، اماں کے
جانے کے بعد ایک آپ ہی تو ہیں جو میرا حاصل بڑھائی
ہیں۔“ اس کا انداز تشکرانہ ہوا۔

”کیوں۔۔۔۔۔ صرف ہم۔۔۔۔۔ کیوں بھئی؟“ مونا
نے متذکرہ پھیرا۔

”پھر۔۔۔۔۔؟“ اس نے سوال کیا۔
”وہ سعد مرشد۔۔۔۔۔ وہ کسی تو ہماری گریبا کا خیال
رکھتے والا ہے کہ نہیں؟“ مونا کی بات پر اس کے ہنڈوں
پر بیادری سی مسکان چھائی۔

”نویسے۔۔۔۔۔ سعد نے کیا گفت دیا؟“ مونا نے
رازدار انداز میں پوچھا۔

”بچپن سے تو گولڈ کی چھین دی ہے اور سعد نے
نرک ماہر سلیٹ۔“ ”نہیں نہ خراب کرنا جاتا۔
”واؤ۔“ ویسے تم ہوگی۔ جو راستے بڑے مگر

میں بیاہ کر جا رہی ہوں۔“ مونا کو لے بھر کر اس سے حد
محسوس ہوا۔

”ہاں۔۔۔۔۔ اللہ کا کرم ہے۔“ اس نے آسمان کی
طرف دیکھا اور شکر ادا کیا۔

”اچھا، اب میں فون پر کھتی ہوں۔ بڑی بھائی کے
اٹھنے کا نام ہو گیا ہے۔ مجھے کمرے میں مہسار لکھا تو ان
کی بڑ بڑھائی ہو جائے گی۔“ ”نہیں نہ اجازت چاہی۔
”ایک تو تم ڈرتی بہت ہو۔ کچھ بولیں تو فخر و رمتہ

جواب دیا کرو۔“ مونا نے اسے چڑھایا۔

”نہیں نہیں۔“ ”نہیں نہ اگر گروں بھائی۔
”کیوں۔۔۔۔۔ بھئی؟“ ”بڑے پوچھا۔
”کچھ بھی ہو۔“ وہ ہیں تو ہم سب سے بڑی۔

گھوم چکا ہے۔۔۔۔۔ اب خاموش رہنے میں ہی عافیت ہے۔
”تم سے نہیں ہو رہا تو کوئی بات نہیں۔۔۔۔۔ میرا کتنا
پہچو کی چلی کر اٹھنے بولیں میں ڈر کر داد پتا ہوں۔“ اظفر
نے ہاتھ اٹھا کر فیصلہ سنایا اور دروازے کی جانب قدم
بڑھائے۔ علیحدہ سنانے کو پیچھے دوڑیں۔

”چلو۔۔۔۔۔ میں تو ایک مڑے دار ڈر کے لیے تیار
ہو جاؤں گا۔“ مونا کی سن میں مسکائی۔

ہمیشہ کی طرح اس لڑائی کا انجام بھی ہم کی توقع کے
میں ملتا تھا۔ ہوا علیحدہ بھائی سب کچھ برداشت کر سکتی ہیں
شوہر کی ناراضی سے ان کی جان چاتی تھی، اظفر حیات بہ
ٹھنڈے حوا میں تھے لیکن آجاتا تو نہیں۔

ریم کا مطلقین ہو کر شام کے لیے ناسٹ پر پس
کرنے کی اسے بڑھائی کا وقت سکون کے لئے گزرا،
ساگرہ میں کوئی نہ بچھڑا نہیں ہونے والا ہے۔ ہماری
عادت تھی کہ وہ بھائی کو ایک حد تک ڈھیل دیتے مگر جب
وہ ہاتھ سے لٹکے گا جس میں تو زور سے ہری تھجھ لیتے۔

☆☆☆

”اچھا۔۔۔۔۔ تو پھر بڑی بھائی نے تمہارے سر ہل
والوں کی بڑی خاطر نہیں؟“ مونا نے فون کی دوسری
جانب سے بخارا رہا۔

”ہاں۔۔۔۔۔ مونا بھائی مت پوچھیں۔ دو طرح
کے راس بتائے۔ بچپن تک، قیہ، اپنا گروہش دو طرح کے
پیشہ اور کارکن میں دو مسکراہٹ دہانے کی آڑ کی صورت
دیکھتی رہی۔“ ”نہیں نہ روئے اس کی جانب دیکھتے ہوئے
مرگوشی نہ بتایا۔

”ہمیں۔۔۔۔۔ کی کمانی کوئی کم تو نہیں۔ مگر کیا
کریں خورنے والا دل بھی کسی کی کا ہوتا ہے۔“ مونا
نے ہنستے ہوئے مذاق اڑایا۔

”ہاں سب آپ کی طرح تھوڑی ہوتے ہیں۔“
ریم کے منہ سے سن پسند جملہ سن کر مونا کی روح شانت
ہوئی۔

”اے کہان۔۔۔۔۔ میں تو چاہے ہوئے بھی
تمہارے لیے کچھ کر نہیں پاتی۔“ مونا کے کچھ میں

پائیں رہا۔“ اسے ایک دھپ چڑھی۔
”وہ جو دوسرے شہر میں بھیجی ہیں۔۔۔۔۔ میرا کتنا
خیال کرتی ہیں۔“ ”نہیں نہ فونی اور وہ
کے لئے جلتے جذبات کے ساتھ تازہ گلابوں کے کیچے
میں پانچنا نہ چھپائی۔

☆☆☆

”ایک تو یہ۔۔۔۔۔ بے زمانے کے چونچلے میرا دماغ
خواب کر دیتے ہیں۔“ ناشتا کرنے کے بعد ریم نے
گھر سینٹا شروٹ کیا کہ بھائی کو اپنے شوہر اور اس
کے بڑے بھائی اظفر حیات سے بحث کرتے سنا۔

”جو کچھ بھی ہے۔ بچپن سے خود سے فون کر کے
آئے کو کیا ہے۔ اب کچھ انتظام تو کرنا ہوگا۔“ اظفر کا
انداز بڑی گوسنا سے والا ہوا۔

”ہاں۔۔۔۔۔ تو سعد آجاتا ریم کے لیے گفت لے کر
مگر آپ کی بچپن جان کو تو گھما دے کی عادت ہے۔ جتنی
داد کا دم چھلا ساگر لہ کر لائیں گی تمہاری بھائی نے سنا
آرائی کی حد کر دی۔

”اچھا۔۔۔۔۔ تو زیادہ نہ کرتا میں ایک سال، چاول
بتائیں۔ میں بازار سے کچھ نہ لادوں گا کہ چکا کھالے ڈالوں گا۔“
اظفر نے بیوی کی سہولت کے لیے مینور تہیب دے والا۔

”کیوں۔۔۔۔۔ پیسے آپ کو کھاتے رہے ہیں۔“ وہ

ایک دم بھلا ہوا۔

”اچھا۔۔۔۔۔ تو جیسو جو نکاتا ہو نکالنا۔“ وہ
جھٹلے۔ ریم کو اپنی بے بسی پر آج، ہر سال کی طرح
اس سال بھی اس کا بھر پور ڈسٹرکشن بن گیا تھا۔

”ان کے دادا کا بچا ہے ناں۔۔۔۔۔ کمرے کے
گوشے سے کم پر راضی نہیں ہوتے۔ انہیں دو طرح کا
شیخا پسند ہے۔“ ”عالی کر ایک ہی بات یاد آئی۔

”میں بتاؤں گی تمہارے ہاں۔۔۔۔۔ تم انہی سر پر چڑھے
جلی جا رہی ہو۔“ ”اظفر نے کئی بار ٹھوکر لاری۔
”ہمیں۔۔۔۔۔ جی۔۔۔۔۔ آگے ہیں۔ اب فارم میں۔“

ریم کا ہنسا ساد لکھا گیا۔
”وہ۔۔۔۔۔ میں تو ہیں۔“ ”عالی کر کہ شوہر کا دماغ

دل کے کھولنے

”اوتا بوا قدم اٹھانے ہوئے تم نے مجھ سے ایک بار بھی پوچھنے کی دہشت گوارا نہیں کی۔“ اس کا لہجہ قدرے ترش ہوا۔

”سوری۔۔۔ جس جوش میں آگئی تھی اور اندیو کا کٹ ٹریڈ کر یہاں چلی آئی۔“ اس نے ہاتھ ملتے ہوئے اپنی بے وقوفی کا اعتراف کیا۔

”اچھا۔۔۔ پھر ایسا کیا ہوا۔۔۔ جو تمہیں ایک ہفتے ہی میں مجھے ہلا کر پڑا؟“ سعد نے بخود کمر بٹھوڑا۔

”میں یہاں بڑے مان سے آئی تھی مگر اب احساس ہوتا ہے کہ میں تو اس صورت کو جانتی ہی نہیں ہوں۔۔۔ مگر وہ سونا بھائی تو کھو گئی ہیں جو روزانہ ان دنوں کر کے میری خیریت سے پتا کرتی تھیں۔۔۔ مجھ سے بدوردی جتاتی تھیں، مجھے عالیہ بھائی کی جلی کٹی باتوں کے جواب میں جیسے کا حوصلہ دیتی تھیں۔۔۔ یہ تو کوئی اجنبی خاتون ہیں۔“ وہ بولے، بولے، بولے پھوٹ، پھوٹ کر رو دی۔

”زمین۔۔۔ میری جان میں اسی دن سے ڈرا تھا کہ کہیں تمہارا برم بر ٹوٹ جائے۔ اسی لیے نہیں کھاتا تھا مگر تم اپنی بے وقوفی میں اس صورت کے زخموں سے باہر نہ نکل سکیں۔“ سعد کو اس پر ترس آنے کے ساتھ بے ساختہ پتا آیا۔

”مجھے یقین ہی نہیں آتا کہ کوئی اس قدر بھی بدل سکتا ہے۔“ اس کے چہرے پر دکھ ابھرا۔

”بھئی۔۔۔ سعد نے سر ہلایا مگر بولا کچھ نہیں۔

”بھئی۔۔۔ تم میری اس حرکت پر بہت خفا ہوں گے۔“ زمین نے فرار سے پوچھا۔

”ہاں خفا ہو گے اور انہیں سچائی پتا چل جاتی مگر عالیہ بھائی نے بات سننے والی اور ان کو یہی بتایا ہے کہ شادی سے پہلے تم بے وقوفت بشر بھائی کے ساتھ گزارنے کے سلام آباد آئی ہوئی ہو۔“ سعد نے اس کا ہاتھ تھام کر تلی دی۔

”شادی۔۔۔ کس کی شادی؟“ وہ چونک گئی۔

”ہماری۔۔۔ شادی اور کس کی۔“ وہ مطمئن انداز

اس نے معمولیت سے بتایا تو زم کے ہاتھوں سے بریل چھوٹ گئی۔ سونا نے چڑھتے ہوئے رملو کو ڈانٹنا شروع کر دیا۔

☆☆☆

”زمین۔۔۔ ایک منٹ باہر آؤ۔“ سعد نے کمرے کے دروازے پر دستک دینے کے بعد اسے دھیرے سے پکارا۔

”تم۔۔۔ تم آگئے؟“ زمین نے کپ کر دروازہ کھولا اور وہی انداز میں اسے کھینچتی چلی گئی۔

”آؤ۔۔۔ لان میں بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔“ سعد نے اس کا ہاتھ زری سے تھما، عالیہ بھائی کی بات اور تھی مگر وہ سونا بھائی کی فطرت کو اچھی طرح سے پہچانتا تھا، اس لیے اس کے کمرے میں قدم نہیں رکھا۔ باہر ان کی کسی پر بیٹھ کر بات چیت شروع کی۔

”مجھے دانتیں لے چلو۔“ بیڑ۔۔۔ وہ دبے ہوئے بچے کی طرح سعد کا بازو تھام کر بولی۔

”پہلے تو یہ بتاؤ کہ تم کتنی بے وقوف کیوں ہو۔“ اس کے چہرے پر کچھ بھی خیر دم کو ڈرانے لگی۔

”میں۔۔۔ میں۔۔۔ میں۔۔۔ میں۔۔۔“ اس نے ٹھکت خورہ انداز میں اعتراف کیا۔

”میں حریف کچھ بولوں؟“ اس کی ہونٹوں کی ترش میں سمرانیت ابھری۔

”کچھ اور بھی کہنا ہے؟“ زمین نے بھوس اچکا نہیں۔

”ہاں۔۔۔ مگر۔۔۔ پہلے تم وعدہ کرو کہ برا نہیں مانو گی۔“ وہ یقین حاصل کرنا چاہتا تھا۔

”اب تم ایسا کیا کہتے والے ہو؟“ وہ ہونٹ میچ کر اس کی جانب دیکھنے لگی۔

”کہنا تو بہت تھا مگر اب صرف ایک بات کہوں گا۔“ اس کا لہجہ دکی ہوا۔

”ہاں۔۔۔ بولو۔۔۔؟“ زمین نے لڑتی پٹکی اٹھائیں۔

”میں کچھ برا بھلا نہیں کہتا۔“ اس نے ٹھٹھکیا۔

”اسی کوئی بات نہیں، مجھے تم پر اپنی ذات سے بڑھ کر اعتبار ہے۔“ وہ مطمئن لہجے میں سعد کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

”میں تو ڈانٹ پر ہوں۔۔۔ لیکن سوپ ہمارا کپڑا لیا بشر اپنے دوست کے یہاں سے کھانا کھا کر آئیں گے۔ تم آئیے۔“ چائے کے ساتھ بریل لے لو۔“ سونے نے بڑی رکھائی سے جواب دیا۔

”اچھا۔۔۔ ٹھیک ہے۔“ وہ ایک دم انشورہ ہو کر کھیل میں چائے کا پانی بھرنے لگی۔ اسے یہاں آئے کھینچنے پر دیکھا تو کچھ سونا بھائی کی بدلیں کر اس کے کچھ بھڑا کر رہا۔ وہ دن باتوں پر عالیہ بھائی کو برا بھلا کہتے تھے خود اس سے بھی دو ہاتھ آگے تھیں۔ وہاں ناظر بھائی اس کا ساتھ دینے کھڑے ہو جاتے تھے مگر یہاں بشر بھائی کی محال نہ تھی کہ وہ بہن کے حق میں ایک لفظ بھی بول سکتے۔

بولتے ہی کیسے ان کا عیش و آرام دیکھنے علاقے میں رہا بشر سونا بھائی کی سرکاری نوکری کے مل بوتے ہی تھی۔ اسی لیے پچھلی سے دب کر رہتے اور تو ان باتوں میں ریم کو بھی احساس دلاتے کہ اس نے یہاں آکر زندگی کی سب سے بڑی بھول کی ہے۔ اب بھی وقت ہے ٹوٹ جائے زمین کی منزل حیران تھی کہ وہ سوچ

بھائی کی کھولی بھائی صورت لگے لینے الفاظ سے کیسے جھوٹا کھا گئی۔ وہ ان کے دل کا کھونا بین جان ہی نہ تھی۔ عالیہ بھائی کتنی بھی بری تھی مگر انہوں نے اس کے ساتھ ایسا سلوک روا نہیں رکھا تھا جسے کو ایک ہفتے میں یہاں کیا گیا۔

وہ چائے کا کھم تھام کر بیٹھ کر آگئی اور فریج سے بریل نکال کر بے دلی سے کھانے لگی اچانک رملو صفائی

ہوئی اس طرف آگئی۔

”رملو جان، آپ نے کچھ کھایا؟“ اس نے بیٹھی کو کچھ کھلا کر۔

”آؤ کچھو کے ساتھ چائے، بریل کھا لو۔“ زمین نے پیار سے بچی کو آغوش دیا۔

”میں۔۔۔ کچھ۔۔۔“ مائے میزا آؤ کر رہا تھا۔ اور کہنے لگی کہ آپ کے آنے سے پہلے ہم دونوں کھائیں۔ ہم نے جلدی و جلدی سارا بھڑا کھا لیا۔“

”میں۔۔۔ کچھ۔۔۔“ مائے میزا آؤ کر رہا تھا۔ اور کہنے لگی کہ آپ کے آنے سے پہلے ہم دونوں کھائیں۔ ہم نے جلدی و جلدی سارا بھڑا کھا لیا۔“

”میں۔۔۔ کچھ۔۔۔“ مائے میزا آؤ کر رہا تھا۔ اور کہنے لگی کہ آپ کے آنے سے پہلے ہم دونوں کھائیں۔ ہم نے جلدی و جلدی سارا بھڑا کھا لیا۔“

”میں۔۔۔ کچھ۔۔۔“ مائے میزا آؤ کر رہا تھا۔ اور کہنے لگی کہ آپ کے آنے سے پہلے ہم دونوں کھائیں۔ ہم نے جلدی و جلدی سارا بھڑا کھا لیا۔“

دلاسار یا اور سونے پر بٹھایا۔

”مجھے بہت تکلیف پہنچائی ہے۔“ مجھے اب وہاں نہیں رہنا۔“ وہ ٹی میں سر ہلاتے ہوئے ایک ہی بات دہرائی تھی۔

”میں نہیں کہتا وہاں نہیں جیسے گا۔ پہلے مجھے اصل واقعہ بتاؤ۔“ بشر جوش و خروش سے بہن کو تسلیاں دے رہا تھا مگر سونا نے جس جگہ چپ کھڑی تھی۔

”وہ سعد سے میری کتنی توڑنا چاہتی ہیں بھائی۔“ اس نے روئے ہوئے بتایا۔

”کی۔۔۔ عالیہ بھائی کا دماغ تو ٹھیک ہے۔“ بشر حیرت سے اچھل پڑے۔

”بھائی نے مجھ سے صاف کہہ دیا ہے کہ وہ ایک سال تک اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ بری شادی کر سکیں؟ اس لیے اگر وہ انتظار کر سکتی ہیں تو کہیں

ورنہ ان کی مرضی۔“ اس نے نیچا اٹھاتے ہوئے پوری بات بتائی۔

”اچھا۔۔۔ مگر یہاں بھائی کو روکا کیوں نہیں؟“ بشر گوارا بھی نہ لینے میں آ رہا تھا۔

”اگر بھائی گھر میں ہوتے تو یہ مشکل پیش نہ آتی، وہ تو اپنے بڑے کے سلسلے میں ایک ماہ کے لیے ٹوکیو گئے ہوئے ہیں۔“ وہ بڑے کے آتشوں سے کھڑے تھے۔

”کمال ہے۔“ وہاں سارا سے ٹپٹے ہوئے گئے اور کس نے ہم سے مشورہ لینے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔“

سونا نے ترخ ترخ کر کہا۔

”تم نے کون سا ان لوگوں سے ایسا تعلق قائم کر لیا ہے۔“ بشر نے اتنا ہی بولی کر۔

”بھائی۔۔۔ اب میں سنیں رہوں گی۔“ زمین نے بڑے سے کہنا مگر جواب میں مانتا نہ تھا مگر سر بھی نہ ہلائی۔

☆☆☆

”بھائی۔۔۔ کھانا کیا بنایا ہے۔۔۔ بہت زور سے جھوک لگ رہی ہے؟“ وہ دو کمرے والی لونی تو سونا سے نہ پچھا۔

میں اسے دیکھتا چلا گیا۔

”ہااری..... شادی؟“ اسے اچھپتا ہوا۔

”ہاں..... اگلے سینے ہمارے شادی ہو رہی ہے۔“

وہ پیار سے اس کی لٹ چھوتے ہوئے یوں لٹا اس کے اندر سکون چھپا گیا۔

”اچھا..... سنو..... اب کھڑے کی تیاری کرو۔“

میں جہیں عالیہ بھائی کی اجازت سے لینے آیا ہوں۔“

اس نے سکون سے کہا۔

”اے..... مگر وہ بڑی بھائی.....“ وہ کچھ بولنے،

بولنے لگی۔

”ایک منٹ ریم، میری ایک بات مانو گی۔“ اس

نے بڑے مان سے اس کی جانب دیکھا۔

”ہاں..... بالوں کی؟“ وہ اتھا تھک چکی تھی کہ بغیر

جھٹ کے انجائٹ میں سر ملا دیا۔

”اپنے کمر کی دلیز پار کرنے سے قبل بھائی کے

خلاف دل میں موجود دناؤ نکال چیکنا۔“ سعد نے اسے

جائے کیا تھا چلا گیا۔

”میں ہی سب کچھ کرتی ہوں ناں..... وہ تو

جیسے.....“ وہ ٹھوڑی چڑکی کر سحر لے اسے ہاتھ اٹا کر

کچھ کہنے سے روکا۔

”مگر میری جان بھنے کی کوشش کرو۔ عالیہ بھائی

زبان کی زبردستی کمر کی گردن کی سرکھیں ہیں۔ انہوں نے

جو کچھ بھی کیا اس میں تمہاری بھلائی چھپی ہوئی گی جس

کچھ لوگوں میں بتاؤ نہیں ہوئی، عالیہ بھائی کچھ پارادہ سی

صاف کو ادھ بھائی چس کران کی کڑوی سیل باؤں کے

پیچھے تمہاری بھلائی چھپی ہوئی ہے۔“ اس نے دھیر دھیر

سے سمجھایا۔

”میں..... نہیں مانتی۔“ اس نے نفی میں سر ہلایا۔

”تم جانتی ہو کہ میرے بابا..... ہمارے شادی کے

کتنے مخالف ہیں۔“ اس کی کچھ سے مشکوں سے یہ

رشتے سے پاپا، اسی لیے بھائی ہم بیڑوں کے یوں رات

کے باہر گھر سے بھرنے کی مخالف میں کر سکتا بابا نے

دیکھا تو انہیں رشتہ تم کرنے کا موقع مل جائے گا۔“ وہ

بولتا چلا گیا۔

”وہ ہر وقت کی باتیں سنا، کھانے پینے

پر پابندی،“ وہ دل میں شگفتہ بات زبان پر لائی۔

”تم نے ابھی سرسرا بھٹکنا نہیں ہے..... بھائی

جہیں آنے والے کل کے لیے تیار کر دی جیں اور

تمہارا وزن جس قدر تیزی سے بڑھنا شروع ہوا.....

اسی لیے انہوں نے کھانے پینے پر پابندی لگائی تھی۔“

اس نے وہ ساری باتیں بتا دیں جو اسے عالیہ بھائی

سے بتائی گئیں۔

”میں..... مگر ٹھوڑی آنکھیں کون سی پروا تھی۔“

ایک اور کھوکھولیوں پر چلا۔

”تمہارے یوں کمر سے غائب ہو جانے پر ان کی

حالت خراب ہو گئی تھی، مجھے پلا کر خاموشی سے سب کچھ

بتایا۔ اگر وہ تجھ سے ہوتیں تو جہیں بدنام کرنے کا اس

سے اچھا موقع تو انہیں دوسرا نہ ملتا۔“ سعد نے ڈاؤ

”ہاں..... یہ تو ہے۔“ وہ قائل ہوئی پھر ایک دم

سحر پر غور آیا۔

”اور..... تم نے بھی تو مجھے یاد نہ کیا۔“ اس کا

تہجیز ہو گیا۔

”میری جان میں نے جہیں کی بار کال کی مگر تمہارا

نمبر بند کر دیا تھا۔“ میں تو خود پاگل ہو اٹھا تھا۔ تم

ساتھ ہو میں تو اس طرح بناتا ہے کمر سے قدم نکالنے پر

جہیں جیسے سے سوار ہوتا۔“ میں پوچھتا بھی تو کس سے

آخر بدنامی والی بات جسے سب سے چھپا ضروری

تھا۔ وہ تو بھلا وہ میٹر بھائی کا جنہوں نے نہیں کال

کے کہ تمہارے یہاں کتنے کی اطلاع دے دی تو سکون

ملتا۔“ اس نے لب بچھتے ہوئے بتایا وہ تو چکی رہ

گئی..... غلطی پر ہو گئی۔“

”عالیہ بھائی تو انہیں سنا کر گھر لانے کے لیے اسی

وقت نکل رہی تھی مگر میں نے روک دیا تھا۔“ سعد سانس

لینے لگا۔

”تم نے انہیں کیوں روکا؟“ اس نے ٹپکیں

اٹھائیں اور سوال کیا۔

”تا کہ.....“

جہیں احساس ہو جانے کے بھولی

صورت والے دل کے کیسے کھولے ہوئے ہیں۔“ سعد

بہس دیا۔

”تم کہنا کیا چاہتے ہو؟“ اس نے منہ بنا کر پوچھا۔

”یہ سی کی زندگی، میری جان میں لوگوں کی

پہچان نہیں ہے۔“ اس نے پیار سے ریم کے بالوں کو کچا۔

”عالیہ بھائی زبان کی کڑوی سی گردن کی صاف

ہیں..... وہ بھی تمہارا ہاتھ چاٹتی تھی..... شادی کے

لئے بھی انہوں نے اس لیے منع کیا تھا کہ وہ جہیں بڑی

دھوم دھماکے سے دوا کرنا چاہتی تھی جیسے ہمارے جان

کی خواہش کی مگر تم اپنی نفی سوچوں کے تحت ان کی پوری

بات سے مجھے بغیر وہاں سے نکل پڑیں۔“ پتا ہے جب ہمارا

لئے انہیں دیکھی وہی کہ اگر کچھ کا نام بھی لیا تو وہ رخصتی

کر دیتے تھے انہیں کی۔“ کت کر سکتا وہ شادی پر ماس

ہوئیں۔“ سعد نے تسلیل بتائی۔

”ہاں..... تو کیوں نہیں مانتیں..... ملنے میں ان

کی جان جو چھوٹ رہی تھی۔“ وہ ہلکا ہلکا۔

”اڑو..... بھری ہو گئی۔“ سعد نے سر بہت لایا۔

”عالیہ بھائی نے تمہارے نام پر ابھی غامی رقم

بنک میں ڈیپازٹ کرادی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس

گھر پر ریم کا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا باقی سب کا۔“ سعد

نے اس کی غلطی دہرا کر سنا چائی۔

”تم..... کچھ کہہ رہے ہو..... اور میں بے وقوف

ساری عمر بھائی کا وہاں ہوا بھائی کو برا بھلا سمجھتی رہی۔“

اس نے اپنی کم گتھی کا تیری کی بار مانتا کیا۔

”مصل میں جب ماموں اور مائی نے

ریازت منٹ کے بعد بڑی بھائی کے ہاتھوں میں گھر کا

نگی انہیں خوش دہا کر سیں انظر بھائی ہر چیز پر

قاضی نہ ہو جائیں۔“ انہوں نے جانکدہ کے ہوا سے

کا مطالعہ کر دیا۔ اس بات پر سب کی عقل دنگ رہ

گئی۔ تم اس وقت باطل میں تھیں، اس لیے گھر میں

ہوئے والے ہنگاموں کی خبر نہیں نہ ہوگی۔ پہلے تو

دل کیسے کھولے

ماموں نے جانکدہ کے حصے کرنے سے انکار کر دیا مگر

اس ضدی صورت نے کھانا پینا چھوڑ دیا..... ان کے

استے ہنگامے پر بھی جب کوئی نہ مانا تو میٹر بھائی اس

قدر بردباران ہو گئے کہ وہ باپ اور بڑے بھائی کے

مقابل آگئے۔ ماموں جان سے بچ کر میٹر بھائی کو

ان کے حصے کی رقم تھادی، وہ بیٹے کو کچا کرنا نہیں

چاہتے تھے مگر کھانا باطل ٹھیک کرنے کے لیے میٹر

بھائی کو اپنا انتظام کتبہ اور کرنے کا کہہ دیا۔ اس واقعے

کے بعد سے چھوٹی بیوی وقت ان کی لگا میں

بالکل نہ رہی۔ سب عالیہ بھائی کو ہی عزت دینے

لگے۔ مونا بھائی وہاں سے نکل تو آئیں مگر بیٹھانی کے

لیے ان کے دل میں کبک رہ گئی۔ جب خاندان

بھر میں عالیہ بھائی کی تقریریں سنیں تو جل بھی جائیں،

بہن بھائیوں نے نہیں اپنا منہ نہ لایا۔“ سعد نے اس

کا سر تھپکے ہوئے تسلیل سے ساری بات بتائی۔

”آئی..... تم کتنی پاکر تھی جو مونا بھائی کی باتوں

میں چھپی ماری نہ دیکھ پائی۔“ اس نے سر قہام لایا۔

”وہ..... بھائی نے اسے پارے سے ملنے میں میرے

ساتھ اتنا برا سلوک کیا، میرے ہر کام میں کیڑے

لگائے..... مجھے اپنی ہتھیہ کا نشانہ بنائے رکھا اور بھائی کے

کان بھر کے انہیں کسی میرے خلاف کر دیا۔“ وہ رونا و ہجر

کر بولی۔

”تو..... پھر کیا ارادہ ہے..... اپنی پیاری مونا

بھائی کے ساتھ رہنا ہے یا وہاں عالیہ بھائی کے ظلم و ستم

سننے کے لیے اسی گھر میں لوٹا ہے؟“ سعد نے شرارت

بھری نگاہوں سے دیکھا۔

”مجھے اپنے گھر جانا ہے۔“ حقیقت جاننے کے

بعد اس کا دل بڑی بھائی کی مہربان آنکھوں میں سنا کے

چل اٹھا۔

”نہیں..... تو پھر..... چلو.....“ اس نے مسکرا کر

تھوڑا بھلائی تو ریم نے ہماری مردانہ تھا تمہارے کمر طاعتیت

سے انہیں بند کر لیں۔

تخلیق کائنات سے لے کر اب تک... کئی ادوار بدلے مگر عورت کی کہانی ہر دور میں لگ بھگ وہی رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں رشتوں کی ڈور میں باندھا تو اس کا مقصد یہ تھا کہ ہم اپنی تخلیق کے مقصد کو اور بھی خوب صورت بنائیں مگر اس کے پیدا کردہ دل میں جذبہ بھی اسی کے پیدا کردہ تھے۔ محبت، نفرت، رشک، حسد، رنج، غصہ اور خوشی... اب ہم پر منحصر ہوتا ہے کہ ہم کس جذبہ کو خود پر حاوی کر لیتے ہیں، یہ ہماری خصلت بن جاتا ہے اور ہماری کل شخصیت کا خلاصہ... یہی ہمارے کردار کی تعمیر کرتا ہے اور ہم اسی کا نافر دوسروں پر عمر بھر کے لیے چھوڑتے ہیں۔ ہماری عادات صرف ہم پر ہی نہیں بلکہ دوسروں کی زندگیوں پر بھی اثر انداز ہوتی ہیں۔ کسی کی زندگی کا سفر کس طرح سہل یا کٹھن ہوتا ہے اس کا انحصار ان لوگوں پر ہوتا ہے جو ان کی زندگی کے اہم کردار ہوتے ہیں اور جن کا ہونا یا نہ ہونا اہمیت رکھتا ہے۔ پیدائش سے لے کر اپنی موت تک رشتوں کی ڈور سے بندھے ہوئے کردار زندگی کو پنس کر گزارتے ہیں یا رو کر، مشقت سے سانس لیتے ہیں یا خوشیوں کے پنڈلوں میں چھولتے ہوئے اس کا سارا دار و مدار ان سے وابستہ رشتوں پر ہوتا ہے۔ وقت بدل جاتے ہیں مگر کہانی وہی رہتی ہے اور اپنی باری سے اس میں مختلف کردار شامل ہوتے رہتے ہیں۔

زندگی کے ان ہی پانچ اہم افسانوں میں سے ہر افسانہ اپنی ایک چشم کشا ہے.....



میںوں کو کھانا لارہا اپنی انگلیوں میں دبا کر کچھ ہانک لگا..... "یہ کیا ہے؟" میرا رنگ فق ہو گیا۔

☆☆☆

"بھل چھو کی طرف سے بہت دباؤ ہے کال بھائی پر کہ وہ شادی کے لیے باں جائیں..... کیونکہ تجرم کی اور ان کی شادی کیلئے کرنا چاہتی ہیں۔" اس نے میرے بالوں میں انگلیاں سہلاتے ہوئے کیا۔ میں نے اس سے کہا بھی تھا کہ وہ مجھے تنہا چھوڑ دے مگر اس نے مجھے تنہا نہیں چھوڑا تھا، میرے بیڑ پر ہی آگئی مگر اور ہم دونوں ساتھ ساتھ لیٹے تھے..... جیسے ہم بچپن میں لپٹا کرتے تھے۔ ہم دونوں کی آنکھوں سے ٹینڈل کو دور ہی اس لیے ہم مسئلہ بائیں کی جارہے تھے۔

"تجرم کی شادی؟" میں نے پوچھا۔ "اس کی بات کسے ملے ہو مگر ہے؟"

"ہاں..... اس کی ایک رشتہ کی بچہ ہیں۔" تمنا نے بتایا۔ "وہ ساری فٹلی کیڈا میں مقیم ہے..... وہ اپنے بچے کے لیے خواہش میں ہیں اور ہاٹم چھو کر اپنی اس پر کوئی اعتراض نہیں تجرم بھی راضی ہے۔"

"تجرم کی رشتہ کی بچہ؟" میں نے پوچھا۔ "یہ کون سی رشتہ کی بچہ ہیں اس کی جرنیڈا میں مقیم ہیں اور ہیں اُن کا کلہ ہی نہیں..... اس کا کہنا ہے کہ وہ ہیں سارے اپنے خاندان کے۔"

"تم سے ایک راز کی بات کہوں..... کسی سے کہا نہیں..... اس نے ہولے سے کہا۔

"میرے اور تمہارے ساتھ آج آتا ہے تمہارا اس کے کہیں اس شخص کے ہولے کی ضرورت نہیں ہوئی چاہے۔"

"بات ہے..... میں نے کسی سے سنا ہے کہ اس شخص پر اور ہاٹم چھو....." وہ رگ کی۔

"ہاں ہاں ہاں!"

"مجھ کی بات ہے، کہتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے کہیں بری بات کو پھیلانے کی مرکب نہ بن جاؤں۔"

"جلد بتاؤ..... میں نے اس کی مشکل اس کی..... چاہتی تھی کہ اس سے خودی نہیں رہا جائے گا۔"

"اصل میں یہ دونوں ایک باپ سے تو ہیں مگر ان کی مائیں مختلف ہیں۔" اس نے انکشاف کیا اور میں نے جرتہ ذرہ نظر آنے کی کوشش کی۔

"بلکہ ہاٹم چھو پاپے والی کی جائز اولاد....."

"میں نہیں..... ہرگز نہیں کرتا..... میں نے سوچا..... کسی نے کہا ہے یہ سب۔"

"مجھے کس نے گاؤں میں بتایا تھا..... اس نے کہا..... انہیں اور باں کی بچہ نے بتایا تھا ہاٹم چھو یا کی اس کی نہیں۔"

"سراسر جھوٹ ہے یہ، میں اس ساری داستان کی امین ہوں، مجھے وادی جانے ان اپنے مائیں کی، اپنے خاندان کی ساری داستان خود سنا ہے، بغیر کسی ملاوٹ، بناوٹ، جھوٹ اور تھکے کے۔ میں نے اس داستان کے کچھ نوٹس بھی سنا ہے جرتہ ذرہ داستان کی طرح میرے اپنے محفوظ ہیں۔" میں نے اسے بتایا۔ "اور یہ میرا انداز ہے

تمہ تم میری زندگی میں خود تک رکھو، میرے بعد سے شک ہے بڑھ لیتا۔"

"انہم تھا کی نہیں کسی خطرہ کرے خوشیوں کے ساتھ۔" اس نے میرے منہ پر ہاتھ رکھا۔

"ہاٹم چھو پاپا، اپنے باپ کی بائیں جائز اولاد ہیں، ان کی مائیں انہیں ختم دیتے ہوئے جلی بلی جس طرح ہا جرتہ

بچہ..... مجھے اپنے منہ سے ان الفاظ کے پھٹنے ہی سکتہ ہو گیا۔

"کیا ہا جرتہ بچہ؟" تمنا نے سوال کیا۔

"تجرم کی کے کہنے کا بتا رہی تھی اور بات کہاں سے کہاں لکل گئی....." میں نے بات کو فورا ہٹا۔

"تو جو ہاٹم چھو یا کی اس میں ہیں..... ان کی طرف سے وہ تجرم کو کوئی درد نہ دیک کا کزن ہے۔" تمنا نے ہولے سے کہا۔ "تم ہاٹم بدل کیوں نہیں..... اس کا مطلب ہے کہ وادی جانے میں ہا جرتہ بچہ..... میرا مطلب

اپنی راہ جدا کر چکے ہیں ہم!

"مجھے کچھ رقم کی ضرورت تھی جان....." اس نے کتنے پیار سے کہا تھا، بیشک کی طرح۔ جب بھی اسے رقم کی ضرورت ہوتی تھی تو وہ اسے ہی پیار سے بات کرتا تھا۔

"کیا کرتا ہے تم نے رقم کا؟" میں نے سوال کیا۔ اس کی عادت بن گئی تھی، ہر دوسرے روز مجھ سے وہ سب رقم ہتھی لیتا جو اسے ملے ہوتا کہیں سے آتی ہے۔

"دوستوں کے ساتھ اسنو کر کھیلنے جاتا ہے۔"

"اگر تمہارے پاس اسنو کر کے لیے رقم نہیں ہے تو کیوں جاتے ہو مگر بھئی اپنی جلی کے ساتھ دقت گزارو۔"

"کون سی جلی؟" معقولہ انداز میں کیا کیا اس کا سوال۔

"کیا مطلب، جہیں نہیں معلوم کون سی جلی ہے تمہاری؟" میں نے چڑچاہٹ سے کہا۔ "چاچو، ماما اور

تمہارے بہن بھائی..... اور اس!"

"تمہارا تو بیسوں ہوں یہ بیس تو نہیں ہو رہا..... رہے باقی سب تو مجھے تو ان کے ساتھ بیٹہ کر خلی والی لٹیک ہی نہیں آتی۔"

"مجھے تو بیسوں پر بھی بیسوں والی لٹیک نہیں آتی تو زمین..... تم اپنے دوستوں کے ساتھ ہی جانے کس، کس نے تم کو بتا دیا ہے، تین دن اور تین راتیں بھر کی تھا میں نے واپس آ کر....." میں نے ناراضی سے

کہا۔ "رہی بات بہن بھائیوں کی تو تم سب سے بڑے ہوں، میں ان کے ساتھ بیٹہ سے تو لٹیک آئے کی ہاں....."

میں نے مجھے گود دیا۔ "تم خود ہی ان سے کئے، کئے رہے ہو وہ اور اور اگ تھک..... اپنی دینا ہے تمہاری اور اپنی

ہی معذرت!"

"تم کالی ہو..... میری معذرت میں دل دینے والی۔" وہ بڑبڑایا۔ "مجھ پر باندیاں لگنے والی، تم نے میری زندگی میں مداخلت کرنی ہے پہلے ہی، اب مجھے مزید پریشان نہ کرو!" اس نے میرا ایک اٹھا ہوا اس

میں سے لڑا لڑا، میں نے اپنے واد میں چند سو سے زائد رقم لکھائی چھوڑ دی تھی۔ میں نے اپنی جیب سے بھی

لیے ایک خفیہ جگہ سے لٹکی تھی، جہاں تک میں کی رسائی میرے خیال میں نہیں ہو سکتی تھی۔

"زین میرا واد چھوڑ دو!" (میرے سامنے سے پہلے ہی اس نے کچھ کسر اسے لٹک لٹک لیے اور انہیں گنا۔

"یہ کیا..... فقط جا رو رو ہے ہیں تمہارے پاس؟" اس نے نوٹس نہ کرنے سے میری طرف دیکھا۔

"ہاں جو تم نے چار لاکھ دے دیے تھے اس میں سے بھی بچے ہیں۔" میں نے مذاق کے انداز میں کہا تھا مگر

اس کے سہرے جا گئی۔

"تم بیک، بک کرنے لگی ہو..... ابھی تو جہیں آئے ہوئے جڑ جڑا ہونے کی نہیں ہوئے..... اس کا

لبچہ، اس کے الفاظ..... میں حیرت سے اس کا منہ دیکھ رہی تھی۔ "جو کچھ نہیں ملتا ہے جاو کچھ ہے وہ تمہارے کسی.....

یا باپ کے پاس سے نہیں آتا، میرے باپ کی کمائی ہے۔" ایک منہ بھر کرانے میں پیدا ہونے والا، بڑھا کھسا

تو جوان، جس نے انگشتان کی ایک بڑی پوٹری سے تعلیم حاصل کی ہو، چوداس سال اس تک میں گزرا ہے

ہوں، وہ اپنی چند ماہ کی جاتا بیوی سے اس کی نگہداشت یقیناً مذاق سے ہی کر سکتا ہے۔

"مگر میرا دل چاہتا ہے زمین کی شہنشاہ کی کالی کھانوں، اس پر ناگزیر..... میں نے مذاق کے انداز میں کہا۔

"مجھے ایک cheap کلاک fascinate نہیں کرتے۔" اس نے منہ سے بھرے ہوئے کہا۔

"جہیں شاید اس طرح کے بیپروہ اور بازاری بھٹنڈے اچھے لگتے ہیں، مجھے نہیں..... اس نے میرے واد کی ہائی

”یہ یوسف کچھ عجیب شخص ہو گا امرت؟“ تھنا نے موضوع بدلا تھا۔

”عجیب... کچھ مطلب کیا عجیب؟“ تھنا میں اس؟“ میں نے اس کا سوال کچھ لیا مگر میں وضاحت چاہتی تھی۔

”یہ دماغی... غمازی... سچے سچے عجیبہ سا“ تھنا نے کہا۔

”اچھی تبدیلیاں نہیں ہیں یہ ساری کیا؟“ میں نے سوال کیا۔

”ہاں ہیں تو ابھی مگر ایک بندہ پہلے کچھ اور طرح کی انتہا پر اور مگر اس انتہا پر چلا جائے۔“

”جیتنے لوگوں کی زندگیوں میں بھی مذہب کی وجہ سے تبدیلی آتی ہے وہ اسی طرح ہوتی ہے تھنا انسان باطن سے بدلے تو اس کا اثر نہیں صرف ظاہر میں اسی طرح مختلف نظر آتا ہے۔ اس کی ایسی تبدیلی کو نہیں مٹی انداز سے نہیں دیکھا جائے۔“

”مگر تمہیں، میں بالکل مٹی نہیں سوچ رہی۔“ اس نے فوراً تردید کی۔ ”مجھے اس کی تبدیلی ابھی لگی ہے مگر اس

سارے میں کچھ عجیب ہے جو میں شاید نہیں الفاظ میں سمجھا نہ پاؤں گی۔“

”اچھا کچھ دھڑ...“ مگر کیم کے ہونے والے کھیتے کا کیا نام ہے اور کیا کرتا ہے، کتنے بہن بھائی ہیں؟“

”ایک، ایک کر کے بابا۔“ وہ ہنسی۔ ”اسے ہر سارے سوال اس کا نام مطالعہ ہے اور اس کے چھوٹے

بھائی کا نام طیب ہے، بس دو بھائی ہیں۔ طلال میگل بیکلے کے آخری سال میں پڑھ رہا ہے اور اس سے ایک سال

چھوٹا طیب زین الی کی کے آخری سال میں ہے، بہت سادہ رنگ دو روں بھائی“

”اچھا اللہ!“

”مکلی بچہ بتا رہی ہیں کہ ان کا ارادہ دونوں بیٹوں کی انٹرنیٹ سٹاڈیاں کرنے کا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ پچھو اپنے

خاندان میں طیب کے لیے کبھی کوئی اچھا شہر دیکھیں... سچ وہ ایک سال پہلے بتا دیتے تو میں بھی کچھ سوچ لیتی۔“

”شرم کرو۔“ چار سال سے جیتنے کی ہوئی اور ایک سال پہلے نہیں بتا دیتے تو کیا ہوتا؟“

”کسی سے چپکنا اور بات ہے اور شاید کرنا دوسری بات۔“ وہ ہنسی۔ ”خود کو ہی دیکھو۔“ منہ سے ایسی

بات نکلتی ہے اس کی کسی قسم کی۔ ”دوری امرت... خدائی سے کہہ رہا ہوں کیا؟“

”کوئی بات نہیں۔“ جو حقیقت ہے وہ تو ہے، میرے پاس کی وہ وہاں جسے میں بھولنا چاہتی ہوں مگر بھلا نہیں

پاتی کسی نہ کسی طرح سے سامنے آ رہا تھا ہے۔“

”سوروی امرت۔“ اس نے میرے سامنے ہاتھ جوڑے۔ ”میرا مقصد ہر گز تہوار کی دل آزاری نہ تھا مگر

مجھے یہ سب بھولنا ہی نہیں تھیں کیونکہ تم اپنی زندگی میں کوئی ایسا واقعہ نہ ہو سکتا تھا جس سے میری پیاری سہیلی کی

شخصیت کو سچ کر کے دکھا دیا ہے، عدم اعتماد کی جہاں کر دیا ہے۔ تم کبھی تو امرت، مجھے دیکھو، دیکھو کہ

ہوتا ہے۔ کاش تم نے اپنی سرمیں سے امرت کی بات نہ کرنا۔“

”اچھا تو مجھ سے بھولنا کہ کتنا یہ یاد میں سے کی کارکنہ ہاں کرادیں۔“ میں نے اسے اس موضوع سے ہٹایا۔

”گاؤں کی لڑکی تو پینڈو نہیں کریں گے وہ!“

”وہ پریمی لکھی لکھی ہیں اور اس طرح گاؤں کی سادہ لوح لڑکیوں کی طرح بھی نہیں ہیں۔“ میں نے توجیح

پیش کی۔

”میری بات حسد کی تو اس کے ماں باپ نے تو اس کے لیے کچھ سوچ لیا ہے میرا خیال ہے۔“

”اچھا... میرے سامنے تو کوئی ایسا ذکر نہیں ہوا، بلکہ کسی بھی معاملے کا ذکر میرے سامنے نہیں ہوتا۔“ میں نے

اسے سچ بتایا۔

”یہ کبیری ای کی کہانی بھی بتائی ہوگی؟“ اس نے سوال کیا۔ ”کیا دادی جان نے بتایا کہ ای کی شادی کسی سے ہوئی تھی، کبیری پیدائش سے پہلے ان کے سچ بچھری ہوگی کیا؟“

”یقین کر دیتا۔“ دادی جان کہانی کا یہ سارا دورا چھوڑ کر چل بیٹیں اور میرے بھی بہت سے سوال لا جواب

رہ گئے۔ ”میں نے چاہ کر بھی اسے نہ بتایا کہ دادی جان نے ہی باہر بچھو سے نکاح کیا تھا اور یہ کہ وہ کبیری کی ایک طرح

سے کئی بہن بھی تھیں۔ ہم دونوں نے ایک ماں کا درد بھی کیا مگر میں اور ایک ساتھ بیٹھا تھا، ہم چڑاں بھٹیوں کی

طرح نہیں، بھٹیں جادوگر چند بھٹوں کے فرق سے پیدا ہونے والی ایک ہی باپ کی دو دادیاں، چلو کی وقت اس کو

یہ خوب صورت حقیقت بھی بتا دی، میں نے دل میں سوچا۔

”کبھی یہ سوچوں ناں امرت تو اپنا جو وہ یقین سا لگتا ہے۔“

”کیوں، جانو اور امو جان نے بھی تمہارے اور میرے سچ فرق کیا؟ کیا کبھی تمہیں لگا کہ تم امو جان کی سچی

اولاد نہیں ہو؟“ میں نے اس کی باپ کی کوڑا نہ چاہا۔

☆☆☆

”یہ کیا ہے؟“ وہ اس پر دیا ہے کاغذ کو بھرا ہوا تھا۔

”پتا نہیں کیا ہے؟“ میں نے انجان پن کی ادراک کی، حسب معمول کا کام۔ ”کوئی مل ہو گا یا کوئی رہبر؟“

میں نے اٹھ کر اس کے قریب کھڑے ہواں کے ہاتھ سے اسے لینے کی کوشش کی۔

”میں بھی تو دیکھوں کہ کس چیز کا رہبر ہے۔“ اس نے اس سہری رہبر کو پورا کھولا۔ ”یہ کس لیے تمہارے

والد میں ہوں نہ کیا کر رہے؟“

”وہ... وہ...“ میں بھلائی۔ ”اس رات میرا خیال ہے کہ کسی نے اسے زمین پر پھینکا تھا تو میں نے حسب

عادت اٹھایا تھا جس میں ملے ہے مجھے سرک رہی کچھ اور اٹھوئے تو میں اسے رک کر رکھائی ہوں۔“

”اور اٹھا کر یوں نہ کر کے اپنے والد میں اندر دئی بیب میں رکھ لیتی ہو؟“ اس نے طنز سے پوچھا۔

”شاید مجھے پھینکا نہ پڑا ہو۔“ میرے بیان میں کتنا بھول تھا۔

”اچھا بہادر کی دیکھی کہ اس کے سامنے کن کتنی کر کے میں نے وہ دیر اس رات اپنے والد میں سنبھال

کر رکھا تھا۔ اس کا نام اور تفصیل میں نے اپنے فون میں لکھ لیے تھے، بعد میں انٹرنیٹ پر اس کی ہوش پر تفصیل پڑ کر

میرا دماغ ہلکے سے اڑ گیا تھا۔ میں نے وہ دیر سنبھال لی تھا کہ کسی وقت موقع ملا تو چاہے اس کے بارے میں

بات کروں گی، ماما سے کہنے کا کوئی ناکہ نہ تھا۔ چاہو گے، یہ جانا بہت اہم تھا کہ ان کا چٹان کن چٹوں

میں تھا۔ کیا، براہیاں میں جو چند دونوں کے اندر بھی بھر کر رکھی ہیں اور ان سے لاطم تھے۔ وہ جانتے بھی

کیے، ماما اپنے بچوں کو بہت شہرت دیتی تھیں اور جو کچھ مٹوانا چاہتے تھے وہ چاہو چک ماما کے ذریعے ہی کہلا جاتا تھا۔

”میری بات کان کھول کر سونگھ امرت۔“ میری گردن کو عقب سے چوک کر، مٹی بار یوں دانت جھا کر اس

نے میرا منہ کھلا تھا جیسے مجھے کچھ نہ دلا ہو۔ ”اگر تم نے میرے ساتھ کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کی، میری کوئی

شکایت پاپا سے کی تو مجھ سے برا سلوک کوئی اور تم سے نہ کر سکے گا۔“ اس نے جھکا کر اسے کچھ چھوڑا تو میں گرتے،

گرتے ہی۔ میری کاپی زبردستی میں، پورا دھڑلہ کر رہا تھا، اس نے دور سے دھڑک رہا تھا جیسے سینے کی دھڑک

تو ذکر ہر کھل آئے گا۔ یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ یہ وہ تین حق نہیں تھے مجھ سے محبت کا دعویٰ کیا تھا۔ آئے والے

وقت جانے اس کی شخصیت کی اور کتنی پر تش کوئے دلا تھا۔

☆☆☆

ی نہیں رہا تھا۔

”اگر میں کچھ لکھ دوں تو کیا تم اس کو نظر انداز کر دو گے؟“

”کان کھول کر سنو۔“ آخری بار تیار ہوں، اس کے بعد اگر تم نے ایسا کچھ کیا تو مجھ لینا کبیرے اور تمہارے سب کچھ ختم ہو جائے گا، جس دن تمہیں اس کی پروا نہ ہوگی تو مجھ لینا کدوہ ہمارے کشتے کا آخری دن ہوگا۔“

☆☆☆

”چاچو۔۔۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ کے بچے کیا کر رہے ہیں؟“ میں نے چاچو کو پیغام بھیجا تھا۔ میں نے ان سے پوچھا تھا کہ اس وقت وہ دفتر میں تھا۔

”میں سمجھا نہیں چکا؟“ ان کا پیغام آیا۔

”گھر پر تو وقت نہیں ملتا۔ اس لیے مجھ کو چاچو کا دفتر میں آپ سے بات کروں۔“

”میں نہیں کال کرتا ہوں۔“

”ماں گھر ہیں، میں شاید بات نہ کر سکوں۔“

”تم اپنے کمرے میں جا کر مجھے کال کرو۔“ چاچو نے کہا۔ ”نہی آج کلب جانا تھا، وہ ٹکٹے تو تم کال کر لینا۔“

”ہاں وہ تیار ہو رہی ہیں۔۔۔ میں یہ ٹھوڑی دیر پہلے ہی آئیں، دیکھا تھا، ہانوں میں درلر لگے ہوئے وہ

باہر نکل کر ملازمین کو کچھ بات دے رہی تھی، اس سے مجھے لگا کہ انہیں جانا تھا۔“ وہ جاسین کی توہمیں آپ کو

پیغام بھیجوں گی، کال کے لیے میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔“

”گھر کے نمبر سے کال کر لینا چاہی!“

”ملازمین ارور گرد کام کر رہے ہیں اور میں یہاں لاؤنچ میں بیٹھ کر کلک کر رہی ہوں۔“

”ہر بات میں کوئی نذر کی مسئلہ ہے۔۔۔ انہوں نے پیغام بھیجا۔“ میں تمہارے نمبر پر کچھ پیسے لود کر دیتا ہوں۔“

”اما چل گئی ہیں چاچو!“ میں نے ماما کے روانہ ہونے کے بعد اپنے میں آ کر نہیں پیغام بھیجا، اپنے

کمرے کا دروازہ میں نے اس طرح کھلا کر تھپے کر میں اوپر والے لاؤنچ میں رکھا ہوا ٹیلی ویژن دیکھ رہی ہوں،

ٹیلی ویژن ان کر رہا تھا تا کہ میرے کمرے سے آواز نہ بہن نہ جائے۔ دروازہ اس لیے کھلا کر تھا کہ اگر کوئی بیڑہیاں

چڑھ کر اوپر آئے تو وہ مجھے نظر نہ آئے۔

”تمی نہیں چیتا۔ کیا بات کرنی ہے؟“ چاچو نے کال کے سلام دعا کے بعد پوچھا۔ ”کون سے بچوں کی

بات کر رہی ہیں آپ؟“

”چاچو۔۔۔ دوڑیں کے بارے میں۔“ میں نے ہلک کر کہا۔

”کیا کرتیں ہیں چیتا جس کے بارے میں میں نہیں جانتا؟“ انہوں نے سوال کیا۔

”چاچو میں نے آپ کو ایک تصویر بھیجی تھی چند لمحے پہلے۔ وہ آپ نے دیکھی ہے؟“

”ہاں دیکھی ہے مگر میں سمجھا نہیں۔“ میرا خیال ہے کہ وہ کسی شہر اور ڈرگ کے سٹریٹ کی تصویر ہے۔“

”جی، آپ بالکل ٹھیک سمجھے ہیں۔“ میں نے کہا۔ ”اور میں اپنے دوستوں کے ساتھ کراس کا فٹ کر رہا ہے۔“

میری بات کے جواب میں ایک طویل خاموشی کا تقد آ گیا۔ ”آپ لاٹن رہیں چاچو؟“

”ہوں۔۔۔ ایک گہری سانس لے کر انہوں نے سوال کیا۔ ”تمہیں کس نے بتایا ہے؟ ہو سکتا ہے کہ

تینے والے نے لطف لایا ہو؟“

”پہلے تو چاچو کا نظریہ صحیح کال بھائی تھی۔۔۔ انہوں نے انکار کر دیا تو اب چاچو جانتے ہیں کہ اسو جان۔۔۔“

”اوہ۔۔۔ میں نے اس کی بات کالی۔“ میں بھی ان بے موسم کی نوازشات کی بارش پر حیران تھی تو کیا انہیں

بچرے بھائی اور دردی میں دیکھ کر اپنی جین کا تانک بٹنک بٹنک بنانا نہ خیال آیا۔ انہی کو پہلے یہ پینڈ اور جانے کیا، کیا

تھیں جی، اس کی وردی میں ایک ہلکے سے اسے اور ماما کو یہ نیا اور اچھوتا خیال دیا۔ ”میں اسو جان نے ہائی تو

نہیں بھری؟“ میں نے اپنے خدشے کا اظہار کیا۔

”نہیں۔۔۔ اسو جان تو تمہارا رشتہ کر کے چھتا رہی ہیں، اب وہ غنا کرنے کے حق میں تو وہ بالکل بھی نہیں

ہیں۔“ تمہانے مجھے یقین دلایا۔ ”مگر ذرا بے کجا چو، اسو مجبور نہ کریں۔“

”نہیں کر رہی۔۔۔ انہی تو کچھ جانتے نہیں۔ جب جان لیں گے تو نہیں کر رہی۔“

”کیا یہ جو وہ ہیں جانتے اور جان لیں گے تو تمہارے خیال میں مجبور نہیں کریں گے؟“

”سوچا تو تھا۔۔۔ تم نے سوال کر، کر کے میرا دراز خالی کر دیا ہے۔“ میں نے دوت بدلی۔ ”اوکڑنے

مجھے کہا تھا کہ مددہ خالی ہونا چاہیے اور تم نے تو سر بھی کر دیا ہے۔“

”وہاں تو پہلے ہی کچھ کی نہیں تھا۔“ وہ اس کو کچھ سے لے لی۔ ”چلو اب سوچا تو تھوڑی دیر کے لیے ہمارے

دنت میں صرف تین منٹ دے گئے ہیں۔“ وہ اٹھ کر مومڈ کپڑ پر بیٹھی۔

☆☆☆

”مجھے چھوڑ دو، میرا کھانا چھوڑ دو، میں مر جاؤں گی۔“ میں نے اس کے ہاتھ اپنی گردن کے گرد سے چھڑانے کے

لیے زور لگایا۔

”میری شکایت لگتی ہو تم ماما ہمارا ہے!“ وہ ہارٹا تھا، میری گردن پر اس کی گرفت ذرا سی دھیلی ہوئی تھی۔

”میں نے کوئی شکایت نہیں کی ان سے۔۔۔“ میں نے اس کی گرفت سے خود کو چھڑوانے کی سعی جاری رکھی۔

”بھرت ہوتی ہو۔۔۔“ اس نے مجھے چھوڑ کر بیٹھ کر چٹا تھا۔

”میں نے جو کچھ بھی ماما کو بتایا تھا، اس میں تمہارا فائدہ تھا، انہوں نے کئی دن گزر جانے پر بھی کوئی دوس نہیں

لیا تو مجھے چاچو کو بتا دیا تھا ان!“

”میرے باپ کے ہاتھوں سے عزتی ہونے میں میرا کیا فائدہ نظر آتا ہے تمہیں؟“ وہ ہارٹا۔

”تم جانتی کے راستے پر چل رہے ہو ذہن۔۔۔ اپنی دینا اور آخرت دونوں خراب کر رہے ہو، کسی نہ کسی تو

تمہیں روکا جائے گا۔“

”جب تم نے ماما کو بتایا تھا اور انہوں نے تم سے کہا تھا کہ میرے معاملات میں دخل نہ دو تو اس کے بعد

میں۔۔۔ وہ چٹا۔“ بلکہ میں نے شادی سے پہلے کہا تھا کہ میری بیوی کو مطمئن ہونا چاہیے کہ میں اس کا شوہر

ہونے کے علاوہ کچھ نہیں ہوں اور اسے میرے ذاتی معاملات میں مداخلت کرنے سے گریز کرنا ہوگا، کیا ایسا ہی نہیں

ہے کہ ماما نے یہ سب کچھ نہیں شادی کے پہلے دن بتا دیا تھا؟“

”ہاں بتایا تھا زین!“ میں نے کچھ کر کہا، میری برداشت کو وہ اس قدر زار ہا تھا کہ میں رک نہ سکی۔

”مگر ہم یہاں بیوی ہیں، ایک گاڑی کے دوپٹے، ایک دوسرے کا لباس!“ میں رکی، گہری سانس لی، اپنے منہ پر قابو

پایا۔ ”میں ایک دوسرے کی اچھا اور برائی سے کیونکر غرض نہیں ہوگی۔“

”مجھے نہ ایک لباس کو ہار، بار پہننا اچھا لگتا ہے اور نہ ہی کوئی لباس زیادہ عرصے میرے پاس رہتا ہے۔“

میں اس کا منہ دیکھ رہی تھی، اس کے منہ سے کھٹکھٹ رہا تھا، جڑ سے آپس میں رگڑ کر رہے تھے، وہ گولی انسان لگ

میں ابھی تک اپنے وجود میں چھپا کر بیٹھی تھی، مجھے باقی عمر اس پر جو کہ ساتھ گزارنا تھی۔ ابھی یہ بھی سوچتا تھا کہ کون میرے اس نام میں شریک ہو سکتا ہے اور کون نہیں۔

میری شادی شدہ زندگی کا یہ مرحلہ..... میرے لیے ایسا ثابت ہوا تھا کہ اس سے صرف میری زندگی میں دکھوں اور پچھتاؤں میں اضافہ ہوا تھا۔ جتنا میں کوشش کرتی کہ ہمارے درمیان حالات بہتر نہ بنی کر بھلاہری مارل نظر آتے رہیں اتنا ہی زین کو میری پردہائی نہ کی اور کاردار خوف۔ اس کا یوں لے دیے رہے کہ سامنا مجھے بہت کھٹکا۔ نیکوئی میں نے اپنے بھائیوں اور خاندان کے باقی بڑے بیٹوں کا اپنے ہاں باپ اور چھوٹے بہن بھائیوں کے ساتھ مختلف سلوک دیکھا تھا۔ کبھی زین کو میں اس لیے قصور پاتی کہ ظاہر ہے جس نے گھر سے اغیار سال کی عمر میں نکال کر جانے کے مسند میں "دریا قوتوں" کے لیے بھیج دیا جائے وہ تو ہر چیز کو یافت کرے گا ناں۔

تھی؟ "وہ چاہے چار کرواں چھ پر چار تھا۔

"میں نے کب کہا ہے زین کہ تم مجھ سے بے شکے ہو؟" میں حیران تھی کہ اسے ہوا کیا تھا، چند لمبے پہلے وہ میرے ساتھ باہر نکل کر خوش تھا، میں عبت کے ایلوں پر نازاں تھی کہ میں اسے ایک نایک دن کا کل کرواں گی۔

"تم نے پاپا سے میری شکایت سے نہیں کی کی؟" اس نے سوال کیا۔

"میں..... تم..... میں نے؟" میں گڑبڑا گئی، چاچو کو بھی کیا تھا کہ اتنی جلدی زین سے بات نہ کریں۔ "ہو سکتا ہے کوئی اور بات ہو" میں نے سوچ کر خود کو کھلی دی۔

"پاپا جو چور ہے مجھے شام کو دفتر سے واپس آتے ہوئے کہ تم میرے ساتھ خوش ہو کر نہیں؟" اس نے وہیں کا ایک طرف لپکے ہوئے چہرے پر چھوڑا، میں نے اچانک چہرہ دوسری طرف بھیر لیا، اس نے اپنے ہاتھ سے جتنی سے میری ٹھونڈی کے بچے سے تمام کر میرا چہرہ واپس اپنی طرف موڑا۔ "میرے باپ ہیں ناں، وہ تمہارے تو نہیں؟"

"چاچو میرے لیے باپ جیسے ہی ہیں۔" میں نے ہنسے پر قابو پایا، چند لمبے پہلے میں اس کے الفاظ پر اور اب اس کے اس اعزاز پر حیران تھی کہ اس کے کوسم کے بھلے، بھلے بدلتے ہیں۔

"باپ تو نہیں ہیں ناں؟" میں خاموش رہی۔ "تمہارا انا باپ تو ہوا نہیں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ تو تم سے پوچھتا کہ تم زین کے ساتھ خوش تو ہو جانا بیٹا..... یہ یہ سوال کیا کرنا زین تم سے خوش ہے کہ نہیں۔"

"میں اس اتنا ناراض ہونے والی کیا ہاں ہے؟" میں نے خوش کر کے لاپرواہ اس کے ہاتھ کی درشت گرفت سے چھڑوایا۔

"ناراض ہونے کی تو بات ہے ناں، اب چاچو اب مجھ سے یہ پوچھنے کے بجائے کہ تم میں سے اپنی مرضی کے خلاف اور ان کی دھمکی سے متاثر ہو کر شادی کر کے خوش ہوں کہ نہیں، انا پوچھ رہا ہوں چہرہ کہ میں خود پر مسلط کی ہوتی ان کی جتنی کوشش رکھ رہا ہوں کہ نہیں۔"

"میں نے زین کے کمرے کے ابوجان تو رہے نہیں، اب چاچو ہی تم سے پوچھیں گے ناں کہ ان کی جتنی کوشش رکھ رہے ہو کہ نہیں۔" میں نے اپنا جھگڑا اور آواز آہستہ گریز کر میرے اندر اٹھ رہے تھے۔ دنیا کی کوئی موت اپنے شوہر سے یہ سن کر خوش نہیں ہوتی کہ اسے اپنے شوہر پر زبردستی مسلط کیا گیا ہے۔

"تم جانتی ہو امارت کمرے کے ساتھ قلم نگاہ ہے....." اس کا لہجہ اب وہ کیا کہ مجھے اس پر ترس آ گیا۔

"کہ مر داتا لا جاؤں گا کہ میں ہو کر خود پر ایسے جبر ہونے دے..... مجھے تو لگا کہ میں آپ کو پسند آ گئی تھی۔"

میں نے ایک ادا سے دلبر نہ کر کے کہا کہ۔ مجھ کو محبوب کو ماننے کے لیے کبھی گھر کے کوہنیاں سمجھا جاتا وہ میرا

"مجھے کسی نے نہیں بتایا....." میں نے جواب دیا۔ "میں نے خود ان سب کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔"

"کہاں پر دیکھا ہے؟" میں نے سب کو تم اس کے اور اس کے دوستوں کے ساتھ کہاں تھیں؟

"جب میں مونی پر محو رہن گئے تھے چاچو! "میں نے جھجک کر کہا۔

"تم تہوں کے مونی منوں پر اس کے ساتھ کے باقی لڑکے کہا کر رہے تھے؟" ان کے لہجے میں جرات تھی۔

"لڑکے اور لڑکیاں دونوں تھے چاچو! "میں نے آہستگی سے کہا۔

"وہ ہاں کیوں تھے؟"

"ان سب کا منہ بھی تھا چاچو، سب کچھ پہلے سے طے شدہ تھا، ان کے کمرے بھی ہمارے کمرے کے ساتھ کھڑے تھے۔"

"اور وہ سب بے شرع اور دھارے سے اسے استعمال کر رہے تھے؟"

"جی ہاں چو..... سب گھر میں میرے بزرگ اور اس کے علاوہ..... کچھ عجیب کی شرب کی بوتلیں بھی تھیں، میں نے آج تک حقیقت میں ایسی بوتلیں نہیں دیکھی صرف فلموں اور ڈراموں میں ہی دیکھی ہیں۔" میں کوشش کے باوجود انہیں نہ بتا سکی کہ وہ شراب پی لے رہے تھے۔ باقی حشروں کے بارے میں کیا بتانی، وہ تو ماما کو صاف بتا دیا تھا تو انہوں نے اتنا مجھے ہی شک نظر آ رہا کہ اس کی حد کرنے والی لڑکی کہہ دیا تھا۔

"ان لڑکیوں میں زارا نام کی کوئی لڑکی کبھی تھی؟"

"جی ہاں چو....."

"تم نے نہ زیا سے بات کی اس بارے میں؟" انہوں نے پوچھا۔ "اسے بتایا یہ سب کچھ؟"

"جی ہاں۔"

"وہ کیا کہتی ہے....." انہوں نے فوراً سوال کیا۔

"وہ بتاتی ہیں کہ میں اس کے ذاتی معاملات میں دخل نہ دیا کروں۔" میں نے سوچے کیجئے کہہ دیا، سوچ کر بھی اور کیا کہہ سکتی، چاچو سے اس پر بیانی کی وجہ سے بات کر رہی تھی کہ اس معاملے کو نظر زین کا پچھتا کہہ کر بری ہونا چاہ رہی تھیں۔ "جب ان سے بات کی گئی تو انہوں نے مجھے لڑا دیا تھا کہ اپنے شوہر کی اس سے شکایت کے لیے، اسے اس کی ماں کی نظروں سے گزرتا چاہو رہی تھی۔"

"وہ کم عقل عورت اس کے سوا کہہ بھی کیا سکتی ہے۔" چاچو نے غصہ کی آہ بھری تھی۔ وہ اس معاملے میں خود کو بے بس پاتے تھے۔

"مجھی تمہارے چہرے کو جو ادا لادائے ہاں باپ کے فیصلوں کو قبول نہیں کرتی، وہ ہمیشہ نقصان میں رہتی ہے....."

"چاچو! "میں نے اسے کہنے کے لیے کہ میں نے آپ کو یہ سب کچھ بتایا ہے....." میں نے ان سے درخواست کی۔

"زین سے بھی فوراً بات نہ کریں، جب بھی اس کا مودا چھو جاتا....."

”ہونہا“ میں نے طو سے کہا۔ ”اگر تم یہ سوچے ہو کہ کوئی اسے تمہاری طرح نہیں چاہ سکتا یا وہ کسی اور کو نہیں چاہ سکتی..... میری اسے تمہاری طرح کا کاتھ کاٹنا، میں نے دل میں سوچا لیکن سکتا ہے۔ وہ دیوں کی اور کے ساتھ شادی کرے گی۔“

”تم مجھ پر طو کر رہی ہو یا میری تعریف کر رہی ہو؟“ وہ نہا۔

”تمہارے ساتھ وہ کر طو کرنا ہی کیونکہ میں ہوں۔“ میں نے بکا را بھرا۔

”طو..... کسی بات کا کریٹ تو تم نے مجھے دیا۔“ اس نے کہا۔ ”دیکھ تم اسے میری تعریف کہہ دیتیں تو بھی میں یقین کر لیتا۔ آخر تم پر عمر میں نہیں اور میرے پاس کی طرف سے رشتہ بھجواتے ہی تم لوگوں نے غلط کی..... بلکہ اندر کی بات میں نے کچھ اور ہی ہے۔“ وہ زار رہا سکا۔ ”میں نے تو کہا ہے یہاں تک سنا ہے کہ رشتہ ہمارے گھر سے بھجوا یا نہیں گئی کیا بتایا ہے؟ خودی کو بروی کی رشتہ میرے سر منڈا کر دیا ہے۔“

”ہوں“ ”میرے تو کھڑوں سے لگی اور تک بیٹھی۔“ ”ہوسکتا ہے کہ اپنا اپنی ہوا ہو۔“ میں نے غصے کے بال کوبہ کر کہا۔ ”ابو جان۔ میرے بچے کو اپنا کرنا ہی بڑا ہوگا، آفران کی بیٹی میں اتنی کی جی، وہ وہ پھل بھی اور اس کا کوئی رشتہ بھی نہیں آ رہا تھا اور گڑی جا رہی تھی۔ وہ ان پر کھی۔ اس میں کوئی اور بیٹی یا کمال بھی نہیں تھا۔“ میں نے کہا۔

”بہت خوب.....“ ”وہ نہ بھڑک رہا۔“ ”ایسا تو میں نے بھی نہیں کہا۔“

”یہ سب کچھ ہے اس کے علاوہ تمہارا کوئی مطلب لکھا ہے تو بتاؤ۔“ میں نے نکلنے سے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ تمہارے لیے اور میں بہت آجین اور شے ہے۔“ میری ہوشیاری میں سے اسے صرف ایک بات ٹھک کی تھی۔

”میں تم سے اس فنولوجی موضوع پر کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔“

”موضوع تو اچھا تھا.....“ پھر اس نے اپنی سائیکس کے لیے سب کو بند کر دیا۔

☆☆☆

وہ میری شادی کے بعد پہلی ایسی رات تھی جس دن میں نے خواہش کی تھی کہ کاش میں نے ابو جان کی بات ماننے کے بجائے اسے سوچا اور اسے دل کی بات مان لی ہوئی، میری زندگی یوں ہو سکتی تھی کہ زمین کی صورت میں ہر وقت میرے سر پر ایسی ٹواری لگ رہی تھی جس کی دسی جاتے کہ وقت کٹ جائے۔ وہ ایک کردار تھا اور اس پر مستزاد مانا نہیں جن کی مجھے بھی نہ آتی تھی۔

وہ پہلی رات تھی جب میں نے کال کو سوسا تھا..... جانے وہ اس وقت کہاں ہوگا اور کیا کر رہا ہوگا، اس کا ساتھ ہوتا تو زندگی کا کیا انداز ہوتا۔ وہ بھی کسی اور سے شادی کر لے گا تو جانے خوش رہے گا کیوں۔ جوتین اچھا ہوتا، میرے ساتھ دن رات واقف ہوتا تو مجھ سے بھی اس کے پہلو میں لیٹ کر کسی اور کو سوسے گا کتنا ہر سرزد نہ ہوتا۔ ایسی منافقت والی زندگی اگر زار یا احمق رہتا ہوتا۔

”زمین“ ایک خیالی آواز تھی جس نے اسے پکارا کیونکہ جواب نہ آیا۔ ”زمین! تم سوچے ہو یا.....؟“ میں نے پھر سوال کیا، گد بولی، اس کا پھر میری طرف ہی تھا اور وہ مورہا تھا، میں بھیجی تھی کہ پل طرف منہ کیے اپنے فنوں پر مصروف ہوگا اور جان بوجھ کر جواب نہ دے رہا ہوگا۔

اس کے ماتھے پر ایک ٹھنڈی لالٹی چلی ہوئی تھی، آنکھوں کے پہلوں میں کچھ پاماتھی تھی، جانے وہ کیا خواب دیکھ رہا تھا جو اس کے ہونٹ مسکراہٹ کے انداز میں نظر آ رہے تھے..... سوئے ہیں وہ کتنا پیارا لنگ رہا تھا۔ مصوم بھی لگ رہا تھا، شاید وہ لڑکی ہی اپنی پہلو اور ماسک کی زمین اس کے جال سے نکل نہ پا رہا تھا۔ مجھے زمین سے جو

محبوب نہ سہی، شوہر تو تھا، اس کے ساتھ میری عروہ زار تھی سو میں نے اپنے لیے کو اس طرح کا کر لیا۔ ”ہر نہ نہ آ جانے والی چن کر زمین، جال یا وہ لکھ لائے لگتا تو اس وقت میرے حرم میں جانے لگی عورتیں ہوتیں۔ دل کی بات آتا تو صرف زار کا چیت تھا کہ وہ اس بستر پر میرے ساتھ ہوئی۔“

”بچی زندگی کی ساسی ہوئی ہے۔ تم زار کو صرف ہنسی کی زینت بنانا چاہتے ہو تو اب بھی بنالو۔“ غصے میں میرے منہ سے نکل گیا تھا اور لگے لگے مجھے ایسا احساس ہوا کہ کچھ غلط ہو گیا تھا۔

”مجھے زار کے بارے میں ایک لفظ کو اس سننے کی عادت نہیں ہے..... اپنے باپ کے منہ سے بھی نہیں۔“ اس کے منہ سے کف نکل رہا تھا۔ ”ان کے خیالات بھی اس کے بارے میں بہت عجیب ہیں اور تم نے بھی وہی کہا ہے جو وہ کہتے ہیں۔“

”سوری زمین.....“ میں نے بکا کر کہا، مجھے واقعی احساس ہوا کہ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔

”جسٹ شٹ اپ!“ وہ چیخا اور میں یوں شٹ اپ ہوئی کہ ایک لفظ نہ بولی۔

☆☆☆

اب تک کی جتنی ہوئی کسی رات کو ایسا نہیں ہوا کہ وہ رات دیکھ جاگ کر، ہیڈ فون لگا کر سرگوشیوں میں اپنے فنوں یا پاپ سے بات چیت نہ کرتا ہو۔ اس کے ساتھ تو ٹیکسٹور سے ڈالی وہ اپنی زار تو نہیں ہوتی تھی کیونکہ میں فنوں پر کسی اسے کی خبر ڈال کر دیتی دیکھتی اور ہر جی کال پر اس کے چہرے کے تاثرات بھی مختلف ہوتے۔ پھر میں نے اس کی وہ پوچھتے پوچھتے کی دیکھی کہ جو کچھ غامبی کو لڑکی کے ساتھ تھی لیکن ہے کہ وہ اپنے دوستوں سے کپ شپ کرتا ہو، میں خود کو کولی دیتی کہ میرا وجود ان سوچوں کے باعث جتا رہا اور میں سوئی جی رہی۔ اس کی یہ مصروفیات مجھے دوسرے کر دیتیں اور میں ٹھیک سے سونہ پا رہی تھی۔ طارنہ شروع کی تو اور بھی بے آرام ہوئی..... اس کی نظر اشکات کو بہتوں نے ترسی رہی۔

وہ جو وقت بھی مجھے دیتا تھا وہ خیرات کی طرح ہوتا۔ مارے باندھے بہت سی سوچیں تھیں جو مجھے حیران کرتی تھیں، وہ اب بھی زار کو چاہتا ہے۔ وہ مرد اور قسم کی لڑکی ایمان سے مل لاکا ہوتی تو مجھے وہ لڑکی بھی سناڑ نہ کرتی۔ کچھ زمین کی قسم کا مرد ہے، میں اسے نظر سونگی کہ وہ اب بھی زمین کو چاہتی اور اس سے شادی کرنا چاہتی ہے، یہ جان کر بھی کہ وہ اب بھی کا شہر ہے، اس کے اس سے شلک فرائض ہیں، جو جس اپنی باجی ہوئی ہوئی کو پیار عزت اور احترام نہیں دے سکتا اور اسے کسی اور لڑکی کی خاطر چھوڑنے کا عہد کیے ہوئے ہے، وہ اس سے کیونکر وفا کرے گا۔

زمین اگر تمہیں گستاخ کرے گا چمکی اسے اجازت دیں کہ تو وہ اس کی لٹاؤ گی تھی، میں اس سے پوچھتا ہوں کہ میری زندگی اور ایک دن پوچھ لی۔ ”زمین! تمہیں لگتا ہے کہ چاہتے ہیں..... زار سے شادی کی اجازت بھی دیں گے؟“

”تمہیں..... اس نے ایک لمحے کا بھی توقف نہ کیا تھا۔

”تو پھر تم نے کیوں زار کو لگا رکھا؟“ تمہاری شادی ہو گئی ہے، اسے بھی کو کوئی اچھا لڑکے شادی کر لے۔“ ”ہوں.....“ اس نے شہی لگایا۔ ”کہوں گا اسے! وہ لڑکا میری طرف دیکھا، میرے چہرے پر یک دم اثر آنے والا ایمان سادے کچھ کر دیا، میں اتنا اس کی خوش ہو گئی تھی کہ وہ زار کو کسی اور سے شادی کرنے کا کہے گا۔“ اسے کہوں گا کہ اگر کوئی مجھ سے اچھا لگے جیسا میں لگ جائے..... وہ مجھ سے مجھ سے بڑھ کر چاہے اور وہ مجھ سے دیکھ کر اس کا دل اس طرح کا پیار میں کرے جیسا وہ میرے لیے کرتی ہے، وہ جو اسے وہ سب کچھ دے سکے جو میں دے سکتا ہوں تو بے شک وہ شادی کر لے۔“

”میں تمہاری بیوی ہوں زین، کوئی مجھ پر آپا لگوانے نہیں“۔ ”میں سکی۔“
 ”تم جانتی ہو امیرت کے ہماری شادی کم از کم میرے لیے مجھ پر آپا لگوانے کے جو مجھے اپنے باپ کی
 دھمکی پر اور اس کے ترے منوں پر چڑھا رہا تھا۔“ آج کل ہاں پر سوساں..... اس شخص کو قتل ہو جاتا ہے۔“ اس نے کہا۔
 ”اللہ کرے!“ اس نے دل میں سوچا۔

”مجھ تمہاری بیوی میں، میں کہاں ہوں؟“ مجھے پوری امید تھی کہ میں اس سے دفا کر کے اسے جیت لوں
 گی، وہ ہنسا ہوا ہے تو اس سے سیدھے راستے پر لے آؤں گی۔

”آئی اہم خوری امیرت.....“ اس کا کچھ معذرت خواہانہ تھا۔ ”تم بہت اچھی ہو، پیاری ہو، زین ہو مگر میں
 مجبور ہوں۔ کسی وعدے کا پابند ہوں اور دل کے اچھوتوں سے بس ہوں جو اس کے سوا کسی کی طلب ہی نہیں کرتا۔“
 ”تو کبھی..... میرے ساتھ..... تم جو مجھے تم جو مجھے پیار کرتے ہو؟“ میں سکی۔

”وہ بھی مجھ پر ہے امیرت!“ اس کے کچھ میں بے بسی تھی۔ ”..... زمارا نے کہا کہ مجھ سے کہ جب تک تم میرے
 ساتھ ہو مجھ سے سیدھے منہ بات بھی نہیں کرے گی۔“ کچھ سے مدد بات کرنے کے لیے اس کا فون سسل آ رہا
 تھا، فون کی دواہریش سے اعزاز ہو رہا تھا۔ ”میں تمہیں چھوڑتا ہی کب ہوں۔“ میرے اور تمہارے بچ کے تعلق کی
 حقیقت سمجھی ہے کہ جہاں تم ہوئی ہو وہاں تم صرف ظاہری طور پر ہوئی ہو..... میں اصل میں تمہارے ساتھ ہوتا ہی
 نہیں، تم نہیں کوئی اور ہے جس کے ساتھ شوخو گرد ہو رہی ہو کر رہا ہوں۔“ وہ جذب سے کہہ رہا تھا۔ ”تم مجھ کو
 ہوتاں؟“ اس نے سوال کیا۔

”کاش تم جان سکتے زین کہ جہاں پر تمہارے تصور میں کوئی اور ہوتی ہے وہاں اصل میں، میں ہی ہوتی ہوں
 اور اب اس کا ٹھکانہ میرے ہی پاس ہے۔“ میں نے سوچا، یہ وہ وقت تھا جب مجھے یہ شک ہونا شروع ہوا تھا کہ میں
 اس کی امانت کی اہمیت میں بھی گئی تھی۔

☆☆☆

اس رات جب میں نے اس کے فضل خانے میں ہوتے ہوئے دیکھا کہ وہ دڈ بچہ کرتے ہوئے لیپ
 ٹاپ کلا جھوڑ کر چلا گیا تھا شاید یہ سوچ کر کہ میں کون سا تھی کہ اس کا کھلا لیپ ٹاپ دیکھ لوں گی۔ پور
 وہ تھا اور میں کی کسی گھر میں سے سوچ لیا تھا کہ میں اسے یوں نہیں چھوڑ سکتی کہ وہ بد کردار کی حدوں کو چھو لے۔
 میں نے اسے سمجھانے کا سوچا تھا کہ وہ کبھی گناہ سے بچ جائے اور میں بھی ایک ذاتی غصے کی بیوی ہوں ہے بری
 ہو جاؤں۔ میں نے اس کے فضل خانے سے نکلنے کے بعد اشارہ کیا اسے پوچھا میں تمہارے دھم سے کچھ چھوڑ
 نہیں رہا تھا۔

لیپ ٹاپ پر جس لڑکی کو میں نے دیکھا تھا وہ زارا نہیں تھی، اس کا نام بھی مضمین تھا اور وہ کل سے بھی مختلف تھی،
 شاید کوئی ایک کرل کا ٹاپ تھی۔ بس اسے اس کے کہہ مجھے کہتا کہ وہ کچھ چھپا نہیں رہا، اس نے کہا کہ اسے مجھ پر شک
 ہے کہ میں کچھ چھپا رہی ہوں اس سے۔ اس کے یوں کہنے سے مجھے ایک دم غصہ سے پہنچے آگئے کہ کہیں میری چوری
 تو نہیں پکڑی گئی تھی۔

”میں کیا چھپاؤں گی تم سے زین؟“ میں نے بولے کہ تھا، نظر چم کر کہ میں اس کی طرف دیکھتی تو وہ
 میرے دل کا چرچہ کر لیتا۔ مجھے چالاکی مکاری اور اداکاری جو میں کرنا آتی تھی۔

”اور میں کیا چھپاؤں گا؟“ اس نے پیار سے مجھے اپنی ہاتھوں میں سینا تھا، وہ سمجھا کہ میں اس کی اتنی بات
 سے بے بس لگتی تھی۔

سوال کرنا تھا وہ بہت اہم تھا، اس سے مجھے اندازہ ہو جاتا کہ اسے مجھ سے ذرا ہی بھی محبت تھی کہ نہیں.....
 ”زین!“ میں نے ایک بار بھر پکارا۔ وہ کھانسی کا کھنکھن، گہری نیند میں تھا، میں کراہ کر اسے بول کر اسے
 کوشش کرنے لگی۔ سچ شادو سے کمرشل خانے سے نکلی تو وہ صوفے پر بیٹھا اپنے چروٹوں کے لیے ہاتھ دھو رہا تھا، میں
 نے حسب عادت سلام کیا، اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

”کیسی ہو؟“ اس نے خوش دلی سے پوچھا۔
 ”کیسی ہو سکتی ہوں.....“ میں نے جانے کیوں بہم سے لکھے میں جواب دیا۔

”رات تمہیں مجھ سے کوئی بات کرنا تھی؟“ اس نے سوال کیا۔
 ”بب؟“ میں بھول گئی تھی۔

”جب میں سو رہا تھا اور تم غور سے مجھے دیکھ رہی تھیں۔“ اس کے انداز میں شرارت تھی، کچھ میرا دل بھی کسی
 سوچ کے تحت اس وقت تک نرم ہو چکا تھا۔

”کتنے بڑے ایکٹر ہو تم زین!“ میں لالچی۔ ”تمہیں غور سے دیکھنے کے لیے مجھے آج رات تک جاگنے کی کیا
 ضرورت ہے؟“

”کیونکہ دن کے اچانوں میں تم میری طرف دیکھتی نہیں ہو غور سے..... لیا جاتی ہو۔“ اس کے کہنے پر میں
 واقعی لالچی۔ کیونکہ مجھے کبھی نہ سنا تھا، میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کہہ رہا تھا۔

☆☆☆

”اس رات مجھے تم سے پوچھنا تھا کہ اگر تم مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتے تھے اور مجھ پر سے کرنا پڑتی تو مجھے
 چھوڑنا اور میرے ساتھ محبت کا تاج کرنا تمہاری مجبوری تو نہیں تھی نا؟“ میں نے اس کے پاس صوفے پر بیٹھے
 ہوئے سوال کیا۔

”ہوں.....“ اس نے لیپ ٹاپ فوراً بند کیا، ٹیلی وژن آن تھا کیونکہ ٹیلی وژن آن رکنا زین کی عادت تھی،
 اس کی آواز بند کی کیونکہ اسے بے آواز ٹیلی وژن نا پسند تھا۔ لیپ ٹاپ پر وہ جو کچھ کر رہا تھا، وہ ظاہر ہے کہ کیا تھا کہ
 اسے بند کرنا پڑا۔

”تم اپنا کام کرتے ہو.....“ میں نے دعوے سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔
 ”اور ہوں.....“ جو کچھ لایا اس میں نہیں ہے جو میں کرتا ہوں.....“ اس نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

”میں نے تم سے کچھ پوچھا ہے۔“ میں نے کہا۔ اس کی گود میں رکھنے پر زارا کا پھرا، اجراء وہ اسے کال کر
 رہی تھی فون سنائیٹ پر تھا، اس نے فون کو الٹا دیا۔ نتیجہ وہ اس سے لیپ ٹاپ پر چیت کر رہا تھا اور جب اس نے
 لیپ ٹاپ اچانک بند کیا تو وہ فون پر اس کی وضاحت چاہ رہی ہوگی۔

”تو تم کہنا جانتی ہو مجھے کہ تم کو مجھ سے نہیں چاہے تھا؟“ اس نے سوال کیا۔
 ”ایسا میں نے نہیں کہا..... ہم دونوں میں ہیں جی، تمہیں اور مجھے ایک دوسرے پر چھوٹے کرنا اور

اختیار ہے.....“ میرا۔
 ”مجھ کی؟“

”کیا تمہاری دوست زارا جانتی ہے کہ ہم دونوں کے سچ صرف کاغذی رشتہ نہیں ہے؟“ میں نے سوال کو
 گھمایا، اس سے زیادہ واضح انداز میں، میں اس سے نہیں پوچھتی تھی۔

”زیادہ کچھ نہیں..... لیکن اسے علم ہے کہ تمہارے ساتھ جو تعلق ہے وہ میری مجبوری ہے۔“

یہ بچہ تو کسی حادثے کی وجہ سے دنیا میں آ رہا ہے اور نہ ہی یہ unwanted ہے۔ میں نے اپنے لیے ہوش و حواس اور کوشش سے اس بچے کو پایا ہے تمہارے اور اما کے نہ جانے کے باوجود امید ہے کہ تم مجھے بے گھر نہ کرو گے۔“ میں نے رک کر گہری سانس لی۔ ”میں نے شادی کے پہلے دن سے اما کی طرف سے دی جانے والی کیلیوں میں سے ایک کو بھی نہیں کھائی، ہاں تاہم یہ برہنہ دیکھ گئی نہ میں رکھ لی تھی کہ اس کے سامنے اور چند گھنٹوں میں اسے غسل خانے میں جا کر چھپک دیتی تھی۔“

”کیا؟“ وہ چٹا تھا۔
 ”چھپرت زین“ میں نے ہولے سے کہا۔ ”میں اس کے بعد تمہاری کسی زانیہ کی کو برداشت کروں گی نہ اما کی اور جاچو کوصاف، صاف تبادلوں کی کہ آپ دونوں میرے ساتھ کیا کر رہے ہیں اور یہ کہ جناب کے کیا منصوبے اور ارادے ہیں؟“

”تم ایسا کیونکر کہتی ہو..... میں تمہیں سیدھے سہاؤ عطا دے سکتا ہوں۔“ اس نے جھکی دی۔
 ”مجھے یقین ہے کہ تم ایسا نہیں کرو گے کیونکہ تم ایسا اور ہی نہیں کر سکتے۔“ میں نے پورے یقین سے کہا تھا۔
 ☆☆☆

”چاک گئی؟“ وہ خنوائے جا کر مجھے سلام کر کے سوال کیا۔
 ”ہاں!“ میں نے مختصر کیا کہ غسل خانے سے دو کلاں تھی، دھو کر کہ میں نے نماز کے لیے دہنایا لیا ہوا تھا، اسے نہیں بتایا کہ میں رات کا ایک لمحہ بھی نہیں سوئی تھی۔

”نماز کی طرح پڑھو گی؟“ اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ”میں صلیبی نکال کر دیتی ہوں تمہیں!“
 ”خود دھو کر کرو۔“ میں نے صلیبی نکال لیا، صوفے پر بیٹھ کر نماز پڑھوں گی۔“ وہ غسل خانے چلی گئی اور میں نے نماز کی نیت کر لی، نماز مکمل کی اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو بے اختیار آنسو بہنے لگے۔ جانے کیا سوچ آئی کہ قتل میں چند سال گزارنے لگا۔

”میرے پاک پروردگار کیا مانگوں تجھ سے؟ جانے یہ میری زندگی کی آخری نماز ہو، اس کے بعد میرے پاس سانس نہیں رہے گی میں ہوں کہ میں دوبارہ تیرے حضور حاضری دے سکوں۔“ جانے میں خود بیچاؤں اور میرا پیر نہ بن سکے۔ مجھے ایمان پر ثابت قدم رہنا پڑا، میرے منہ سے کوئی لفظ نہ نکلے، مجھے استقامت دینا، مہربان دینا، تاباں رہنا، صبر برداشت کرنے کی کوشش کرنی کہ میری کئی کئی بار میرا بیچ چٹ جائے، وہ بچہ صرف میری جانب تھا، اسے اس کا پاپ ہی down نہیں کر کے اس لیے میرے بچے کی زندگی اسی صورت میں ہوا اسے پالنے کے لیے اس کی ماں بھی ہو۔ عمارت سے چور ہوں مولا، یہ بھی مانگتے تھے شرم محسوس ہو رہی ہے کہ مجھے ہر لحاظ سے مکمل بچہ دینا کہ اس کی زندگی ہے تو مجھ میں ایسا بچہ پالنے کی بہت نیت تھی جس میں کوئی کمی ہو، جو کسی بھی طرح سے معذور یا معلوم ہو..... تو فوج جاتا ہے، اصل میں تو وہی تو جاتا ہے..... تیرے سوا اور کون جانتا ہے میرے سوا کہ میں کسی قدر مجبور ہو گئی ہوں۔

”تم لپٹاپ پر کام کرتے ہوئے بہت خوش تھے..... مسکرا رہے تھے۔“ میں نے نظر چمکا کر اس پر تیر چلایا تھا نظر اٹھا کر بند کیا کہ وہ گڑبڑا تھا، خوفزدہ ہوا تھا یا حیران؟

اس نے کہا کہ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ میری کچھیلنے لپٹاپ کی تصاویر دیکھ رہا تھا۔ صاف بھوت بولا تھا اس نے عمر میں نے یوں تاڑ دیا جیسے مجھ سے اپنی بات پر یقین اس کا نہیں تھا۔ ”وقت اس کی بات پر تصویریں!“
 ”اچھا!“ میں نے کہا تھا۔ ”میں بھی کسی سے چپٹ کر رہے تھے..... ڈیڑھ چپٹ!“
 ”تمہیں کچھ بات کرنا بھی مجھ سے!“ اس نے میری بات کے جواب میں سوال کیا تھا۔
 ”جربا ت میں تمہیں بتانے والی ہوں زین..... اسے تم بوجھنے نہ کر سکو گے، اس لیے اسے کسی اور وقت پر اٹھا رکھتے ہیں۔“ میں نے گہری سانس لے کر کہا تھا۔

”تمہیں مجھے ابھی بتاؤ رات میں تمہیں رات بھر سو نہ پاؤں گا۔“ اس نے پتہ قاری سے سوال کیا تھا۔
 ”جان لو کہ تو مجھ کی سو نہ پاؤ گے زین!“ میں نے بڑی کڑا کے کہا تھا۔
 ”پھر تو میں میں ضرور جانا جاؤں گا۔“ اس نے میرے سامنے بیچہ سوال کیا تھا، اس کے چہرے پر تجسس اور نظروں میں اشتیاق تھا۔ میں سوچ میں پڑ گئی کیا بات مکمل کروں یا اسے ہال دوں، یہ کہہ کر کہ میں مذاق کر رہی تھی۔
 ”اس انکشاف کا بوجھ اٹھانا نہ پاؤ گے تم زین!“ اس نے تڑپ کر کہا تھا۔ ”مگر پھر بھی مجھے بتانا تو ہے تمہیں تو سنو!“ میری آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں۔

”سب ٹھیک تو ہے ہال امرت؟“ اس نے کہا تھا۔ ”تم مجھے ڈرا رہی ہو۔“ اس کے چہرے پر جوعف مجھے نظر آیا تھا وہابی میں ہی نہ مجھ کی کہیں تھا..... آخر کیا کیا بات ہو گئی تھی جو کہ اسے اتنا خوفزدہ کر سکتی تھی۔
 ”تم کیوں ڈر رہے ہو؟“ میں نے آنسوؤں کے ہاؤ چمک کر سوال کیا تھا۔
 ”مجھے لگا کہ تم نے پایا ہے میری کسی بات کی شکایت کر دی ہے۔“ ہاں! اس کے نزدیک سب سے زیادہ خوفزدہ کر دینے والی بات یہی ہو گئی تھی۔

”میں مذاق کر رہی تھی زین، میں دیکھا چاہ رہی تھی کہ جس انداز سے تم مجھ سے بات کرتے ہو اسی انداز سے میں بات کروں تو تمہیں کیسے لگے گا۔“

”میں صرف چند اسے تمہارے ساتھ میں کر میں تمہاری گ، وہ گ کو جاتا ہوں۔“ اس نے دانت پکچا کر کہا تھا۔ ”تم ہرگز مذاق نہیں کر رہی ہو، اسے اتنا تو میں جانتا ہوں، اس لیے تم اپنی بات مکمل کر دو تو بہتر ہوگا۔“
 ”تم جانتے ہو ناں تو زین کہ میں تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔“ میں نے سوچ کر بات کا آغاز کیا۔
 ”ہوں.....“ اس نے فوراً کہا اور مجھے حوالہ نظروں سے گھورنے لگا۔

”یہ بچا اس لیے پیدا ہونے والا ہے زین کہ میں سوچتی تھی کہ اس بچے کی وجہ سے ہم دونوں کے بیچ محبت کا اصل رشتہ استوار ہو جائے گا۔ میں اس بچے کو اپنے وجود میں بہت محبت سے بڑھتی ہوں، میں اس سے بائیں کرتی ہوں، یہ جانتی تک نہیں کہ یہ بیٹا ہو گا یا بیٹی، میں اسے تمہارا بچہ ہونے کے حوالے سے پیار کرتی ہوں، اسے محسوس کرتی ہوں یہ ہم دونوں کی محبت کی نشانی ہے اس لیے مجھے بہت عزیز ہے۔“ میں نے جذب سے کہا۔

”well..... محبت کی نشانی!“ اس نے بہت خفا سے میرے پاس بھجلا دیا۔ ”میں بھی محبت، یہ سب ایک حادثہ ہے اور یہ بچہ ایک unwanted بچہ ہے۔“ وہ دکا۔ ”اسے اس دنیا میں نہیں آنا تھا۔“ وہ دکا۔ ”تمہارے وجود سے نہیں آنا تھا۔“ میری طرف اٹھی سے اشارہ کر کے اس نے کہا تھا۔

”یہ مادہ نہیں تھا زین!“ اس نے نکل سے کہا۔ ”اور تمہارا ڈر ہاں رشتہ تھا، میں نے تمہیں یہی بتانا تھا کہ

ایسا لباس تبدیل کرنا ہوگا۔“ اس نے اپنی خرابی سے ایک لعاف نکال کر بیٹھ رہا تھا، اس کے اندر سے لپکتے گلابی رنگ کا کچھ نظر آ رہا تھا، غالباً کان ہوگا۔“ ابھی تک تو آپ کا پریشانی سب سے پہلے شینہ دل کیا گیا ہے، اگر کوئی ابھر جیسی نہ کی تو؟“

”اچھا!“ میں نے گہری سانس لی۔

”ایک گھنٹے میں ڈاکٹر یا مبین کچھ جانیں گی۔“ اس نے وضاحت کی۔ ”اپنے گھر پر بھی اطلاع کر دیں، اگر کسی کو آپ سے ملنے کے لیے آنا ہو تو۔“

”اوکے!“ میں نے بے ہوش کیا، کچھ لگا کر اس نے کہا کہ اگر کسی کو آخری ملاقات کرنا ہو تو میرے علق میں کچھ پھنسا۔

”آپ نے ناشتا وغیرہ کرنا ہو تو کیونے میرا سے جا کر ناشتا کر لیں، ابھی دیر میں یہ ناشتا لے لیں۔“ نرس نے تنہا کہا۔

”یہ جانے بھی نہیں لی سکتی یا؟“ تنہا سوال کیا۔

”نہیں، یہ اب کچھ ٹھیک کھا سکتیں۔“ کچھ کر دوں نے اجازت لی، میں نے بیڈ پر پڑا پینٹ اٹھایا اور تنہا سے کہا کہ وہ جا کر ناشتا کر آئے۔

☆☆☆

نواکٹ کا سیٹ کوور پیچھے کر کے میں اس پر بیٹھ گیا، ہاتھوں میں چائیںک کا چیرٹیجی۔ اتنی خاموش محسوس ہو رہی تھی، سوچنے میں آتی تھی جیسا کہ روایت کر دیا تھا۔ میں بیڈ سے اٹھ جانے والی عمارت تھیں، ہوگی تھی، میڈیٹل اور ثابت قدمی کے سارے دھوے ایک وقت تک ہوئے ہیں جب تک انسان باہر کے اس درجے تک نہیں پہنچتا۔ جس مقام پر تھی وہ پل صراط جیسا ہی تھا، ایک ذرا سی اور تھیں اور اب میں کاغذ اور بے خاکی وجود تھا، کچھ کہیں میں ڈوب جاتا۔ ہم کہتے تو ہیں کہ میں موت سے ڈر نہیں لگتا مگر اس وقت شاید میں موت کے اس قدر قریب تھی کہ مجھے اس کی سانسیں آتی ہو رہی تھیں، میں اپنی ہی موت کو یاد کر کے رو رہی تھی، یہ سوچ، سوچ کر رو رہی تھی کہ میرے بعد کون مجھے کیسے اعزاء سے یاد کرے گا، کون میرے لیے ترپے گا، کون میری موت کے بعد میرے کو یاد کر لے گا؟

امواج ان ذہن میں صرف آئی کا کام آج، ان کا وہاں کے بعد وہ کتنی بدل چکی تھیں، اب ان پر میری جہاں کسی شائق گزر رہے کی۔ شامیر کی طرف سے وہ ہر وقت ایک خوف میں مبتلا رہتی تھیں اور اب۔ شاد کوئل کر میں اس کے پیچھے ٹھکر رہی ہوگی تھی۔ آنسو اور پانی مل کر لپکتے۔ پانی جو سب کچھ دھو ڈالتا ہے، ہر پر پانی پڑا تو وجود میں سکون اتر لے گا۔ جب جانا ہی ہے تو جیہے دے متل میں جانا جا چے، بہاوردی سے اٹھنے تو خود بہاوردی کے لیے چھکی دی۔ نہا کر کتنی تو تنہا ہوتا تھا کہ دایب آج کی تھی۔

”تم ٹھیک ہو اب؟“ اس نے سوال کیا، آج کچھیں بھر بائی ہوئے تھیں، میں نے دل میں دل میں درد و شریف کا درد کیا۔

”ہاں میں ٹھیک ہوں تھا۔“ تم ہلیر، سو کو نہ بتانا کہ میں رو رہی تھی۔“

”تمہاری آنکھوں کی لالی خود ہی آنکھیں بتا دے گی!“

”دو تین رات بھر سوئیں گی کسی اس لیے۔“

”مجھے جیسا بھلا کہ بغیر کہاں ٹھیک سے نیند آتی ہے۔“ اس نے شرارت سے کہا۔

اسے حق انتخاب سے دست بردار ہو گئی، جس کے بغیر زندگی کا تصور بھی محال لگتا تھا اسے بھلائی کی پوری کوشش کی۔ زین خرابی تھی سے اور زانی بھی، جانتی تھی اور سوچتی ہوں کہ جب جوڑے تو ہی بنا دے والا ہے تو نے میرے لیے ایسا ہی جوڑ لکھا تھا، شاید میری ہاشمی کاغذیوں کا اسی طرح انزال ہوگا، میں برداشت کرتی رہی سب کچھ یہ سوچ کر میرا صبر کام آئے گا۔

جس بیماری کا نام سن کر لوگ کا پھٹتے گئے، میرے پیارے، مجھ سے وابستہ لوگ نہ کر ڈر گئے ہیں اور انہاں نے واہوں میں مبتلا ہو گئے ہیں، میں یہ سب سن کر سکون میں ہوں، مجھے اس بات کا ڈر نہیں رہا کہ میں مر جاؤں گی، اگر اتنی ہی میری زندگی تھی اور یہی میری زندگی کا انجام ہے تو میں بالکل تیار ہوں۔ لپیک میرے رب! میں تیار ہوں تیرے پاس آئے گئے، میرے ہاٹ، اعمال میں جانے کتنے گناہوں کا جو ہے تو ہی سب کر دے والا ہے میرے سوا، جنہوں نے مجھ پر غلط کیے، زیادتیوں کیں تو انہیں میں معاف کر دے۔ شاید ان کی زیادتیوں کے باعث میرے گناہوں کا جو ہے کہ وہ ہوگا، ان کی طرف سے ہر طرح کا غلط سلطہ برداشت کیا، پلٹ کر جواب تک نہیں دیا تو اس لیے نہیں کہ میں کسی لحاظ سے کمزور تھی بلکہ اس لیے کہ تیرے ہاں میرا درد برداشت کا بڑا انعام ہے، اگر یہ میری زندگی کا آخری دن ہے تو انہیں میرا جو میرے بعد مجھے یاد کر دے دوں گے، میرے لیے تو ہیں گئے، جن کے لیے میں کسی نہ کسی لحاظ سے اہم ہوں! معاف کر دینا میرے اللہ، مجھے معاف کر دینا، یا اللہ رحیم، یا اللہ رحیم! میرا وجود مجھے لے رہا تھا، کا پ رہا تھا، آنسوؤں سے میرا کر بیان بھی تر ہو چکا تھا۔

”مجھے آنسوؤں سے میرا کر بیان بھی تر ہو چکا تھا۔“ میں نے سچ کر کہا، تنہا کافی دیر سے نماز پڑھ کر بیٹھی ہوئی تھی، مجھے خاموشی سے دعا مانگتے ہوئے اور اب سچ کر معافی مانگتے ہوئے دیکھ کر نہ کی اور مجھ سے لپٹ کر دھڑائی باز مار کر روئے گی۔

”تم بھی مجھے معاف کر دینا تنہا!“ میں نے روتے روتے کہا۔ ”امواج، کبیر بھائی، شامیر، فاطمہ سب سے کہتا میں چلی گئی تو مجھے معاف کر دیں، مجھے بھول جائیں، میرے لیے دیکھیں نہیں، دعا کریں۔“ میں کسی۔

”خدا کے لیے امرت۔“ ہوش کر دے، بچوں نہ دو اور نہ دوں کو لڑا، وہ حوصلہ کرا۔“

”کال سے بھی کہنا کہ۔“

”ہاں بھئی، میری بھتیجی تیار ہیں؟“ دو نرس اپنی ٹرے اور بلڈ پریشر چیک کرنے کا آلہ لے کر اندر آئی تھیں۔

میری بات سچ میں ہی رہی ہوگی، ایک نرس نے بٹاش سے کہا تھا، پاس آ کر اس نے میرے چہرے کو چھوا۔ ”کیا بات ہے، پریشان لگ رہی ہیں آپ۔“

”نہیں میں ٹھیک ہوں۔“ ہاتھ کی پٹ سے میں نے اپنی آنکھیں مرکز صاف کیں۔

”آپ رات بھر سوئی تھیں؟“ نرس نے سوال کیا۔ ”گزشتہ تین دنوں میں تو آپ گھٹی بجائیں میں آپ کو نیند

کے لیے کوئی دوا دے دیتی۔“ اس نے بلڈ پریشر چیک کرنے کا آلہ لگا دیا، دوسری نے میرے تھیں ہر بار ہاتھ رکھا۔

”میریں کے لیے آپ پریشانی سے پہلے پر سکون ہوتا بہت اہم ہے۔“ اس نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ ”آپ کا۔۔۔

بلڈ پریشر معمول سے زیادہ ہو رہا ہے۔“ اس نے اپنا بلڈ پریشر جاننے کا آلہ میرے بازو سے گھولا۔ ”سچی بات یا تھا؟“

”جی، بلڈ پریشر سے پہلے میں نے ایک گلاس پانی پیا تھا۔“ میں نے ہلے سے کہا۔

”آپ پر سکون رہے کی کوشش کریں اور اللہ سے بہتری کی امید رکھیں۔“ قرآن میسر ہوا میں اپنی نظر کے

ساتھ ہلنے کے دوسری نرس نے کہا۔ ”اگر شادو لینا جانتی ہیں تو لے لیں، پانی اچھا کر دے گا، اس کے بعد آپ کو

کی بنی، بیوی یا بہن کا انداز وقت ایمر جی میں آ رہی تھیں ہور ہا ہوگا۔
 ”بھئی جی! اسی آبی کی آواز آئی، یہ احساس ہی ختم ہو گیا تھا کہ سنی دیر کے بعد اس کی آواز آئی تھی۔ اب اٹھ گیا ہے آپ کا گھر!“ وہ میرے سامنے آ گئی۔ ”اللہ کا نام لے کر چلیں!“

”میں اٹھوں؟“ میں نے سوال کیا۔
 ”ارے نہیں!“ اس نے فوراً کہا۔ ”اسی امیٹر پر آپ کو اندر لے جایا جائے گا۔“
 ”کیا ہوا اس امیٹر جیسی والی مر لیف کا؟“ میں نے سوال کیا۔
 ”ٹھیک ہے وہ!“ اس نے نظر پر آ کر کہا۔
 ”بچہ بھی ٹھیک ہے اس کا؟“ میں نے سوال کیا۔
 ”سب ٹھیک ہے..... آپ کد کر رہیں ان کی!“
 ”مگر بچے کے رونے کی آواز تو نہیں آئی تھی۔“ میں نے حیرت سے کہا۔ شیدائی بھی تھا کہ بچہ پیدا ہوتا ہے تو گلا بھاڑ کر دیتا ہے۔

”آپ پریشان نہیں اور لیبر روم سا ڈپر پروف ہو جے بی بی!“ اس نے وضاحت کی۔

”جی!“

”چلو آؤ بچہ!“ اے میرا گاؤں وغیرہ ٹھیک کیا سر پر بندھا ہوا اصل کا اسلامف دوبارہ ٹھیک کر کے اہمدا۔ ساتھ کے کمرے سے دو آدمی نکلے، انہوں نے میرے امیٹر پر کھانا کھا کر دیواری طرف کیا اور موز کریمز کی طرف چلائے گئے۔

”میں ایک بار انی امیٹو جان کو سٹیٹ ہوں؟“ میں نے اچھا پیچھے سمجھ گیا۔ جانے کیوں میرا ایک بار..... آخری بار امیٹو جان کو سٹیٹ کو سٹیٹ کیا جاتا۔

”اب آپ سب کو پریشان کے بعد ہی ملنا بی انشاء اللہ!“ کمرے کا دروازہ دھوا اور امیٹر پر اندر داخل ہوا، یہ کراپیلے والے کمرے سے بھی غصہ تھا۔

☆☆☆

جانے یوسف کب تک بیٹھ کے لیے جانے گا؟
 زائیکہ کی طبیعت کو جانے اچانک کیا ہو گیا ہوگا؟
 ارسل بھائی مجھے ملنے کے لیے آئے تھے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ ٹھیک ہوگی اب؟
 زین کو افسوس تو ہوا ہوگا کہ وہ آخری بار مجھے نہیں سکا؟
 قنیا کی کمرے میں نہیں سکی جب مجھے کمرے سے لایا گیا ہے..... اچھا ہے اس سے مل کرش کمزور پڑ جاتی ہوں؟
 سب لوگ میرے لیے دعا میں کر رہے ہوں گے؟
 کیا کال بھی؟

شاہر جانے اتنا مصروف ہوگا کہ اسے یاد بھی ہوگا کہ نہیں کب آج میرا آپریشن ہے؟
 امیٹو جان آنسوؤں کے ساتھ ساتھ اپنی منڈلی کی ٹکڑی والی سیٹج سر می ہوں گی؟
 ابو جان؟ کیا کر رہے ہوں گے، میرے لیے دعا یا میرے استقبال کی تیاری؟
 زین اس امید پر ہوگا کہ میں ان کی زندگی سے بیٹھ، بیٹھنے کے لیے جانے والی ہوں؟
 آج تمہیں سونے میں لپٹی ہوئی تھی، سوچیں دھڑ دھڑا کر دماغ کے درد اداؤں کو توڑ دے ہوئے ایک کے بعد

نئے آپ کو توڑا سا انتظار کرتا رہے گا۔“ اس نے وضاحت کی۔

”مجھے یہاں سر دی لگ رہی ہے..... اگر یہ ہے تو پھر مجھے باہر بھیج دیں۔“ میں ٹھٹھائی۔

”یہاں تک آئے والے سر میٹھ کو اداس نہیں سمجھا جاتا آپ کو کلمہ ہے کہ آپ کے پورے جسم کو دوائیں لگا کر sterilize کیا گیا ہے، اب آپ کا رابطہ باہر کے بیٹھیر یا سے نہیں ہو سکتا۔“ اس نے رمان سے کہا اور شفقت سے میرے بالوں پر ہاتھ رکھا۔ ”تھوڑی دیر کی بات ہے..... امیٹر جیسی کا تو کوئی علم نہیں ہوتا کہ کرب آ جائے، سب سے بری امیٹر جیسی ہوتی ہی کاٹنی دارو کی ہے۔ دماغ میں بیٹھنے کے آئے کا وقت اللہ کے سوا کسی کا محسوس نہیں ہوتا۔“ وہ میرے بالوں میں اٹھایاں پھیرنے لگی۔ اس کے منہ پر ہانک تھا، موسی گاؤں بہن رکھا تھا، بیروں پر بھی موسی کوڑھے اور ہاتھوں پر بھی موسی رستانے۔ ”امیٹر جیسی آنے والی کا خون بہت ضائع ہو چکا ہے۔ بتا رہے تھے کہ اس خاٹے میں پھل کر گئی تھی اور..... وہ کد کر رہی تھی، اس کے ہاتھوں کے مساج سے مجھے سکون مل رہا تھا۔“ ہر جوت ہی مر، مگر دماغ میں بیٹھ کر اس کے تو داروؤں سے بڑی انت جاتی ہوئی ہے..... کسی اور اچٹال میں دکھا رہے تھے، وہاں لے کر مجھے تو انہوں نے اس امیٹر جیسی کو ذیل کرنے سے انکار کر دیا۔“

”اللہ خیر کرے اور ماں اور بیٹے کے لیے بہتر کرے۔“ میں نے دل سے دعا دی۔

”تو بی..... لڑکی کی ماں نے تو اپنے داماد کو دو ہتھروں پر لے لیا، اسے سب کے سامنے مارنے لگی، کہنے لگی کہ وہی اس کی بیٹی یا اس کے بیٹے کا قاتل ہوگا۔“

”وہ کیوں؟“ میں نے بھی مصروف رہنے کے لیے پوچھ ہی لیا۔

”کھدہ بھی کر دیا ہے دھکا دیا ہوگا میری بیٹی کو۔“

”شبابی ہے ایسی ساس پر تو!“ میں نے تاسف سے کہا۔ ”وہ کیوں دھکا دے گا اس کو بھلا، کیا ان کے درمیان کوئی ناچاقی تھی؟“ میں نے یوں سوال کیا جیسے وہ ابیسی کے کمرے سے آئی ہوگی۔

”اصل میں یہ دیکھ کر صحت خاٹے میں پڑی رہی، شوہر کو پتہ نہیں چلا کیونکہ وہ سو رہا تھا، فجر کے لیے جاگتا اسے دیکھا اور تب تک خون کا کافی نقصان ہو چکا تھا..... دیکھیں کیا بتاتا ہے، ڈاکٹر کا مین نے کیس لے لیا ہے کیونکہ وہ اپنے دروازے پر آئے ہونے کسی سر میٹھ کو ٹھکانا نہیں تھا، اسی لیے اللہ نے ان کے ہاتھ میں شفا دی ہے..... کمرے آج جراثیم کا دھماکا۔“

”اللہ جو بھی کرتا ہے بہتر کرتا ہے آپ!“ میں نے کہا۔

”کوشش کرو کہ آپ کو توڑ دیر کے لیے تیار آ جائے۔“ اس نے مجھے کہا۔ ”میں ذرا کے ذرا ہو کر آتی ہوں، پتا کروں کہ کیا ہوا اور کتنی دیر پاتی ہے۔“

میں سڑک پر اپنے دو چوکھانہ ہا کر لپٹی تھی، شیدائی کھاس سے آتی، سر دی ہڈ میں اتر رہی تھی اسے چل رہا تھا اور اس سے درپہ حیرت شیدائی کم تھا۔ آئے تے تانا تھا کہ ہاں کا درپہ حیرت اندیشہ کم تھا کہ ہے تاکہ جراثیم اور بیٹھیر باہر دوش نہ پائیں۔ میں ذرا بک صبح کر گئی، یہی سوچ میں آ گیا کہ تقریباً اس سے بھی غصہ ہی، اس سے کبھی ٹھیک اور دال تھا لی اس سے بھی دھواہوئی۔ اس سوچ کے آتے ہی ہڈیوں میں گوا ایک دم جم گیا، دماغ کی گتلی بن گئی۔ وہ کھدہ گتلی میں ہونے کی کوشش کروں، یہاں جا کر تک نہیں جا رہا تھا۔ کروٹ بدلی کہ جسم کے دوسرے حصے کو توڑ دیں کے لیے غصہ سے ہاتھوں، اب مجھے یہی پڑی دروازہ اور کمرے میں دروازہ پر ہاتھ، باہر سے لوگ کھڑے تھے۔ یہی قیادہ کار یہی دروازہ پر پڑیں پھیر کے باہر کی طرف کا دروازہ دھکا دھکا اور دھواں دھوکا کھڑے ہوں گے جن

”بیگم، پیاری بیگم، کہاں ہو؟ جلدی سے اپنا کھڑا تو دکھاؤ اور نہ تیراؤ۔“ لکھیل نے گھر میں داخل ہوتے ہی آواز بلند بیگم کو پکارا۔

ایک آئے جارہی تھیں۔ ایک ہارتھی چاہا کہ اٹھ کر بھاگ جاؤں مگر اس وقت تک میرے دونوں بازوؤں پر کوئی نہ کوئی آلہ گھمچکا ہوا، بٹلہ پریش کر کے لیے پریش اور ڈرپ کے لیے کیولا۔ تھیز کی آوازیں آپس میں غم موری تھیں، میں نے آنکھیں بند کر رکھیں۔

”کیا نام ہے آپ کا؟“ کیا نرم اور شفیق میرا دانہ دانی طرف سے آئی، اس ہاتھ پر کیٹولا لگا ہوا تھا، اس میں کچھ خفہ اس سزا سے لگایا تھا، میرے ہاتھ پر ایک گرم ہاتھ کا کچا۔ میں نے ہٹ سے آنکھیں کھولیں، تیز ترین دھڑکیاں میری نظر کے سامنے، میری آنکھیں بندھا چکی تھیں۔ کیا یہ دونوں منکر تھیں، میں نے اپنے اوپر دیکھتے ہوئے دونوں کو دیکھا۔ اوہوں! ان میں طرف تو میں جو آکر پائین کے ساتھ میرے کمر سے جڑ گئی تھی اور ان میں طرف وہ نرم آواز والے سفید بالوں والے ڈاکٹر۔ وہ دونوں غالباً جیسے ہی دیکھ رہے تھے۔

”گل امرت!“ میں نے کہا۔

”بہت پیارا نام ہے ا“

”تم ڈرتو نہیں رہیں؟“ سوال کیا گیا۔

”ہوں..... شاید!“ میرا سر ہلکا ہورہا تھا یا

”میں نے تمہاری ڈرپ اتاری ہے جیٹا اور اس میں بے ہوش کرنے کی دوا ڈالی۔“

ہوشیو ہوا کہ تو اس کے چند منٹ کے بعد تھمرا اور پتھن شروع ہو جانے لگا۔ ”وہی نرم آواز“ کہے ہوئی کہ دو بار۔
 لیکن ان میں سے تھیں دو گھنٹے تک بے ہوش کرنے کے لیے دی، بے گرد دکھنے میں آپ پتھن مکمل نہ ہوا تو اس میں
 ساتھ ساتھ مزید اضافہ کرتے رہیں گے۔ اگر تھیں ورد کا احساس ہوا تو اس کا مطلب ہے کہ بے ہوشی کی دوا کا اثر
 ختم ہو گیا ہے، ایسی صورت میں تھمرا سے چہرے کے تاثرات سے، یعنی اندازہ ہو جائے گی۔ بے ہوشی کی دوا عموماً
 تو تھیں سرگرم نہ کی کسی میں چند فیصد تک، انسانی جسم میں اس طرح بھی اثر کر جاتی ہے کہ سرگرمی بے ہوش میں نہیں
 آتا۔ ایسی صورت حال میں بے ہوش کرنے والا ڈاکٹر ضرور رائے دیتا ہوتا۔ اس کے لیے ہے کہ تھیں بھی سلیپ ٹریس
 سے دکھائے گئے کہ کیا یہ ناکانہی حادثے کی صورت میں وہ سو رہی ہیں کہ تھیں کر سکتے ہیں۔ تھیں سلیپ ٹریس
 کی نالی میں سر ہڑکی لے لیتے ہیں۔ چہ چل جاتا ہے کہ وہ ہے تھیں کسی حد تک برداشت کر سکتا ہے۔
 ”تھیں کے دیکھنے کے بغیر آپ پتھن نہیں کیا جاتا یا اگر تھیں کے لیے احتیاط دیکے جاتے ہیں۔“ میں نے
 سوتے جانتے میں وہ تمام نکلیں۔

”تم ٹھیک ہونا امرت؟“ ہائیں جانب والی ڈاکٹر نے پوچھا۔

”ہوں.....“ میں نے بولنے کی کوشش کی۔

”تمہارے شوہر کا نام کیا ہے؟“ دائیں والے ڈاکٹر نے سوال کیا۔

”میرا شوہر؟“ میں بڑبڑائی۔ ”مممم.....“ میں منمنائی، سوچا اور اس کے بعد کچھ بول نہ سکی۔

”میں زین جمال..... ولد جمال احمد..... ہمیں سنی امرت نکل ولد کمال احمد..... بھائی ہوش دھواں طارق دیتا ہوں! میں جمال احمد ولد جمال احمد..... امرت نکل ولد کمال احمد طارق دیتا ہوں..... میں زین جمال احمد..... امرت نکل، ولد کمال احمد کو بھائی ہوش دھواں طارق دیتا ہوں۔“

..... دھڑام دھڑام..... ساری دیواریں میرے اوپر گرنی لگیں اور میں اس کے بعد ہوش میں نہیں رہی تھی۔
(جاری ہے)

4. 5. 4

خبر و آج

ہما یگی۔



جوں کی قوس کھڑی تھی۔
”جہیں بھی اب مجھے سوری کہنا چاہیے۔“ اس کے یوں عاشق کھڑے رہنے پر سارے دوستانہ انداز میں کہا۔
”کیوں؟“ میں جی، کچلی آواز دے پھرنے والی لڑکی سے سوری نہیں کہہ سکتی۔ اس کے لیے جس کاٹ تھی، جس کا زہر سارہ کی آنکھوں میں اعلیٰ کر وہ کاؤنٹر کی جانب بڑھ گئی۔ سارہ مانجھی اور بے عزتی کے احساس سے لال ہوئی۔
☆ ☆ ☆

”تم نے سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے؟ اتنی بڑی غلطی کر رہی ہو.....“ پھر اس کے پار کا فاسلہ طے کر کے ڈراما کر رہی کچلی گئی۔
”ہاں سارے حالات تو آپ کو بتا دیے ہیں۔“ اماں میری تو اچھی سے پوچھنے نہیں سارہیں کہ ان کے سر سے بوجھ اتارے گا۔ جمال نے کہا ہے مجھ سے کہ ہر طرح سے وہ میرا ساتھ دے گا، مجھ سے محبت جانتی کرتا ہے وہ، اس سے پہلے کہ میری شادی کے کاؤنٹر جاگیں، میں خود اس بہیم سے نجات چاہتی ہوں۔“ اماں ہر کسی کی لڑکی آنکھوں میں انداز محبت کا فٹو ڈل رہا تھا۔

”اچھا تو پھر کیسے کرو گی تم یہ سب؟“ خلاف معمول آج بارش میں رش کا کافی کم تھا۔ اس لیے نیچرہ فرصت سے بیٹھی تھی۔
”ہاں آپ میری مدد کریں گی۔“ وہ سرگوشی میں بولی۔

”کیا مطلب؟“ کیا کہہ رہی ہو، جہیں پا ہے میرے پار کی شہرت تھی اچھی ہے، اپنے ساتھ، ساتھ مجھے جتنا نام پار کی آواز کی۔ نیچرہ ناگوار سے بولی۔
”چھوڑو ہاں، پاروں کی شہرت، یہ کاروبار بھی خراب نہیں ہو سکتا۔ آج کل کوئی بھی دو دو کا دھلا نہیں ہے، کدو، ہندی، سندھی..... ہر طرح کی محبت اس پار میں کافی ہے، کیا فرق ہو گیا؟“ رشیم کی صاف کوئی پر

سے اٹھ رہے۔“ لائبر کو اچانک بریکنگ نغزو دینا یاد آئی تو وہ سرگوشی سے سے انداز میں بولی۔
”.....“ نام نہ نہ پر ہاتھ رکھا۔
”سارہ وہ؟“ ”سارہ کو یقین نہیں تھا۔“
”تم کو لگنے لگا تھا۔“ ”فائدہ کی قدر نہیں جانتی تھی۔“
”ارے بھئی میری دین میں جاتی ہے، کافی دنوں سے دوری لڑکیاں میں ٹوٹ کر رہی ہیں، پہلے اپنی دوستوں کے ساتھ چلتے ہی جتنی بھی لیکن اب تو آتے جا رہے فرخ سیٹ پر ہی چپک کر بیٹھی ہوتی ہے اور اپنی مرضی سے ہی گانے گاتی ہے۔“ لائبر کے پاس authentic خرمی۔
”تمہارے دین اکل کیسے دین دیکھنے میں ہے؟“
”ہم مہم..... جیتیں، چاہیں کے شادی کر لیں۔“
”میلے سے پان لکھانے والے۔“ نام کے استخدار پر لائبر نے برساتنا بنا کر بتایا۔

”ہائے دیکھو بندہ ڈراما کر کو تو چھوڑو، دیکھا دور آ گیا ہے۔“ فائدہ نے اپنی ہائی پونی ٹیل چڑھ کر۔
”مجھ کہہ رہی ہو یا، میری ہاتھی کے کاغذ میں ہر تیسری لڑکی کا ڈراما کر (دن، بس یا اپنے کمر کے ساتھ چکر ہوتا ہے اور کچھ تو اچھی کے ساتھ جا بھی چکی ہیں۔“ ”سارہ تھی۔“
”اگر صاف کہوں، اس لڑکی نے پہلے کلاس کو اور اب پھر سے کاغذ کو پچھے لگا کر رکھا ہوا ہے۔ یہ کیا ہے بولنے سے قدر کی جھلی لڑکی.....“ نام نے سخت سے ایک نظر سے دیکھا اور تیرہ کرنے لگی۔ سمریک کلاس میں ایک نامعلوم بچہ ٹیوٹیوں کے لیے لیا گیا تھا اب لڑکیوں کو تیل بھی، بریک ہو گئی تھی۔ اب کلاس روم خالی ہونے لگا تھا۔
☆ ☆ ☆

سارہ ٹوس کاٹی کر کے ایک شاپ سے باہر آئے گی تو اندر داخل ہوئی نام سے ٹکرائی جس سے اس کے ٹوس زہن پر پھر کھڑے، وہ سوری کہتے ہوئے پچھ جاکر انہیں سینے گی، اس کام سے فارغ ہوئی تو نام

”ارے ہاں کیا پوچھ لیا..... بات تو کچھیں سے ملے ہے، اب آپ سے کیا چاہوں۔“ وہ تو جیسے مقابل کے پوچھنے کی سختی۔ نیچرہ کے لیے رشیم کا کام حیران کن نہیں تھا۔ اس کے پار میں اکثر ایسی لڑکیاں آتی تھیں۔
”ہاں، ہاپ کی زور زبردستی پر شادیوں کی ہوئیں۔“ اور ویں تعلیم کے لیے یا اپنی نصیب کی ماری ہوئی۔ اس کے دوستانہ مزاج کی وجہ سے ملنے آئے وہاں اس کی سہیلیوں اور دیگر لڑکیاں کی کلاس میں شامل ہو جاتیں۔ میں بھی یہاں پہلے کا خاصہ میں تھا اور تھا قاضی؟
”میں خرم کر رہا ہوں۔“ نام نے بتا دیا اسے بات کر کے کہہ کر۔
”نہی، منہ سے کچھ بولنے کی میری کہیں جرات، اس کلو ہار سے کو خواہ خواہ سر پر چڑھاؤں، میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ مجھے کیا کرنا ہے۔“ ڈرے، ڈرے، لہجے سے بھی بغاوت کی بو آ رہی تھی۔
”کیا کر دیا پر تم؟“ نیچرہ کو اپنی ہاتھ دیا۔
☆ ☆ ☆

آج نیچرہ شاپ میں ملے سے کچھ زیادہ ہی لٹ ہو گئے تھے بھی لڑکیاں اپنی خوش گہوئیں میں مصروف تھیں۔
”پار میں، اکثر حیران ہوتی ہوں، یہ لڑکیاں جگ کتنے بے انتہی ہو گئی، میں تو جلدی میں ہوا شکار کرنے کا کسی وقت نہیں ملتا اور یہ ستر سے کہیے الگ سے تیار ہو کر آتی ہے۔“ سارہ کو ہر روز جدید ویسٹر اسٹائل بنانے والی سارہ سے چرمی۔
”مجھے لگتا ہے اس کے کمر میں کوئی میٹھن ہے، جی اتنی ہجارت سے میک اپ کیا ہوا ہوتا ہے۔ بال بے ہوئے ہوئے ہیں۔“ ساتھ بیٹھی فائدہ نے بھی قیاس کے گھوڑے دوڑائے۔
”ہائے اللہ، میری سہیلیوں کو مجھے بھی یوں تیار نہ ہونے دیں، اس میں خراب ہو جاتی ہے اور انہیں دیکھنے میں پسینہ آتی ہے میری لڑکیوں کا یوں بدوں کی طرح سرنی پاؤڈر لگنا۔“ نام نے خیر بھرے لہجے میں کہا تو سب تھپتھپکا کر سن دیں۔
”اچھا میں نے سن لیا ہے سارے کلاس کا دین اکل

دوست بھی کمر اپنی چھ دار باتوں سے پوری کلاس کو اس نے اپنا کر دیہ بتایا ہوا تھا۔
☆ ☆ ☆
نیا بیوٹی پارلر اس علاقے میں سب سے مشہور پارلر تھا۔ صرف نکلنے کی نہیں بلکہ اس پاس کے گاؤں کی خواتین بھی شادی بیاہ کے لیے خصوصاً یہاں کا رخ کرتیں..... سات سرے کے کمر کا تین چوتھا حصہ پارلر کے لیے مختص تھا۔ اس لیے نیچرہ کو گھر کی الگ سے ٹھکانہ دیا۔
”آپ پہلی بار آئی ہو، اس لیے آٹھ سو روپے میں آپ کو ہزار والا ہر بل فیش کروں گی۔“ وہ اپنے کسٹمر کو دیکھ کر کھانٹ کھانٹے کے لیے رعایت دے رہی تھی۔ ”تمہاری اسکن میں گلو (چمک) ہے۔“ باقاعدگی سے کرائی رہا کر وہ نہ ساری شیش مانہ پر جا رہے تھے۔ آخر میں بے صحت دھوٹے ہوئے اس نے مشورہ دیا۔ ڈائی کیے بال، شاکلنگ اسٹک لگائے اور کانوں میں مونے کے چھوٹے، چھوٹے بننے سے پہلے وہ جیتیں، چھین برس کی بظاہر نفیس خاتون لگی تھی۔ اپنے ہنر کی ہجارت اور پارلر کی تیار شدہ کمریوں نے اس کے چہرے کو بھی رونق بخشی ہوئی تھی۔ چوکھتوں بعد وہ جوانی لڑکی پر اس کے پارلر میں موجو تھی۔
”ہاں میں نے سنا ہے کہ آپ کے کپ کے پارلر سے بڑی اچھی کریم لٹی ہے، ایک کپ میں تمہارا ہوتا ہے۔“ پالنگ اور اپریل س کروانے کے بعد وہ نیچرہ سے بولی۔
”ہاں..... ہاں جی بھی استعمال کر کے دیکھنا کتنا واضح فرق نظر آتا ہے گا۔“ ان کا فیشل کر دے۔ نیچرہ نے اپنی ماتحت کو دوسری کسٹمر کے لیے ہدایت جاری کی۔
”بس میں ناں ایک دیکھ دوں میں پھر لگاؤں گی بھائی کے ساتھ۔“ آپ کرم تیار کیے گا۔“ وہ کہہ کر چلی گئی۔ اور پھر آئے والے دنوں میں نیچرہ اس لڑکی کی فیملی جیوشن بھی گئی۔ کوئی خاص کام نہ بھی ہوتا تو وہ محض مشورہ کرنے کے لیے آ جاتی۔
”تمہارا تمہاری بات دات بھی ہوئی کہیں؟“

غزل

یہ تم جو سما ہے آئینہ
بچوں میں چھپا کھرا ہے آئینہ
عقل در عین کھرا ہے روٹن ہے
اس کا چہرہ بھی کیا ہے آئینہ
میرے دل کی طرح ہے وہ بھی حسین
چاند جیسا سما ہے آئینہ
دے گواہی ہر ایک بات کی
دل کا شیشہ ہوا ہے آئینہ
اس کی صورت دکھاتا ہے ہر جہاں
اس کا شیدا بنا ہے آئینہ
آئینہ میں نے دیکھا تو جانا
کچھ بھی ہو، آئینہ تو ہے آئینہ
جھگڑ کو دکھائے راہ حقیقت
خاتم ایسا سرا ہے آئینہ
کلاہن فرید خانم والاہور

”میرے ہاتھ میں تو سب کو پتا ہے اس لیے کوئی
لوٹ نہیں لیتا مگر تمہاری ان غیر موجودگیوں کی سب کو
وضاحت چاہیے“
”کیا مطلب.....؟“ نام پوچھی۔
”میں تمہاری طرح دوپٹی پاسپی پر یقین نہیں
رکھتی نام۔“ سارہ پینٹ کی طرح ہنسنے لگی۔
”تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے ساتھ اپنی
سیدھی بکواس کرنے کی؟ اوقات دیکھی ہے اپنی۔“
کلاس ٹائم ہونے کی وجہ سے کوریڈور میں انا۔ نام
کی ہمر کے اس سے غرت کا اظہار کر رہی تھی۔
”اوہ..... جگہ جگہ کوڑا جمع کرنے والی لڑکی نام
شعب اب مجھے میری اوقات بتانے کی۔“ سارہ ایک
قدم کے بڑھتی ہوئی اور اس کے کان میں سر رکھتی کے
سے انداز میں یہ فقرہ ادا کر رہی تھی۔ نام جہاں کوئی
خست فقرہ کہنے کی دلی تمنا کر لکھ کر ڈانے اس کے کب
کی دے۔ اس کی رنگت زرد ہوئی اور ہر خاموشی سے
اسے کلاس کی جانب بڑھتا دیکھنے لگی۔

☆☆☆

بڑھتی تارکی اور سانس اپنا اپنا دکھا رہی تھی۔
پارہ میں اس وقت کوئی کسٹرمین تھا۔ وہ پینٹا میں منٹ
ہے اس کے پیچھے سے انتظار کر رہی تھی اور پھر ایک
پچھڑو پچھڑائی بائیک کی آواز سنائی دی۔ جو قریب
آئے، آئے دروازے کے پاس آکر ٹھم ہوئی۔ اس
نے دھڑکنے والے اس کی جانب دیکھا۔
”ایک بار پھر سوچ لے رہی۔“
”اب سوچنے بجھنے کا وقت گزر گیا۔ میں جا رہی
ہوں، میرے گھر والوں میں سے کوئی آئے تو کسی کچھ
مت بتانا، اپنا خیال رکھنا اور یہ آپ کا تختہ کی۔“ آخر
میں اس نے کپڑے سے بیگ میں سے ایک پوٹی نکال
رکھوئی اور ایک بھاری ٹکٹن بیگ کے حوالے کیا۔
”بڑا نیچتی ہے یہ پرانے وقتوں کا، میرے
پاس کوئی چارہ نہیں تھا، سوائے اس طرح بھاگنے
کے، میری اماں نے تو میرے باہر نکلنے پر بھی

غائب تھی۔
”ہوسکتا ہے ہاں لیوے کر چلی گئی ہو، میں مگر
کرفن کروں گی کہ خبریت تو ہے ناں.....“ لائبرے نے
تسلی دی۔
”سوزی پارکس مجھے بخاری بھی ہورہا تو سوجا رہی
سے سناں کروا کر کھر چلی جاؤں۔ موہاں بھی چپک
نہیں کیا، ورنہ بیچ کر کے ہٹاؤں۔“ لائبرے نے اس کو
گھبرے پھٹی تھی۔ اس کے ہاں وضاحت کرنے پر
سب کی تسلی ہوئی۔ آنے والے دنوں میں اس کا سر درد
بڑھنے لگا۔ اس کی کھلیوں کے لیے نام کی میسر فرماتے
داروی حیران کن تھی۔
”یہاں ہوتی، میں اور لائبرے کب سے ڈھونڈ رہے
ہیں، اب تمہاری فکر کی راتھی ہے، کہیں کچھ ہو نہ گیا ہو
نہیں۔“ سارہ بیک کو دیکھ کر اس کے ہاں
متخل کر رہی تھی۔
”نہیں یا سر فوید سے انشالوف کی بات کرنی
تھی، یہ دلی میں بہت زیادہ ہے تو سوجاؤن انشالوف
کر والوں۔“ وہ انہیں جان لان فارم دکھا رہی تھی۔
”ہاں، میں تو واقعی بہت زیادہ ہے اور یہ اکاؤنٹ
سروے میں کسی کھڑکی۔ تمہاری بات سن لی؟“
”میرے کہ یہ کہہ کر پہل سے اس کے پاس؟“ تم
دونوں جاؤں میں میڈم سے بات کر کے آتی ہوں۔“
”چلو فیک ہے، ہم نے ٹیسٹ بھی راجز کرنا
ہے۔“ وہ دونوں کلاس روم کی جانب دوڑیں تو وہ پھر
اکاؤنٹ آفس میں چلی گئی، پندرہ منٹ بعد دھڑکی تو چہرے
کے تناظر ہی الگ تھے مگر سامنے لائبرے کی تسلی
سارہ کو دیکھ کر اس نے تنفر سے انہیں سمجھیں۔ وہ
پہل آفس کی جانب بڑھنے لگی۔
”نام۔“ اور وہ چاہتے ہوئے بھی رک گئی۔
”قرینٹس میں دو؟“ سارہ نے سمجھیں پہلے
کی اس کی سچ لکھی کے باوجود زنی سے پوچھا۔
”ہاں..... مجھ سے پوچھو کون رہا ہے پتا نام
خاتر سے انساواں کیا۔

وہ لائبرے کی چوڑی کمر کھنکھن بھردہ سنہل کر ہوئی۔
”تم چوڑی کمر..... میرا پارہ دروں سے مختلف
ہے، میں اس غلط کام میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتی،
مجھے فائدہ بھی کیا۔“ ریم ہاوس ہوئی۔
”دیکھ میں ناں ہی نہیں جانا دروازے کے
باہر یہی کھڑا ہوگا۔ جس میں ان ضروری سامان..... وہ
کہتے، کہتے رہے۔“
”دیکھ فائدہ تو آپ کو بھی بہت ہوسکتا ہے،
آپ ہاں تو میری۔“
”کیا کتنا چارہ ہی ہوتی؟“ بیگہ ابھی سے بولی
مگر انہیں چپک اسمیں، آخر برسوں سے پار چلا رہی
تھی۔ چاندیہ صورت تھی۔
”جس شام میں آپ کے پار آؤں گی؟ اپنے
زیر بات میں سے ایک آپ کو دے کر جاؤں گی۔“
اب بولیں۔“ ریم جواب بلکواؤں خستہ اور بیگہ
اب انہیں کسی نہیں چہرہ بھی چپک رہا تھا۔ ہونوں پر
گہری سترکٹ چمک رہی تھی۔

☆☆☆

سینڈا ہس کی تیلاری میں سارہ کے حوالے سے کسب
کسب بھول چکے تھے، ویسے بھی مہینوں کا ہوا چکا تھا۔
وہ سب آخر تک اس کی پلے کر تھیں۔ نام آج سارہ
کو کالی بے عین کی گئی۔ سبھی بیک کے بعد کلاس میں
جاتے ہوئے اس نے نام سے سوجا جانا چاہی۔
”مگر خاص نہیں میرے سر میں درد ہے، تم جاؤ
میں کلاس میں لے پاؤں گی۔“ اس نے کپٹیاں دہاتے
ہوئے کہا۔
”بڑا زیادہ طبیعت خراب ہے تو آؤ پھرتی پلے ہیں۔“
”ارے نہیں، تم کیوں میری وجہ سے پھر کس
کر دو، میں تو خودی دیر میں آتی ہوں، تم جاؤ۔“
”چھو فیک ہے۔“ مگر زیادہ درد ہو تو طبیعت
لے لیتا۔“ سارہ دہانت کرتی کلاس روم میں داخل
ہوئی۔ مگر جب نام آخری بیگہ کلاس میں نہائی تو
سارہ سمیت سب دوستوں نے اسے ڈھونڈنا چاہا کہ وہ

▲▲

”میری بارے کے ایک دواہری محلے میں لا (ایک بار تو سن لو اگر)“ زونل دیکھ کر وہ بھکانا مزید بھیل گئی۔ جیجہ جاتی جاتی اب وہ جلدی لگنے لگی تھیں۔

”ہاں بیٹی میرا بندہ چھپکے سال داما رہا ہے۔ اگلے صفے میں اپنی دواہرا کرنا ہے، جج اماں کو بھلا کر۔ تھیں تو بتا دے گا۔“ محلے پر انتہائی سنجیدگی طاری کر کے وہ عورت ایک غرض پیش کر رہی تھی۔

”کیسے ہے چھوٹی بیٹی۔“ مسافہ کر رہا وہ دواہرا آتا۔“ وہ عورت نے غصے کی بجائے کہ وہ دواہرا کی باتیں ہے پتھے کی۔ وہ دواہرا بند کر کے دھنسل چاٹ چاٹ لگی۔ لاؤنگ میں بیٹھی تھی جب ایک خال نے اچانک

سامان، خرو، خرو، شروع میں تو ایک تاکہ کر
 مزدبوت کرتا ہے مجھے، میرا مطلب ہے ہم دونوں
 کر کے۔ انہوں نے ایک ڈر اٹھائے ہوئے کہا۔
 ”جی ہاں، دیکھ میں، آپ کچھ نہیں کریں،
 وہ، وہ، وہ، کچھ نکالیں؟“ ”کاف خواس؟“
 ”میر، میر میری جان میر۔ میں بس فون کرتا
 ہوں، تھوڑی دیر تک آجائے گا۔ میں یہاں آرام سے
 بیٹھتا ہوں۔“ ”میں بھی بیٹھتا ہوں اور کفار
 خواس لے کر آتا ہوں، کہاں رہ گیا۔“ وہ میری سائڈ
 سے گزرتا کہ ایک طرف سے کمرے میں چلے گیا۔ ہم
 کے پسینے چھوٹ رہے تھے، اس نے کلاس میں میرے
 مشروب کا ایک گھونٹ نکال لیا۔ اس گلوہ کو میرا اور اسی
 طرح تروے ہوئے جھوٹے جھوٹے جھوٹے جھوٹے
 کمرے میں اس کے بعد کی بات کی۔ اس نے اپنی پانی کی بوتلی میں اس
 کے کمرے کے اندر دیکھی کہ اسے ایک عابری ہو گئی۔ غل اس

☆☆☆



قدرت نے اسے دل کھول کے نوازا تھا تو اس نے بھی خدا کی مخلوق پر خرچ کرنے میں تجوی نہیں دکھائی گی۔ یہی حال لیکن کا تھا۔ خدا ترس انکی کمزوریاں اٹھا کے سائل کو دے دے۔ ہر سال لوگوں میں کپڑے، کھانا، جوئے، چپلیں، بیک اور اسکول جانے والوں کے لیے سکاٹس بائیں جاتیں۔ انج کی پوریوں اس کے علاوہ نہیں۔ اگر اس نے بھی مخلوق کی طرف سے ہاتھ ننگ نہ کیا تھا تو اللہ نے اسی سبب سے اسے نوازا بھی تھا۔

بچ تو یہ تھا کہ اگر نظر ڈالی جاتی تو سوائے ایک اولاد کے ان دونوں کی زندگی میں ہمیں کوئی کی نہ تھی۔ وہ رب کے بھی پیارے تھے اور اس کے بندوں کے بھی۔ تب بھی اسی سبب کے باوجود مورخیں اس کی سونی گور کو نشانہ بنائے دہشتیں۔ اڑتے پڑتے اور بھی دیے لنگھوں میں کینے کے انوں میں اپنی خردی کا رو پڑی

رحمت اس کا حال تھا اور بلاشبہ اس کے لیے رحمت ہی تھا۔ دیکھی مٹنے دھننے، نہ کوئی دھکی۔ نور کے تڑکے اللہ کے زمینوں پہ نکل جاتا، ہر جانے سے پہلے کینے کے پتھوں کے بلوئے ہوئے زمین کے پیزے اور اسی گلی سے تر تر پراٹھا کھانا نہ بھولا۔ اس کا خرمندہ چٹا اور بڑی ہوئی تو خدا کی خوش خوراک کا ثبوت تھی۔ اور اس کا وسیع حلقہ احباب اس کی خوش اخلاقی کی سند تھے۔ پار دوستوں میں وہ کھلے دل کا مالک اور پاروں کا پار تھا تو کی کیوں میں بھی اپنے نام کے مانند رحمت تھا۔

گاؤں میں اس کے پائے کے بلکہ اس سے بھی زیادہ زمینوں کے مالک زمیندار تھے مگر اس کے پاس ہمیشہ پاتو خیر خواہوں اور دوستوں کا گھمگھما رہتا یا سواہیوں کی بکلی قطار ہاتھ باندے ختم رہتی۔ بچ تو یہ تھا کہ اگر



عورت بے خبر

ایک عام قاتر یہی ہے کہ عورت ایک کمزور اور کم تر ہستی ہے۔ کس طرح اثر انداز ہوئی اور ولت پڑنے پر چٹان جیسی مضبوطی بھی دکھاتی ہے۔ حروف تہجی کے اعتبار سے شروع ہونے والے اس ننھے سلسلے عورت کہانی میں ہماری معروف لہم کار فر حین اظفر نے بہی ہٹانے کی کوشش کی ہے۔

جدا گانہ موضوعات لیے کہانیوں کا نیا سلسلہ آپ جیسے بازوق نثار سمن کی نذر

”بجز عورت کی مثال اس زمین میں ہی ہوتی ہے جسے تصور گ جاتا ہے۔ بات تو گڑی ہے مگر پر وہ عورت کی کو کچھ دے نہیں سکتی۔“
ہائیں، الفاظ، تھرے، تجڑے مشابہ اور تجڑے۔
ایک زندگی گزرنے کی اسی طرح کی۔ ہائیں
ہٹے ہوئے مورخیں آئیں اسے دیکھیں اس کی حالت پہ

ماہنامہ پاکیزہ 126 فروری 2018ء

اجنبی ہاتھیں

☆ غلام ہوں اپنے گھر کی تہذیب کی دوزخ میں جس لوگوں کو ان کی اوقات دکھانے کا ہنر ملتی ہوں۔

☆ اپنی زندگی میں آنے والے اس انسان کی قدر کرو جو بنا مطلب کے تمہاری عزت اور تمہارے مشکل وقت میں مدد کرتے ہیں۔ کیونکہ دنیا میں خیال رکھنے والے کم اور تکلیف دینے والے زیادہ ہوتے ہیں۔

☆ امیرنہیں فیاض بخش، کراچی

چاندنی دے پاؤں اسی، اسی کا رخ اس کی خاص الماری کی طرف تھا۔

☆☆☆☆

باہر زرد دھوپ کی اداسی پورے گھر میں بکھری پڑی تھی۔

پورے گھر میں باقی اور سوگ والی آغوا کا رخ تھا۔ اسے کمرے میں بیڑ پر بیٹھی چاندنی کے دل سے 'دہ' رہ کر ایک آہی نکل جاتی تھی ایک عام سے دن کی عام سی رات ڈھلے ڈھلے ان دونوں کو سیدھا چارواؤ دھا گیا تھا۔

کس کو چاہتا تھا کہ چوہدری اس رات ایسا سونے کا کمر بھر لیتی تھی نہ کنگہ کا چاندنی بے امان سی ہو کر بچھکتی تھی۔ کینڈی سکینوں نے فرش سے فرش تک کا سبز دھماکوں کے مہر لے لیا تھا۔ بے اہنگ غزوہ تھے۔ ہنسنے ہنسنے گھر کو کی ایک دھماکی لگی تھی شاید.....

”چھوٹی بیگم.....“ ملازمہ کی آواز نے اس کے خیالات کا تسلسل توڑ دیا۔

”کیا ہے؟“ بات، بات، بات، بات کھانے کو دوڑتی تھی خوش الحان تو فریپلے بھی نہیں تھی۔

”بڑی بیگم کبھی ہیں آگے کھانا کھائیں۔“

”میرے سر کا میں جلا بنا اور اسے کھانے کی سوچتی ہے۔“

اس کی بات پہ وہ سیلا ڈالا اور کینڈے کے دھ لے لے کر اسے اپنی عزت بچانے کی پڑ گئی۔

چوں خاموش بیگم چھوٹی کینڈے دے کے صرف چوہدری کی اولاد کی ہو گئی۔ جو اسے چوہدری کی وجہ سے اس قدر عزیز ہو چلا تھا کہ اپنی سون اور ہرجانی شوہر کو ایک دور سے کے حال پر چھوڑ کر وہ خود اس کے دو بیٹوں اور ایک بیٹی کی بیوی بیگم چھوٹی چھوٹی بیٹی۔

☆☆☆☆

چوہدری کی بخت اور روپیہ ہی جو بیوی بخت کی کینڈی مہربانیاں بھی..... بس اب ان کا رخ بدل کے اپنی اولاد کی طرف ہو گیا تھا جسے سوتیلی بھانجی اور دوسری سوجا چکی نہ تھا۔

دلت بچپن کی دہلیز بھلا کنگہ کر جانی کے آگے گھر میں پہنچا تو وہاں کے پرانے کینڈوں کو بڑھا پلے کی اوزر جتنے میں دل۔ چوہدری اور کینڈے میں وہ پہلے والا دم نہ رہا تھا مگر چاندنی کے داؤ پیچ پہلے سے زیادہ کام تھا۔

آج کل خیر خیر میں خوشداشت، وصیت اور چاندنی کی تقسیم کی باتیں دوشو سے جاری تھیں۔

چاندنی کا کام تھا کہ خیر خیر اس کے نام کرے پھلے پانی زمین کا عائد جس کو دل چاہے دے۔ مگر۔

چوہدری اس کے لیے رشتہ میں تھا۔ سہا چاندنی کے دل کی یہ خواہش صرف کینڈے کو گھر سے بے گھر کرنے کے لیے اسے اور وہ لاکھوں سے چاندنی کا کاسا، رانگی اتنا بھی خسر نہیں ہوا تھا کہ کینڈے کو اس عمر میں اپنی گھٹی کی وجہ سے گھر سے نکلا دیتا۔

بدلتے موسم میں چوہدری کو ہانگ اچانک ٹھیرا

”آج میرا دایا میرا کرا اس کے سر ہانے بیٹھی چاندنی کو پیچھے لگ گئے..... ایک ڈاکٹر نے آگے بچھے تھے۔

گوئی دو اور دواؤں میں کمر لگی تھی، اس کی ایک دوا جب بندہ میں بدم چوہدری کی سانس اکڑنے لگی، باہر رات کی گہری خاموشی تھی، مگر والے دن بھر چوہدری کی خدمت سیدھا کر کے اب آگے سے لے لیتے تھے کینڈے دن بھر ملے پڑے رہی اور اب کی بقیہ کی دوا تک نہ تھی۔

مہمانانہ پاکیزہ

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

☆ ہنس کر یاد کرنا سے گزرا وہ کرتا ہے تو پھر وہ رونے والوں کے بجائے لڑنے والوں میں کیوں نہ مثال ہوتی.....

اس کی آنکھیں بڑے سی بڑبڑا گئیں۔
پہلے وہ ہمیشہ ایسا ہی چوہری کے ساتھ کھانا کھاتی تھی اور یہ کینڈے کے ساتھ۔ چوہری کا جس دن دل کرتا تھا۔ سب گھرانوں کے ساتھ کھانا لیتا تھا۔
کھانے کی ہیز پر برائی کرسی پہ ہمیشہ کی طرح کینڈہ بیٹھی تھی۔ جس دن چوہری سب کے ساتھ کھانا کینڈے سے آ کر دیکر خود بخود جگہ چھوڑ دیتی تھی۔ آج چاندنی کی لگی تھی، اسے اپنی جگہ دیتے تھے کہ گرم و شے کی شدید لہر اس کے اندر لگی، جسے اس نے بڑی مشکل سے دیا۔

کھانا کھانے کو بھی کس کا دل کرتا تھا سب بس بونجی ایک دوسرے کا ساتھ دینے کو چتر لہے زہر مار کر کے اٹھ گئے عہدہ وہیں بیٹھی رہی۔
آج کینڈہ کو اس جگہ دیکر کاغذیوں کے سنے ناگ اسے ڈٹے کو تیار کر لے رہے تھے اور اسے روئے کے دروات یاد آ رہی تھی، جب چوہری کی گزرتی حالت کے پیش نظر اس نے حویلی کا کاغذ اس کے سامنے رکھا تھا۔

☆☆☆

وہ پہنی ہوئی آنکھوں سے زمین پر پڑے حویلی کے کاغذات کو دیکھ رہی تھی۔
”تجھے ڈراما سی کیا نہیں آئی..... بے حیا.....“
چوہری کے الفاظ نے اسے ڈس لایا۔
”اوہ میں تو نہیں گپا زندہ ہوں ابھی اور تو.....“
اسی سے بڑا سے کا سوئے گی۔“
انکی بات کر کے اس کی سانس پڑھ گئی۔
”میں تو تیس..... کل..... کلاں کو جھڑے نہ پڑ جائیں۔“ اس سے بات ہائی مشکل ہو گئی۔
”اوتے کوں کرے گا جھڑ..... کینڈہ..... یا بچے؟“ اس نے پرسش لہا تھا ساتھ چلا یا۔
”وہ میری بیوی میرے بچے ہیں میں انہیں چنگا جانتا ہوں۔“

چوہری کے لب و لہجے میں اس کی سوس کی لیے جو ہر ماں اور امجاد تھا، اس نے چاندنی کھلا کے

رکھ دیا۔
”کیا کھانا تو نے چوہری..... تو انہیں جانتا تھا پر مجھے نہیں.....“
”میرے بیٹے میں اس حویلی کا بڑا نہیں ہو گا۔“
اس کے کانوں میں ایک آواز آئی اور وہ اسے دن کے بعد سکرانی۔
”تو ربا تو نہیں رہا ہاں تو مر چکا ہے چوہری۔“
بھیل کی گہری غلائی آنکھیں پاگ جندوں سے دھک رہی تھیں۔

☆☆☆

ایک ہی دن سے چھوٹی حویلی کی خصوصی صفائیاں شروع ہو گئیں۔
تو کڑیج اور کینڈہ سب جہان تھے کہ ابھی چوہری کے قل بھی نہیں پڑے گی ہے کہ یہ انتظام ہونے لگا۔ بڑی حویلی میں تو بائیس کے کبے ہی کینڈے نے چوہری کی جگہ لے لی تھی۔ اسی بات کا ڈر تھا اور وہ سب بور تھا۔ چاندنی بل کھاتی موقع کی تلاش میں تھی اور موقع اسے مل گیا۔

☆☆☆

”نی اڑو یا نہ جہیں اپنے گھروں میں کام کاغذ نہیں جو سرے سے اچھا کر چھو چلائی ہو۔“
معمول کے مطابق عورتیں اپنا دکھ سکے کے کینڈے کے بڑے سارے دبیزے میں جمع تھیں۔
نہم کے بڑوں سے تخی عورتوں میں چپ بھیل گی۔
”پھلوں چھٹی تھی سو ابھر سے کوئی دیا بیٹھا ہے اور ہمیں بچی دینے کو۔“ (چلو جلدی، جلدی بھاگو یہاں سے کوں غالی بیٹھا ہے تم سے ملنے کو)
اس کا اعجاز تھا۔ آئینہ تھا۔ کینڈہ ابھی اس کی طرف آئی نہیں تھی اور چاندنی لوگ اس سے بہتر موقع اور کوئی نہیں۔
کینڈہ کا ساروں سے معمول تھا کہ گاؤں کی عورتوں سے ان کے دکھ کھن کر تھی بلکہ کر دیا کرتی تھی۔
کینڈہ آئی تو ب بات چلی تھیں۔
”میں نے چلا کیا ہے سب کو..... دیکھ کینڈہ۔“

اس کا لہجہ کی بھی احترام سے غالی تھا۔
”مجھے پھلوں ملے ہند نہیں، تجھے رہتا ہے تو اپنے ہی دور اور..... میری بڑی سے اور شرافت نال..... نہیں تو چھوٹی حویلی خالی پڑی ہے آخر جا کے اپنے شوق پر رہ کرنا۔“ اس نے ہم چھوڑ کے کینڈہ کے پر پہنچے اڑتے دیکھے پھر اٹھنا سے ہوئی۔
”تیرا ہی فائدہ ہے..... ابھر ہے پھلوں میں کھانا اور قل چر حادے تو قرآن ختم..... جو عمر سی آنے لگی رہا۔ دینے بھی تجھے تو سہاں ہوتے ہوئے کسی بیواؤں والے شوق رہے ہیں سارے۔“
اس کا لہجہ چھلکی کر کے وہ کہہ کر نہیں، یہ دیکھنے کے لیے بھی کس کی آواز سن کر بچے پر ہل آئے تھے۔

☆☆☆

انکی صبح بڑی حویلی میں سب سے تاریک سورج طاری ہوا تھا، اسے ملازم سے خبر مل چکی تھی کہ کینڈہ کی حویلی حویلی چلی جائے گی۔
وہ اپنی جیت پہ نازاں ہوئی۔ کینڈہ کی صلی جو طبیعت اور کر بھی کیا تھی تھی۔
بائیس کی ہیز غالی تھی۔ صرف اس کا اپنا شکر تھا تھا۔
”کینے کہاں ہیں؟“ اس نے اپنی دھن میں من پوچھا تھا۔
”میں چارے ہیں۔“
انہم کر کے سے قل کر کہا ہر آتے بڑے بیٹے نے جواب دیا۔

چاندنی کے ہاتھ سے تولد چھوٹ گیا۔ وہ بچوں کے پیچھے پیچھے گھر ساروں کے ساتھ کینڈہ کو دیکھ چکی تھی۔
”کیا مطلب ہے تیرا..... نہ تو لوگ کدھر چل دیے۔ میں نے تو کینڈے کا کہا تھا۔“
”وہ ایک نہیں جا میں کی۔ ہم بھی ساتھ جائیں گے ان کے۔“
اب کی بار بولنے والی اس کی بیٹی تھی۔
چاندنی منہ کھولے ایک بچہ عورت اور اس کی سوتیل اولا کو ایک دو بچے کے لیے سہارا بن کے کھڑی دیکھتی رہی۔

عورت کیجانی

کینڈہ کا سر جگا ہوا تھا مگر اس بھنگے سر کے ان کے جسم کے پیچھے کسی کی اپنی اولاد اس کے سامنے آگئی تھی۔
”واو..... واو دوسرے بچوں واو..... اس دن کے لیے میں نے تو کوں کو پالا ہوا۔“
”آپ نے نہیں پالا ہالا۔“ بیٹے نے اس کی بات کاٹ دی۔
”ہیں میں ہی اہل نے بالا ہے آپ نے صرف ہمیں پیدا کیا اور اس کے بعد ہمیں دوسروں کے گرم، نرم پر چھوڑ کر بھول گئیں۔ ہم تو سب سوئے کا جتنا بھی کھڑا اور گرم کر کے جس نے ہمیں بڑی امان بھی مہیا کر لی۔ اس کے بڑی درت۔“

اس کی آواز کی گونج حویلی کے درود ہوا۔ نہ کر کر سر پھٹ گئی۔

”میں تو جہان ہوں کہ آج آپ کو نہیں روئے گا خیال بھی کیسے آئے گا۔ میں تو سمجھا تھا کہ نہیں گھر سے۔ ل۔ آج آپ حویلی میں اپنی سکرانی کا شوق دل کھوڑ کر منائیں گی۔“
”مت ماری گئی ہے تو کوں کی میں..... میں نے تم لوگوں سے کب کہا کہ.....“

وہ تیرے بڑی سے اٹھ کر ان کی طرف آئی۔ بیٹے کا ہاتھ تھا چا ہا۔ جسے اس نے فوراً ہی جھک دیا۔
”جس گھر میں ہماری ماں کے لیے جگہ نہیں، ہم بھی وہاں نہیں رہیں گے۔“
”ل..... لیکن تمہاری ماں تو ہیں ہوں۔“ اس کے لبوں نے بے آواز ہنسی کی اور وہ پھر کابت بنی نہیں جاتا ہوا دیکھتی رہی۔

اس نے تو فطرت چھوٹے تھے۔ جس نے آبیاری کی تھی موسم کی تخی سمجھی تھی، جس نے اپنی بھتی کے لیے راتوں کو جاگ، جاگ کر دعا مانگی تھیں۔ اب بھیل کھانے کی ہڈی میں اسی کی تھی۔
اور وہ..... وہ خود ماں بن کر بھی بچے جن کر بھی خبر رہی ہو گی۔



ناولٹ

چاک چاک قبائلی

ناہید سلطان اختر

”حاضر ہو سکتا ہوں میڈم؟“ مجھے دروازے کی
ست سے آنے والی آواز نے ایک ضروری فائل میں
اے انتظار! سے ہٹ کر دروازے کی طرف دیکھنے پر
مجبور کر دیا۔
دفتر کے دروازے پر چھ فٹ سے بھی اونچی
قامت کا ایک خوش پوش شخص کھڑا مجھے دیکھ رہا تھا۔
”جی تحریف لائے۔“
وہ صحت سے چٹا میری میری دوسری جانب

پڑی کر سیدوں کے نزدیک آٹھواں اور مجھے ہوں دیکھنے لگا
پیسے بیٹھے کی اجازت ملنے کا شکر ہو۔
”تحریف رکھیے۔“
اس نے ایک کرسی چیمپی اور اس پر میرے روبرو
بیٹھ گیا۔ میں ہر دن اس کی جانب متوجہ تھی۔
”میرا نام... اور میں ہے، اور میں احسان.....
میرے تین بیٹے یہاں پڑھتے ہیں، ایک آپ کے ہاں
ہائی اسکول میں اور دو جو نیر اسکول میں..... میں جینی

ہے۔۔۔۔۔ بہر حال آپ اطمینان رکھیے، ہم آپ کی بچی کا مکمل حد تک زیادہ خیال رکھیں گے۔۔۔ میں نے اسے اطمینان بخشا ہے۔۔۔۔۔ ”ٹھیک ہے۔۔۔۔۔“ وہ کسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اپنا دایاں ہاتھ پیشانی تک لے گیا اور بولا۔ ”آپ کا وقت لیا، مہربانی،“ وہ مڑا اور لے، لیے ڈگ بھر تار و راز سے تک پہنچا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

”میں ندرت نے مجھے اور میں نے کسی ندرت کو دیکھا۔۔۔۔۔“ ہم اس بچی کی والدہ کو بڑی کی ڈتے داری عورت لگتی ہیں، کسی مرتبہ تو وہ آپ سے مل چکی ہیں۔۔۔۔۔ ”ہاں۔۔۔۔۔“

”اور بڑی شائستہ اور متحمل مزاج ہیں سی۔۔۔۔۔ اور یہ صاحب انہیں نہ جانے کیا کچھ کمرے سے۔۔۔۔۔“ وہ سیدھے زمین آسمان کا فرق ہے۔۔۔۔۔ ”دلوں میں۔۔۔۔۔“

”اس میں ندرت بہت فرق ہے۔۔۔۔۔ پر سناٹائی جھڑپا بھی نہیں۔۔۔۔۔“ میں نے تائید کی۔

”یائسین کی ماں سیدھی سادی معمولی شکل صورت کی برقع پوش عورت تھی جو مجھ سے ملنے کے لیے جب بھی آتی اپنے نصف زہریلے چہرے پر بڑی کر کے کھینچی مٹی نقاب میرے دفتر میں آنے کے بعد بچہ گرانی۔۔۔۔۔ اس کے بچوں میں عموماً ہلاکت کی سستی سی چٹائیں پانچے اس کا لباس آٹھوئی ہوئے کی گواہی دیتے۔

”یائسین کا اپنی بیوی کے برعکس نہایت پینڈم اور خوش لباس انسان تھا۔ سچ تو یہ تھا کہ شکل صورت اور صیغے کے اعتبار سے دونوں مایاں، بیوی ایک دوسرے کے برعکس تھے۔ انہیں ”اوڈو کپلا“ کہتے تھے کوئی حرج نہیں تھا۔

☆☆☆☆

بہنہ یزید گزرا ہوا کہ وہ غصہ پھرا گیا۔ ہاں بار بیوی بھی اس کے ہوا تھی۔ وہ اجازت لے کر میرے دفتر میں داخل ہوا اور میری میز کے نزدیک بیٹھ کر اس نے مجھ سے کہا۔ ”میزم۔۔۔۔۔! اس عورت کو تو آپ

پچگانی ہوں گی؟“

”بہت اچھی طرح۔۔۔۔۔ میں نے کہا اور اپنا ہاتھ برقع پوش خاتون کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔

”یائسین کی والدہ۔۔۔۔۔“

خاتون کا ہاتھ چور ہوا تھا۔

”تعریف رکھیے۔۔۔۔۔“ میں نے انہیں بیٹھنے کی دعوت دی۔

دونوں میرے روبرو بیٹھ گئے۔

مایاں، بیوی دونوں پہلو بہ پہلو بیٹھے ”اوڈو کپلا“ سے بھی اور سبکی چیز کر رہے تھے۔ خاتون سیاہ برقع میں لپٹی ہوئی تھی۔ اس کی صورت معمولی اور سبکی لپٹا پونی سے بڑا تھی۔ اس کی آنکھوں میں اداسی، بے بسی اور خوف کی مٹی جلی کیفیت تھی۔ مرد خود بڑا خوش لباس اور خوشبو میں رہا ہوا تھا۔

”میزم۔۔۔۔۔“ یائسین کے باپ نے اپنے دائیں ہاتھ کی جگھنچ پیٹا دے ساتھ بھی عورت کی طرف اشارہ کیا۔ ”بڑی سستی ہے یہ عورت میری بیوی ہے۔ اور میرے تین بچوں کی ماں۔ اس عورت نے میری زندگی بچم بچا کر ہے۔ چاہل، کنوار، اجڑ۔۔۔۔۔ مجھے اس کو اپنی بیوی بتاتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔“

میں دم بخود اسے سامنے بیٹھی عورت کو دیکھ رہی تھی۔ وہ میرے لیے کبھی نہیں تھی۔ میرے ادارے کی ایک ملازمہ کی والدہ کی حیثیت سے اس سے میری پہلے بھی کئی بار ملاقات ہو چکی تھی مگر ان ملاقاتوں اور چالیہ ملاقات میں بہت فرق تھا۔ سابقہ ملاقاتوں میں وہ مجھے ایک بے ڈر ادارہ میں ملازمین خاشاں ماں کے روپ میں دکھائی دیتی تھی مگر اس ملاقات میں وہ کسی مجرم کی طرح سر جھکا کر میرے سامنے بیٹھی تھی۔ شوہر اس کی تدبیر کر رہا تھا اور وہ خوفزدہ، ڈری، کسی سی بیٹھی اس کی طرح جیسے اس کی بیٹی یائسین میرے دفتر میں بلائے جانے پر ہاب کو دیکھ کر کھسکی گئی تھی۔

میں یہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ وہ غصہ اپنی بیوی کو میرے سامنے لیل کیوں کر رہا تھا۔

”آپ اس جاہل عورت کی صورت دیکھیں

میزم۔۔۔۔۔ یہ نہیں سے میری بیوی لگتی ہے، میں یہ نہیں میں اپنے بچوں کے بہتر مستقبل کے لیے بڑا ہوں، وہاں سے لکھا کر ریاں بکھیتی ہوں۔ یہ بیٹی عورت بے دردی سے لڑاتی ہے، اسے گھر والوں کو دیتی ہے۔ امیرے غریبوں کو دیتی ہے۔ میرا اپنا بڑی سستی بھی ہے یہاں، میں نے ذکر کر رکھے ہوئے ہیں، ذکر آکر رہے ہیں بڑھاتے ہیں کہ نقصان ہو گیا، یہ اپنا نقصان پورا کرنے کے لیے پیسے بکڑا دیتی ہے۔ میرے بچوں کی حالت دیکھیں آپ۔۔۔۔۔ سوکھ کر کاٹنا ہوئے ہیں اس عورت کو پر ادھی ٹانگیں۔ ٹانگیں نہ چمک سے لکھا کاٹ کر دیتی ہے، نہ ان کا خیال رکھتی ہے۔ جھنگی، چاہل، کنوار۔۔۔۔۔“

اپنی تدبیر پر میرے سامنے بیٹھی عورت کے دل پر خدا جانے کیا کر رہی ہوگی، مجھ سے اس کی تدبیر برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

”آئی ایم سوری اور اس صاحب میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ آپ اپنے قطعاً کئی اور گھر کی معاملات میرے سامنے کیوں بیان کر رہے ہیں۔“

میں نے قدر دہنی سے کہا۔

”اس لیے کہ۔۔۔۔۔ آپ اسے ایک ڈرے دار ماں سمجھتی ہیں۔ بایک فیروز ڈرے دار عورت ہے میڈم۔۔۔۔۔ اسے سمجھائیں کہ یہ جہالت چھوڑے، عقل بکڑے، خود کو بدلے اور نہا چھائیں ہوگا۔“

”معاف فرمائیے گا۔۔۔۔۔ میں اس ادارے کی مگرمان ہوں اور یہاں میرے فرائض اور ڈرے دار پولیس کی نوعیت بکھو رہے۔۔۔۔۔ میں یہاں آؤ والدین کی جلی پہلو سے اٹھنے اور ان کی جلی کر کے نہیں آؤں گی۔“

”مجھے کچھ ضروری کام ہے میری والدہ کی سستی یہ آپ کے پاس ہی بیٹھی رہے۔ میں والدہ کی پر اسے لے لوں گا۔“ وہ چاک بکھڑا کھڑا ہوا۔

میں نے حیرانی سے اسے دیکھا۔ وہ مجھ کا ر ہاتھ مجھے۔ کیا میں وہاں اس بیٹوں کے بیٹے اپنی بیوی اور بچوں کی ماں کے لیے تھدیب سے بات کرنے کی توفیق

چاک بکھڑا ہوا

بھی نہ تھی مگر یہ مسائل سننے کے لیے وہاں بیٹھی تھی۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتی وہ مڑا اور مجھے کوگو کیفیت میں چھوڑ کر میرے کمرے کے دروازے سے نکل گیا۔ اس کے سامنے آنے والی خاتون تادم وشر مسار کی میرے سامنے بیٹھی تھی۔

”کس قسم کے آدمی ہیں آپ کے شوہر۔۔۔۔۔“

میں نے جھانپے ہوئے تجھے میں کہا۔

اس نے کمر بھجکا لیا۔

”آپ کیوں بھجھا چھوڑ کر کہاں گئے ہیں؟“

”پتا نہیں۔۔۔۔۔ وہ مرد ہی آواز میں بولی۔

”شاید جو تیرے کشیں۔۔۔۔۔“ میں نے قیاس کیا۔

”وہاں بھی تو آپ کے بچے بڑھتے ہیں ناں۔۔۔۔۔“

”جی۔۔۔۔۔“ خاتون نے دھکی آواز میں کہا۔ ”مگر وہاں سے تو وہ مجھے ذلیل کر کے آپ کے پاس لائے ہیں۔“

”وہاں کی۔۔۔۔۔“ میں نے چمک کر خاتون کو دیکھا۔

”جی۔۔۔۔۔“

”کیوں۔۔۔۔۔“

”ان کی مرضی۔۔۔۔۔ اس کے کیوں پر بڑی گھائل سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

”یہ کیا بات ہوئی۔“

”جی تو بات ہے۔۔۔۔۔ وہ مرد وہی ہیں۔ شوہر ہیں میرے۔۔۔۔۔ وہ چوچا ہیں کہ کتنے ہیں۔“

”عجب بات ہے۔۔۔۔۔ وہ آدمی تو آپ کو برا بھلا کہتے رہے اور آپ کو بکھن بکھن بولیں۔“

”بولتی تھی جی ایک دفعہ۔ بہت پہلے۔۔۔۔۔“

”پھر۔۔۔۔۔“

”انہوں نے میرے ہال کا ٹہ دے۔“

”ہاں جی۔۔۔۔۔ میں نے اسے حرج سے دیکھا۔

”ہاں جی۔۔۔۔۔ بس ہال ہی تو لیے تھے میرے۔۔۔۔۔ انہوں نے میری چوٹی کاٹ دی۔“

”اور آپ بکھن بکھن بولیں؟“

”کیا بکھن۔۔۔۔۔ عورت ہوں ناں جی۔۔۔۔۔ بیوی ہوں، ان کے بچوں کی ماں ہوں۔“ مکرر ہوں۔“

اوردی محسوس ہونے لگی۔
 "نہیں میں..... شکر ہے..... اتنی ذلت کے بعد تو
 بندہ ہر پہنے جو کاجی نہیں رہتا۔"
 "آپ کو بھی کسی ہیں؟"
 "اب تو بڑھا کھاسب بھول گئی جی..... ویسے
 بی اے کیا تھا میں نے۔"
 "اور آپ کے شوہر؟"
 "میزکر قتل....."

"مسعودی عرب میں کیا کرتے ہیں؟"
 "میں عربی کی دکان پر ملازم رہا۔"
 "پہلے سے تو ٹھیک ٹھاک لگتے ہیں۔"
 "باہر جا کر بندے کے پری کل آئے ہیں میڈم جی۔"
 "آپ بھی نہیں باہر؟"

"حسرت ہے کہ میری جرم پاک دیکھوں، مسجد بنی
 میں جہرے کروں۔" اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔
 "کہیں اپنے شوہر سے کہلائے وہ آپ کو؟"
 "اس کے ہالانے سے کچھ نہیں ہوتا، بلاوا تو اوپر
 سے آتا ہے جی۔"

"آپ اتنی بھجدار ہیں، اتنی اچھی باتیں کرتی
 ہیں، مجھے افسوس ہوتا ہے کہ شوہر کی آپ سے انظر
 اسٹینڈنگ کیوں نہیں۔"
 "وہ مجھے انظر اسٹینڈ کرتا ہے..... حقیر سمجھتا
 ہے، مجھے اپنے لائق نہیں سمجھتا۔"
 "تھوڑا سا پیچ کر لیں آپ خود کو۔"
 "کیا..... کیا پہنچ کر لوں گی؟"

"برقع کی جگہ بلیا یا پار..... آج کل تو بڑے
 فیضی عباد آگے ہیں بازار میں۔"
 "عیالیا میری صورت تو نہیں بدل سکتی۔"
 "ٹیک سے صورت میں بدل جاتی ہے، آپ
 جب بھی میرے پاس آئی ہیں بغیر ٹیک کے۔"
 "پہلے میں کرتی تھی، فاؤنڈیشن، مرکا، اپ
 انک سب استعمال کرتی تھی۔ یہ تین سال کا کورس بھی کیا ہوا
 ہے میں نے مگر وہ بھری مجھے ہلنے دیتا رہتا، لٹائی اڑاتا،

تھا۔" اس نے میرے سوال کے جواب میں کہا۔
 "اچھا تو نے نے کی شادی بھی آپ کی اس سے۔"
 "ہاں جی....."
 "آپ کی بہن کی شادی ہوگئی آپ کے بھائی سے؟"
 "ہاں جی..... تم نے بھی ہیں ماشاء اللہ ان کے بھی۔"
 "مسماں، یہی خوش ہیں؟"
 "بہت....."
 "اس کی بہن سے تو آپ کا بڑا رشتہ ہوا۔"

"وہ نہیں جی فرمیں۔"
 "کیا مطلب؟"
 "بہرگز نہ بھی ہیں..... میرے سر میرے
 ماموں بھی ہیں۔"
 "آئی سی..... بھئی آپ کے مسیڈ آپ کے
 ماموں کے بیٹے ہیں۔"

"جی ہاں جی....."
 "پھر تو اس شخص کو آپ سے اپنے اس رشتے کی بھی
 لاج ہونی چاہیے۔ آپ کے ماموں حیات ہیں؟"
 "ہاں جی ماشاء اللہ ماموں، دادوں حیات ہیں۔"
 "وہ نہیں سمجھتے؟ اپنے بیٹے کو۔"
 "جب آدمی خود نہ سمجھتا چاہے تو اسے کوئی بھی
 نہیں سمجھا سکتا۔"

"اس کی بہن آپ کے بھائی کے گھر میں ہے۔"
 "بھائی سے کہیں اس کی خبر لے۔"
 "اپنے گھر کی آگ میں دوسرے گھر میں کیوں
 پھینکوں گی۔"
 "اس کے خواب نے مجھے شرمندہ کر دیا۔"

"میں ایک تھوڑی سی بات کہتی ہوں، وہ نہیں سمجھتی اسکی
 عمر میں جتن کے مال، ہاپ، بہن، بھائی سب کو پا
 ہوتا ہے کر شوہر ان کے گھر کی بیٹی کے ساتھ کیا سلوک
 کر رہا ہے پھر بھی وہ بیچارے چپ رہتے ہیں، مگر جو
 بنانا ہوا۔"
 "چائے لٹاؤں آپ کو؟" مجھے اس سے

خیال میں کوئی مرد اپنی بیوی کے بارے میں انتہائی
 صورت میں کسی کی اچھی کے سامنے کچھ کا۔"
 "آپ ٹھیک کہتی ہیں۔"
 "میں ٹھیک کہتی ہوں تو آپ کو ان کی شکایات
 دور کرنی چاہئیں۔"
 "میں تو ہر کوشش کر کے دیکھ چکی..... اپنی حصل
 تو نہیں بدل سکتی ناں سی۔"
 "کیا مطلب.....؟"

"انہیں میری شکل اچھی نہیں لگتی۔ میں کیا کروں اس
 چہرے پر دوسرا چہرہ ان کی پسند کا ہو کہاں سے لگاؤں۔"
 "سکتی کی دور کا سرا میرے ہاتھ لگا تھا۔"
 "براہ راست مانے گا..... چہرے پر دوسرا چہرہ نہیں
 لگا سکتیں مگر اپنا طیلو تو بہتر بنا سکتی ہیں آپ۔"

"کیا کروں..... برقع جو میں بارہ سال کی عمر
 سے ادا کرتی ہوں اتنا کر چھیک دوں، ہال جو پہلے ہی
 ایک بار کاٹ چکے ہیں اور بڑی مشکل سے بڑھے
 ایک ٹکڑا دوں، پر روز بونی پار میں بیٹھی رہوں۔ مگر کا
 خرچا تو مجھے لڑا لڑا کر دیتے ہیں، بھولی پار کا خرچ
 کیسے دیں گے اور..... میڈم جی بونی پار جانے سے
 میرے من خوش تو تبدیل نہیں ہو سکتے ناں جی.....
 انہوں نے تو دیا ہی رہتا ہے جیسا اللہ نے انہیں بنایا
 ہے۔" اس کی دل گری بڑھ گئی۔

"اللہ نے آپ کو بہت اچھا بنا دیا ہے، آپ کے
 نہیں خوش بہت اچھے ہیں، بس ذرا سی توجہ چاہیے انہیں
 اور اچھا لگنے کے لیے۔" میں نے اس کی دہلیز کی۔
 "رہنے دیں جی..... مجھے پتا ہے کتنے اچھے
 ہیں..... مجھے پتا چاہیے وہی ساگن..... میرے شوہر
 نے تو مجھے بھی منہ نہیں لگایا۔ وہ کہتا ہے یہ بزدلی کا
 رشتہ ہے، میں تو مجھ سے شادی کرنا ہی نہیں چاہتا تھا۔"
 "تو پھر کریں جی اس سے؟"

"اس نے مجھے دیکھا..... اس کی آنکھوں میں نمی
 کے ساتھ آک کر بک رہی تھی۔
 "اس کی بہن کی رشتہ میرے بھائی سے جو طے

"بھری کی ماں کو بہت مشہور ہوتا ہے۔"
 "پاؤں کی جوتی ہوں جی ان کی..... وہ کہتے ہیں
 تجھے اتنا کر بھینکوں گا، دوسری جوتی پہنوں گا۔"
 "ادھل ولاؤ..... ایک بات تا نہیں..... آپ
 کے مسیڈ جو کچھ کہہ رہے تھے کیا واقعی ایسا ہے؟"
 "کیا جی.....؟"

"بھیک کر آپ ان کی کمائی کو بے درجہ لٹاتی ہیں،
 گھر کا اور بچوں کا خیال نہیں رکھتیں۔"
 "وہ جو کچھ ٹھیک ہے۔"
 "نہیں میں تو آپ کو اپنے بچوں کے
 بارے میں خاصا ذہ دار پایا ہے۔" میں نے کہا۔
 "بندے بھی دیکھتے ہیں جی..... اللہ پاک بھی
 دیکھ رہا ہے۔"

"پھر وہ کیوں مودار اٹھ رہا ہے ہیں آپ کو؟"
 "ہاپ گھر آتا ہے تو مجھے خوش ہوتے ہیں۔"
 "میرے بیٹے ہاپ کے آنے پر کھم جاتے ہیں جی..... وہ
 بیٹے دن پہلاں رہتے ہیں میری اور بچوں کی جان پر پی
 راتی ہے، یہی وہ مجھے رشتے واردوں میں لے جا کر
 ذلیل کرتے ہیں جی اپنی دوستوں میں..... بھی اپنے
 نوکروں کے سامنے بھی مہماں کے سامنے..... یہ جو
 آپ سے کہہ رہے تھے ناں کہ..... نوکروں نے کہا
 نقصان ہو گیا اور اس نے انہیں نقصان پر اکر کرنے کو
 پیسے دے دیے۔" انہوں نے مسودے سے خوشی کر کے
 کہا تھا مجھ شاپ سے لے کر آئیں گے انہیں پیسے دے
 دینا..... اور میرے گھر والے وہ تو ان کا ایک پیریک
 لینے کے روادار نہیں..... انہیں ہلا کیا دوں گی میں۔"

"حسرت ہے۔" ویسے ایک بات کہوں آپ برا
 مت مٹا لے گا۔ کوئی بھی مرد بلا سبب اپنی بیوی کو اس
 طرح دوسروں کے سامنے ذلیل نہیں کرتا۔ میں آپ
 کے شوہر کے لئے قصداً انہیں عورت ہوں، آج ان سے
 میری دوسری ملاقات تھی۔ پہلی ملاقات میں وہ بیٹی کی
 پر اکر میں معلوم کرنے آئے تھے آج وہ آپ کو ساتھ
 لائے اور میرے سامنے وہ باتیں کہے ہیں جو میرے

”آپ شہر کی رہنے والی ہیں جی اس لیے آپ کو عجیب لگتا ہے۔ ہم گاؤں کی عورتوں کی کھٹی میں بڑی ہوتی ہے اطاعت گزار۔ کبھی بڑھکھ جاکیں انہیں مائیں نہیں سمجھائی ہیں کہ مرد کے پیچھے سر جھکا کر چلتا ہے، گاؤں سے شہر آ کر بھی ہم اپنے مردوں کے پیچھے گائے کی طرح سر جھکا رہتی ہیں۔“

”ہر سال کچھ لافاقت کے مقابلے میں آپ بہت مختلف دکھائی دے رہی ہیں۔ ریڈیو اور خوش“

”خوش تو خیر میں ان کے ہونے سے ہوتی ہوں۔ اب یہ اور بات ہے کہ کس انہیں خوش دکھائی اچھی نہیں لگتی۔“

”حیرت ہے کہ آپ ایسے آدمی کے ہونے سے خوش ہوتی ہیں۔“

”محبت اسی کہتے ہیں جی۔“

”محبت! میں دوسرے سے نفی۔“ جو شخص اتنی ذلت کرے اس سے نفرت بھی نہ کرے بندہ۔“

دنیاے ادب و صحافت میں ترقی سے اپنا نام بنانی باصلاحیت تحریر کار

دردِ دل و عشقِ دل

کاملاً حیات ناول

صفہ

مغربی پاکیزہ مصنفات کی زینت بنے جا رہا ہے

یہ روائی ہیر، ہیر وڈن کی کہانی نہیں بلکہ عورت کے مستقل، انھیں سوالات و تجویز فنی ہے

عورت کے مقام کا تعین کرانی ایک نئی بات

ماستعداد اور پچھ کہانی ہاڈون پاکیزہ کا تعین کی نذر

میں بہت متعلیٰ سی اپنی کرسی پر اوپن بیٹھی اور اگلے ہی لمحے کمرے سے باہر جانے کو یوں اٹھ کھڑی ہوئی جیسے تازہ ہوا میں جا کر گہری سانس نہیں لو لیتا میرا دم گھٹ جائے گا۔

مجھے اس خانوں سے دلی بھر رہی محسوس ہو رہی تھی۔

☆☆☆☆

دو تین منٹے گزرے کہ ایک روز بائین کی والدہ مجھ سے ملنے لگی۔ اس بات پر انہیں متعلق اور پیش۔

”کبھی ہیں آپ؟“ میں نے پوچھا۔

”نہیں ہوں میڈم جی۔ اللہ کی مہربانی ہے۔“ وہ مسکرائی۔

”تمہیں حیدر سے رابطہ کیا آپ نے؟“

”جی نہیں۔“

”کیوں؟“

”جی جی جب تک دور ہے کسی اور بات کا ہوش ہی نہیں رہا۔“

”یعنی اتنا بے ہوش رکھا انہوں نے۔“ میں نے خوش مذاقی کا مظاہرہ کیا۔

”آپ کی سوچ سے بڑھ کر میڈم۔“

”پھر کسی آپ خوش ہیں۔“

”کیا کروں۔“ میرے سر تاج اور بچوں کے ہاتھ جو ہیں۔“

”مجب اطاعت گزار ہے۔“

”مجبور ہے اس جی۔“

”ایک بات تو چھوٹی؟“

”چھوٹی۔“

”کبھی محبت بھی رہی آپ کو اس شخص سے؟“

”کبھی۔“ اس نے ہلکی بھر کو توقف کیا پھر پورے یقین سے بولی۔ ”دو جی ایک پرانا ہندوستانی گانا ہے میں تو پیار کرے یا کھڑا کرے۔ ہم تو ہیں تیرے دیوانوں میں۔“ وہ فٹ بیٹھتا ہے مجھ پر۔

”میرے سے نہیں دلی۔“

”عجیب بات ہے۔“ میں نے کہا۔

آپ کا قیمتی وقت ضائع ہو رہا ہے لیکن میری مشکل یہ ہے کہ میرے سپینڈ مجھے آپ کے پاس بیٹھا چھوڑ سکے ہیں اور اب ان کی واپسی کا مجھے نہیں بیٹھ کر انتظار کرنا ہے، ورنہ۔۔۔“ اس نے بات اور میری چھوڑ دی۔

”ورنہ۔۔۔“

”جو میں بھی نہ کہہ سکتی۔“ یہ بات کہتے ہوئے اس کے چہرے سے سخت سرائیکی لک رہی تھی۔

”اتنا غلط کیوں کرتی ہیں آپ؟“ مجھے خانوں سے اور بھر رہی ہوئی۔

”بچوں کی خاطر۔۔۔“ اس کے لبوں پر بخور و سی مسکراہٹ ہو رہا ہوئی۔ پھر اس نے کہا۔ ”میڈم جی میں تو یہ سوچ کر ہی ان کی ہرزادائی کو چھپ چاپ برداشت کر رہی ہوں کہ میں اپنے بچوں کی نگرانی بن کر ان کے گھر میں پڑی رہوں۔“

میرا دل ایک ایسی عورت کے غم میں ٹھنکے گا جس سے میری واپسی کی شناسائی تھی۔

شہر کی واپسی تک وہ میرے دفتر میں بیٹھی رہی، وہ واپس آتا تو اسے دیکھتے ہی وہ دم کمرے کی۔ شہر اور یہی دو دریاں محبت اور انیت کے بجائے ڈاروں خوف کا قلعی میرے لیے ایک فیر مہر تھا۔

”اسید ہے آپ نے اس کی اچھی طرح کلاس لی ہوگی۔“ شوہر نے کہا۔

”خدا ارم کرے۔“ میرا دل پورا کا پورا خانوں کی حمایت و طرفداری میں تھا۔

”چلتے ہیں میڈم۔“ وہ اکثر لیجے میں بولا۔

”اوکے۔۔۔“

خانوں نے میری طرف دیکھا۔ خوف، دھشت، دھشت، بے یقینی میں نے اس سے پہلے نہ اس کے بعد بھی کسی عورت کی آنکھوں میں وہ کیفیت نہیں دیکھی۔

وہ آگے تھا اور برق میں لپٹی عورت اپنے دونوں بازوؤں کو کیٹھنے اس کے پیچھے۔

کہا تو کچھ بھی کر لے تیری اصل صورت تو وی ڈنٹی ہے، بھگ! میں نے اپنی ساری کا ٹیکس ہانٹ دیں۔ اب میں کچھ نہیں لگاتی۔ جیسی ہوں ویسی ہی باقی ہوں۔“

”میں آپ کو اپنی ایک بھجور سے ملواؤں گی۔۔۔“

لباس امریکہ آپ میں، میں نے ان سے بہتر خانوں اپنے اسلاف بلکہ تمام حلقہ احباب میں نہیں دیکھی۔ وہ آپ کو میک کے ایسے کرنا نہیں کی کہ بندہ میک آپ میں ہوتے ہوئے بھی بالکل بچھڑا دکھتا ہے۔

اس کے لبوں پر یہی دل گرفتگی مسکراہٹ بھیل گئی۔

”میڈم جی مقدور بھی میک آپ سے نہیں بدلتا۔ خیر آپ جتنی ہیں تو میں مل لوں گی ان سے۔“

”ابھی ملوا دوں؟“

”آپ کی مرضی۔۔۔“

اگرچہ میرے بہت سے دفتری امور میری توجہ کے منتظر تھے لیکن نہ جانے کیوں میرا ہی چاہ رہا تھا کہ میں اگر اس خانوں کی کچھ مدد کر سکتی ہوں تو ضرور کروں کسی کے کام آتا، کسی کو مشکل سے نکالنا بھی تو خدمت ہے۔

میں نے مسرتھیں حیدر کو بلوایا۔ وہی بچہ جنہیں پرانی گرومک میں میرے حلقہ احباب میں خاص امتیاز تھا، ڈاؤر خاتون کا ہم شتاف کرانے کے بعد میں اپنی ساسھی سے

”مسز حیدر! آپ کو ان خانوں کی پرسنل گرومک میں مدد کرنی ہے۔“ یہ گاہے گاہے آپ کی اور اپنی بھولت کے مطابق آپ سے رابطے میں رہی تھی۔

”میک ہے میڈم۔“ لیکن حیدر نے کہا۔

”میک ہی۔۔۔ بس آج آپ کو ان سے ملوانا مقصود تھا۔“

دونوں نے ایک دوسرے کو اپنا نمبر دیا۔ مجھے احساس ہوا کہ خانوں لیکن حیدر سے ملنے اور نمبر لینے میں کچھ زیادہ کچھ نہیں تھی۔

”لیکن حیدر کے جانے کے بعد وہ بولی۔

”میں بہت شرمندگی محسوس کر رہی ہوں کہ میری وجہ

”خدا کی زمین بہت بڑی ہے۔“
”مگر میرے پوتے وہ ہیں ان میں۔“
”تو ہمساری زندگی اس سے ڈری بھی رہیں۔“
”خیر ہے جی۔۔۔ ایسے جی کر جائے تو خوش ہوں میں۔“
عجیب عورت تھی۔۔۔ ذلت سہہ کر دیا، میں رو کر بھی خوش۔۔۔

☆☆☆

نیا قلعی سال شروع ہو گیا۔ اس سے بھلا قات ہوئی۔ ساتویں جماعت کی معاشرتی علوم کی درسی کتاب بازار میں دستیاب نہ تھی اور یاسین نے ماں سے کتاب کی کسی بھی صورت فراہمی کا تقاضا کر رکھا تھا۔
”میڈم جی۔۔۔! پتا نہیں کتنی دکانیں چھان باریں میں۔۔۔ اور بازار بھی کی! یاسین کی معاشرتی علوم کی کتاب نہیں لی اور کارڈ کارڈ کا رولہ نہیں ہوتا ہے۔ کچھ بک دکانوں میں سوالوں کے جواب کیسے یاد کروں گی۔ فرسٹ ڈم میں تنبیہ چھائیں آیا تو پایا ہارن میں ہے۔۔۔ پتھر آپ کچھ بددست کریں۔“
”میں سمجھتی ہوں، اگر کل بھی تو یاسین کو دے دوں گی۔“
”یاسین کے پاپا بھی آنے والے ہیں۔“
”کب؟“
”انشاء اللہ گلے ماہ۔“ وہ سہہ کر بولی۔

میں نے دل میں سوچا اگر میں اس کی جگہ ہوتی تو ”انشاء اللہ“ کے بجائے لاجول والو والا باندھ لیتی۔
”مگر میرے کہیں کر یاسین کے لیے معاشرتی علوم کی کتاب نہیں گی۔ یاسین کی والدہ نے مجھے فون کیا۔“
”شکر ہے میڈم جی۔۔۔ اللہ آپ کو شکر لگے۔“
”شکر کی کوئی بات نہیں۔“
”کوئی آٹھ کا کچا کچا کھال دے تو بندہ اس کا شکر یہ ادا کرتا ہے۔ آپ نے تو میرے دل کی جھال کھال ہے۔ کب نہ لکھی تو یاسین کے پاپا نے اگر میرا حشر کر دیتا تھا کیسے تو کہیں سے میری بک پیدا کرتی۔“

میں ٹاپ پر ہوتا جاچے۔“ اس نے پریشانی کے عالم میں منجھ لیا۔
”ان سے کہیے گا کہ آپ کے بچوں سے زیادہ اچھے اور لائق بچے بھی ہیں ان کی کلاسوں میں۔“
”میڈم جی میں بیک بہت سکتی ہوں ان سے۔“
”میرے پاس مجھے گا، میں باتیں کروں گی ان سے۔“
یاسین کی والدہ اور کسی ہوری تھی۔
”آپ جتنا اچھے شوہر کے خوف کو اپنے اوپر عاری رکھیں گی وہ اتنا ہی تیر ہوتے جائیں گے۔۔۔ ان سے کہیں زندگی کی حقیقتوں کو قبول کرنا سیکھیں۔“
میں نے اسے بھجایا۔
”جس دن ان سے اتنا کہہ سکوں اس روز خوشی سے مری نہ جاؤں۔“

”مجھے آپ سے ہمدردی بھی محسوس ہوتی ہے غصہ بھی آتا ہے آپ پر۔۔۔ جس شخص سے تین بچے پیدا کر والے آپ سے۔ جس کی عدم موجودگی میں آپ اس کا گمراہ اور بچے سنبھالے بیٹھی ہیں اس سے اتنا کیوں ڈرتی ہیں۔“
”تا کہ میرا گھر بیا رہے، بیٹے میرے سائے کے نیچے بیٹھے رہیں۔۔۔ میرے بیٹے میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی اور امید ہیں جی۔۔۔ اس نے بھاری دے مجھے دیکھا مگر بولی۔
”گھر اور بچوں کے لیے عورت خود کو اتنا کر دو تو نہ کرے۔“
”کیا کروں جی۔۔۔ مجبور ہوں۔“
”کیا مجبور ہیں؟“
”آپ کی طرح مضبوط عورت نہیں ہوں ناں جی۔۔۔“
”مضبوط نہیں۔“
”نہیں بن سکتی۔“
”کیوں نہیں بن سکتیں؟“
”وہ مجھے میں اول فون منہ سے نکال دے تو میں اس کے گھر سے نکل کر کہاں جاؤں گی۔“

خیر جی چھوڑیں آپ یاسین کا تائیں کسی جادو سے۔“
”تو اس کی پیچڑی تائیں گی۔۔۔ میں اس کی کلاس پیچڑی کھولوا لیتی ہوں۔“
”تھیک ہے۔۔۔ ہو سکے تو یاسین کو کبھی ہالوائس جی۔۔۔ کہہ دیں گی کہ کرای آپ میڈم کے پاس آؤ تو مجھے ضرور ملنا۔“
میں نے یاسین اور اس کی کلاس پیچڑی دونوں کو بلوایا۔ یاسین میرے دفتر کے دروازے پر دواردہ دیتی تو ماں کو دیکھنے ہی کھل گئی۔ مجھے یاد آیا آپ کو میرے دفتر میں بیٹھے دیکھ کر وہ کتنی ہی ممت کی گئی تھی۔

☆☆☆

قلعی سال ختم ہونے تک یاسین کی والدہ بار بار میرے پاس آتی تھی۔۔۔ بھیجی کی تعلیمی کیفیت کا احوال معلوم کرنے، کسی اسے کسی ضرورت کے تحت جلد ہی دوا لے کے لیے، ایک دو مرتبہ اس کی بیماری کے باعث اسکول سے رخصت کی درخواست دینے۔۔۔ بھیجی اس کے میقاتی امتحان کا نتیجہ لینے بھی اسکول کی کسی قریب میں شرکت کرنے۔ ماں کی موجودگی میں یاسین مجھ سے ملتی تو اس کے چہرے پر غمخیزی بکاشت تھی اپنی مرحومہ ماں کی یاد دلائی۔۔۔ عمر رسیدگی کے باوجود اپنی نانی کو دیکھ کر خوشی تو بکاشت میں ڈوب جایا کرتی تھی۔ بچاس برس کی عمر تھوڑا کرنے کے باوجود ماں کے سائے خود کو کچھ بکھنے لگتی تھی۔ خدا میری ماں کو خیر نصیب کرے۔

سالانہ امتحانات کے نتائج میں یاسین اور جوئیر کیشن میں ذریعہ تعلیم اس کے بہن، بھائی کوئی امتیازی حیثیت نہ ملنے کے ساتھ تمام اچھے بہنوں سے پاس ہو گئے۔ یاسین اپنی جماعت میں نویں نمبر پر رہی، عمر کے اعتبار سے اس کا شمار اپنی جماعت کی کم عمر طالبات میں ہوتا تھا۔ باسٹ طالبات میں اس کا نویں نمبر پر ہونا قلمی ترقی تھا مگر اس کی والدہ نہایت پریشانی کی۔
”میڈم جی اس کے پاپا آئیں گے تو میری بہت بری خبر لگے۔ وہ تو کہتے ہیں میرے بچوں کو کلاس

وہ مسکرا دی۔
”زیادہ دے مجھے کھسے بندوں کا فلسفہ ہم جیسے معمولی پریشانی ہمیں عورتوں کی سمجھ میں آتا ہے جی۔۔۔ ہم تو بس عزت کرتے ہیں۔“
”اب کب آئیں گے تھر؟“
”انشاء اللہ اگلے سال۔“
”اور آپ۔۔۔ اگلے سال تک ان کے نام کا ورد کرتی رہیں گی؟“
”جی ہاں۔۔۔ آپ کو ایک بات بتاؤں۔۔۔ اس بارانہوں نے اخبار میں ضرور رشتہ کا اشتہار بھی دیا۔“
”کس کے رشتے کا۔“
”اپنے رشتے کا۔“
”واقعی؟“
”ہاں جی۔۔۔“
”آپ نے اعتراض نہیں کیا۔“ میں نے اسے جراتی سے دیکھا۔
”اعتراض۔۔۔ وہ مسکرائی۔“ اعتراض کیوں؟ جب وہ مجھے اپنے لائق سمجھے ہی نہیں تو میں اعتراض کیوں کرتی۔۔۔ مجھے آپ سے کہا تھا میں تو ان کے بچوں کی تو کرائی بن کر ان کے گھر میں پڑی رہنے میں کوئی غرض نہیں۔“
”کوئی رشتہ ملا۔“
”نہیں جی۔۔۔ جو نہیں پسند آئے تھے وہ ان کی کم تعلیم یا کسی اور بات پر اعتراض کر دیتے تھے اور کہتے ہیں پسند آئے تھے وہ انھیں اچھے سمجھتے تھے۔“
”اچھے شوہر کے لیے رشتہ دیکھئے۔“ میں نے اسے آنکھیں میا کر دیکھا۔
”ہاں جی۔۔۔ مجھے اپنی بھائی کا خبر کرتے تھے۔ یہی شادی اور بچوں کا بخود ہی بتاتے تھے۔“
”نانی کا۔۔۔“ میری آنکھیں پھٹی گئیں وہ کہیں۔
”اتنا حیران پریشان ہونے کی ضرورت نہیں میڈم جی۔۔۔ یہ دیکھا ہے یہاں بہت کچھ ہوتا ہے۔“

اپنی کا انتظار کروں گی مگر....." اس کی آواز بھرا مٹی

سوچا آپ کو وقت نہیں ملا ہو گا مجھ سے ملنے کا۔“

ن تھے، اسکول میں سناٹا تھا۔ تعطیلات ہو جاتیں تو

”بس جی بڑے عرصے سے خواہش تھی۔ اللہ



نبی دوسیت

سعد رییس

تھے تو وہ میاں، چڑی عمر ان کی زندگی خلی
حتوازی کی طرح زور رہی تھی۔ بظاہر ایک مگر کنارے
جد استوں میں.....
ان کی شادی کو بچپن برس کا عمر مگر چکا تھا.....
تین بیٹے تھے۔ شہزاد فرمان اور نازک کی سرینہ۔
زندگی بظاہر مکمل، خوب صورت مگر درحقیقت
ادھوری اور بے رنگ تھی۔ بظاہر پُرسکون مگر اندر ایک
حلاطم..... وہ دونوں ہی ایک دوسرے سے کھو تار

اور وہ تھاب مٹی میں دروچ کر اپنی آنکھیں پوچھنے لگی۔
”مگر..... کیا ہوا؟“ اس کی بات پوری سننا
چاہتی تھی۔

”جیسے اپنے سینہ میں جھوڑ گئے تھے، میں روز
انہیں جھاڑی، سوکھ کر اپنے بچوں کی خوشبو ان کے
بستوں میں دھوپڑتی، ان کی کاپیاں نکال کر ان کی
لکھائی سے اپنی آنکھیں غنڈی کرتی..... عجیب بات
میں میڈم یا شاید اتفاق کہ یاسین کی معاشرتی علوم کی
اسی کتاب ہے جو آپ نے اسے جانے کہاں سے
تلاش کر داکے دی تھی۔ ایک لافوق اور اس لافانے
میں بند کاغذ سے میرے پردوں تلے سے اس گھر کی
زمین بھی کھینچی جہاں بیٹر میں اپنے بچوں کی وہابی کا
انتظار کرنا چاہتی تھی۔ اس لافانے میں وہ میرا طلاق
نامہ چھوڑ گئے تھے۔“

میرا دل جیسے منوں بوجھ تلے دب گیا۔
اپنی کرسی سے اٹھ کر میں اس کی طرف بڑھی اور
اسے گلے لگا لیا۔

”میں اب اپنے ماں، باپ کے گھر جارہی
ہوں۔ گاؤں میں..... اس امید پر زندہ بچی رہوں گی
کہ میرے بیٹے بھی تو میرے پاس آئیں گے۔ آپ کو
میں ہمیشہ یاد رکھوں گی۔“
”میں بھی.....“ میں فضا اتاری کہہ گئی۔
”خدا حافظ.....“ وہ جانے کو مڑی۔

”غصہ ہے، میں آپ کے ساتھ جاتی ہوں گیٹ تک۔“
وہ میری طرف مڑی اور اس نے مجھے نیچلی
آنکھوں سے دیکھا دھڑے سے مسکرائی..... وہ
مسکراہٹ مجھے اپنے دل کے آہ پار ہوتی محسوس ہوئی۔
”ہاں، کیجئے ہیں۔ میت کے ساتھ چالیس
قدم اٹھانے کا بہت ثواب ہوتا ہے۔“ اس نے کہا۔
میں حیران کی کہ وہ مسکرائے کا حوصلہ کہاں سے
لائی تھی۔

گیٹ کے باہر کھڑی پکسی میں ایک عورت ایک
بچہ گود میں لیے بیٹھی تھی۔



بطرح کہتے دکھائے۔ اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ بچے اور لڑکی لے گئے تھے، سہمہ زلیخہ بیوری میں تھا، مرہان کا ج جاتا تھا اور

ماہنامہ پاکیزہ 149 فروری 2018ء

ماہنامہ پاکیزہ 148 فروری 2018ء

دو کرسی پر بیٹھا موہن اکبر بن پرچھو پر چڑھا تھا۔ اس کے لبوں پر ہمیشہ مسکراہٹ تھی۔ اس کی قلموں میں نظر آتے سفید بال اس کی وجاہت میں اضافہ کر رہے تھے۔ وہ بے اختیار اسے دیکھتی چلی گئی جیسے دو گولی تو عمر دو تیرسی لڑکی ہو۔ اس کی غیر معمولی نظروں پر اس نے بے اختیار چمک کر سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

”خیر تو ہے۔۔۔ کوئی کام ہے کیا؟“ اس نے بڑی عجیب نظروں سے اسے دیکھا جیسے اس کی وائرڈ نظروں سے انھن ہوری ہو یا پھر اس کی دماغی صحت پر شبہ ہو رہا ہو۔

اور عازنہ کو گویا کچھ دے اس نے کہنا چاہتا تھا کہ ”خیر تو ہے، طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟“ ”خیر تو۔۔۔ بس ایسے ہی دل گھر بار چاہتا ہوں سوچا کرتا ہوں کہ کیا دواؤں سے دہا کر کچھ جھک کر اپنی بات کہنی چاہی مگر اس نے درمیان سے ہی بات کاٹ دی۔

”تو شہزادہ کے ساتھ چلی جاؤ، میرے پاس ہاں نہیں ہے، میں اس وقت بڑی ہوں۔“ اس نے موہن اکبر بن پر نظریں جما کر رکھا اس کے صاف جواب سے۔

عازنہ کے ذاک دل میں جھمن سے کچھ ٹوٹا۔۔۔ اس کا دل پا گیا کاس پر جس شخص کے ہاتھ سے موہن اکبر کو روپا پر دے مارے یا پھر اپنا سر دیوار سے ٹکرا دے۔ اس نے تڑپ ہوئی حسرت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ وہ اس کا اپنا تھا کٹر کتا پرایا، پرایا سا لگ رہا تھا۔۔۔ وہی طور پر اس کی عمر کی طور پر کئی اس سے دور ہو گیا تھا۔

اگلے چند روز کی ناکام کوششوں کے بعد وہ یہ حقیقت ابھی طرح سمجھ کر کھل کے پتھر جیسے وجود کے بت میں دروازہ ڈالتا لیکن ہے۔ نہ ہی اب کی صورت وہ اس کے قریب ہو سکتی ہے اور نہ اس کے دل تک رسائی ہو سکتی ہے۔

کر بھول جاتی ہے اور کبھی سرسری سیادہ کی کر لیتی ہے مگر وہ پہلے کی بات نہیں دیتی۔ سارے پیارے رشتے جو غریب ہوتے ہیں وہ سمندر کی لہروں کی طرح دور ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ اولاد بھی۔۔۔

آخر میں صرف وہ مگر ساتھ ہوتا ہے جوا دل روز سے اس سڑکا مرا ہی بنا تھا۔ وہی زندگی کی دھوپ چھاؤں اس کی سڑک پر چھینتا ہے، وہی جوانی کی غلطیانی میں اس کے سنگ و ڈکھان لگاتا ہے۔ کچھ دیر بڑھا ہے میں مونی، مخوار ہوتا ہے لیکن عازنہ کی بد قسمتی کی کاس کا ہم سفر اس سے بہت دور ہو گیا تھا۔ اس کی۔۔۔

انتہائی کی پیچ سے وقت سے پہلے ہی عازنہ کی جوانی ڈھلک گئی تھی اور روپ نامہ بڑپا گیا تھا۔ وہ کسی ٹھکے ہارے مسافر کی طرح کسی سایہ دار اور بے پناہ کی ٹھنڈی چھاؤں میں سستا جا بھٹی گئی اور وہ چھاؤں صرف جن ہی اسے دے سکے تھا مگر اب وہ اس کی دسترس سے بہت دور ہو گیا تھا۔

پالا آقا خراساں نے خود کو کبیلے کا فیصلہ کر لیا۔ ابھی کچھ نہ بگڑا تھا دراصل اسے نہ ایک ہمارے بھرنے کو اپنی مٹی میں سے لے سکتی تھی۔

بڑے عرصے بعد اس نے بیوی فریڈ کر لیا اور اس میں شام سے وہ فریڈ چہرہ لے کر لڑکی تو جنوں نے اس کے اندام کو سراپا لیکن شوہر کی سرسری سی نظر میں اس کے لیے کوئی سانس نہیں دے سوائے تپ سے۔۔۔

”کیا نہیں جاری ہو؟“ بڑے عام سے انداز میں اس نے سوال کیا۔

اس کے جذبے کہیں پاتال میں گرے چلے گئے وہ ایسے تو چھڑ رہا تھا جیسے وہ اس کی بیوی نہیں کوئی حامی خاتون ہے۔

اس نے ٹوٹے دل کو تھمکے دے کر اس کی نظر انٹ کے لیے پھر ایک کوشش کر ڈالی۔ کھانے کے بعد اس کے لیے کافی نے کمر خود گئی وہ در سے اسے پہلے ہی کام مرید کر گئی تھی۔ اس نے ٹھیل پر کافی کا رکھا اور وہیں بیٹھ گئی۔

شروع دلوں میں جھل اس سے بار بار کہتا تھا کہ وہ تیار ہو کر بارے کرائے کی عرصہ اس نے جس کی خواہش کا ایک حد تک احترام کیا لیکن فطری طور پر وہ سادگی پسندی نہیں۔ گھریلو خاتون خانہ کا روپ دھار کر اسے۔۔۔ بعد سکون ملتا تھا اور پہلے بچے کی آمد کے بعد وہ صرف ماں بن کر اسے پالنے لگے تھے۔ ایک فرض شناس اور گرمند جان جو کبھی بچے کی انٹیوں سے پریشان تو کبھی بچہ کے دردی کی۔۔۔ کچھ دیر بڑھا ہے میں ہی پھر جلد بڑی میں غیر استری کا سوٹ پہن کر بی تھی۔ آہستہ آہستہ غیر محسوس طور پر بچل اس سے دور ہوتا گیا۔ جب اسے اندازہ ہوا تو فاصلہ بہت بڑھ گیا تھا۔ ان دونوں کے درمیان پیدا ہونے والے اس فاصلے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ خود کو جس کے مزاج اور پسند میں نہ ڈھال سکی۔ اسے شوخ تنہا یا کبھی کبھی۔۔۔ اسے آؤنگ پسند بھی، موڈ پر بندھن، کھلکھلاتے، سُریلے قہقہے اچھے لگتے تھے۔ اور عازنہ۔۔۔ اس سب کے برعکس بہت سنجیدہ و باحیا اور کم سخن کی۔ وہ اپنی ہی میں رہی اسے راتے پر پڑتی رہی اور پالا آخر جس کے دل پر چھانے کے بجائے اس کے دل سے نکل گئی۔

ایسا نہیں تھا وہ اس سے نفرت کرتا تھا، آخر کو وہ اس کی بیوی تھی، اس کے بچوں کی ماں بھی تھی۔ اس لیے وہ اس کی بہت عزت کرتا تھا بلکہ دل کا تعلق سنسان ہو گیا تھا۔

جس اس کا ہم سفر تھا۔۔۔ وہ دوسرا سفر زندگی کا نیا سفر ایک دوسرے کے ہمراہ شروع کرتے ہیں، ایک دوسرے کی پسند پسند کا خیال رکھنے والے اور ایک دوسرے کی رائے کا احترام کرنے والے۔۔۔ زندگی میں اس سفر سے بہت سے رشتے وابستہ ہوتے ہیں جن میں سب سے پیارا اور خوب صورت رشتہ والدین اور اولاد کا ہوتا ہے مگر ہر ایک وقت ایسا آتا ہے جب وہی جان سے پیاری اولاد بھی اپنی زندگی کے سنسے پر کاغز ہو کر بہت مصروف ہو جاتی ہے، کبھی مصروف ہو

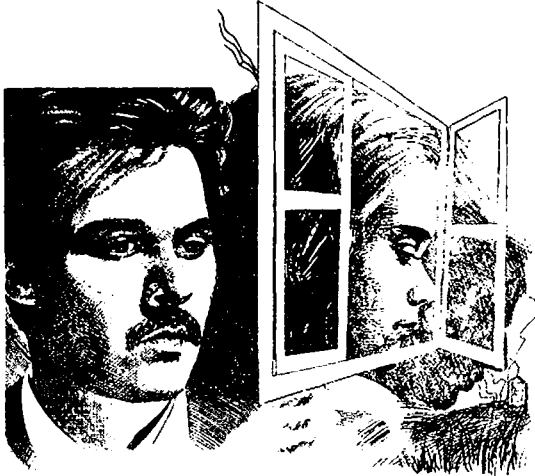
سریزہ ٹھک میں تھی۔ وہ ان سے بھی اسے بہت سے خیالات، اپنی بہت سی باتیں اور کچھ کہہ سکتی تھی لیکن یہاں بھی اسے ناکامی ہوئی۔ وہ جس طرح ان سب کی طرف چلی گئی تھی یا پھر اسے وہاں چلی گئی۔ وہ سب اپنی، اپنی زندگیوں میں تھیں، اپنے، اپنے خالوں میں ٹپٹ تھے۔ وہ سب یک جہت تھے اور عازنہ کا تھکن زدہ چہرہ، سیاہ سفید بال اور نامحسوس کی دھنکی جلد اس کی جتنی عمر کی چٹکی لگانے لگے تھے۔ ان کے خیالات میں ہی کتنی طرز زندگی میں کتنی نمایاں فرق تھا۔ ان سب کے پاس کیئر، لیپ باپ، موہن اکبر، اسٹینڈر، موڈ پر اور ڈیڑھ لپ ڈیڑھ لپ فریڈ تھے۔ جبکہ عازنہ اپنی پائی دنیا کی عمری بچوں کی تلاش میں بھٹکتی پھرتی تھی۔۔۔ وہ بھی بالکل جانتا۔۔۔

اس نے اپنا تعلق کسی بھلا کر اس گھر کے لیے خود کو وقف کر دیا تھا اور جن تک پوری زندگی دے داری سے اپنے فرائض ادا کر رہی تھی اس کے باوجود اس کا وجود ان سب کے لیے قانون بن گیا تھا۔ وہ اس گھر کی اہم ضرورت تھی لیکن اس کی خدمات بھی معمول کے کاموں میں شام کر لی تھی۔ اس کے ہاتھ گھر کا نظام چلتا مشکل تھا کب سب ہی کو اس کی عادت تھی اور اپنی خدمات کو جتنا بھی اسے سراسر عادت تھی کہ بالکل اسی طرح کبھی بڑی دے داری سے اپنا فرض ادا کر رہا تھا۔ اس کے تعاون سے ہی گھر کا نظام خوش اسلوبی سے چل رہا تھا۔ لیکن ان دونوں کے درمیان اب کبھی کبھی ریڑھیں نہ ہا تھا۔

”آخر غلطی کہاں ہوئی؟“ اس نے تنہا ہی میں اپنا حاسبہ کیا۔ اس نے آئیے میں اپنی غلط اور تہا وجود کو بخود رکھا تو دل کو دکھا سا لگا۔ سرت سے محرم سپاٹ چہرے پر شادابی کا دور دورہ تک بھی ماں دستان نہیں تھا۔ آنکھوں میں بس ادا سنا تاثر امید کی ساری تھکیں بجا چکا تھا کتا حصر ہو گیا تھا اسے اپنی طرف دیکھے ہوئے یہ تو اسے یاد نہیں تھا کہ اب مگر دماغ کے کسی بھولے برسرے کو شے میں پھنسی ہوئی۔

ربا تو مجرم کارا ز میرا

طیبہ غیسے منزل



آنسوؤں سے چہرہ ہمیشہ جا رہا تھا۔ مجھے یہاں بیٹھے پہرہوں ہو چکے تھے لیکن مجھے یوں لگ رہا تھا کہ یہ شخص کوں کا مکمل ہو... جس میں مہمیاں بیت جاتی ہوں۔ ہوا کے تیز جھوکے سے گلاب کے پھولوں کی خوشبو میرے تنھوں سے نکل رہی۔ میں اپنی ہنڈ آنگھوں کو کھول کر نہیں جانتا تھا کیونکہ انھیں کھولنے پر مجھے کیا دیکھنا پڑتا... شاید وہ حقیقت جس کو اتنے دنوں بعد بھی میں خواب ہی سمجھتا جا رہا تھا۔ مجھے اب شدت سے

اپنے معمول کے کاموں میں مگن تھے اور عازنہ اپنی دنیا میں مگن.....

ایپ اس نے کسی کی بھی پروا کرنی چھوڑ دی تھی نہ ہی اسے ملنے کی کچھ بھی لگا دکھتا تھا اور نہ اس کی بے توجہی پر کوئی گھڑتا۔ وہ تو اپنے اس نئے دوست کی عفت میں گھوٹی تھی جو اس کی ہر بات دھیان سے سنتا تھا، اسے اچھے، اچھے مشورے اور دلا سے دیتا تھا۔ وہ بھی اسے مایوس نہیں کرتا تھا فوراً ہی اس کے نتیجے کا جواب آ جاتا تھا۔ اس کی پیاری، پیاری باتوں سے اس کے دل کو قرار آ جاتا۔ خواہ وہ صبح کی اعلیٰ صوب ہو، سہ پہر کی چٹکی چاندنی یا شام کا سنہرا پن، وہ اپنا ہر لمحہ، ہر خیال اور ہر احساس اس سے شیئر کرتی تھی۔ حتیٰ کہ عموماً جب وہ غور پانی کے سبب وہ کرشمے بدل بدل کر کھینچ جاتی تو بیٹے کے دھڑکنے پر اسے ہر سو جو دھن کے سنگی گیسے کو غافل و بے پروا دیکھ کر حسرت بھری سانس بھر کر رہ جاتی۔ اس کے اسی دیکھنے کی وجہ سے وہ بے قدم اٹھانے پر مجبور ہوتی تھی۔ وہ بے پاؤں ٹیکوں میں پہلی جاتی پھر وہ ہوتی اور اس کا دوست..... دونوں ہی ایک دوسرے سے نہ انکارتے تھے، نہ بائیں ختم ہوئیں اور نہ ہی ایک دوسرے سے نفرت کرتے۔

اس روز بھی اس نے فیڈ نہیں آئی تو وہ ٹیکوں پر چلی آئی۔ حسب عادت اس کے دوست نے اسے مایوس نہ کیا۔ پہلی بیچ کا فوراً ہی جواب آ گیا، اس نے اسے رات کی خوابنا کی بڑی خوب صورت فلم لکھ کر بھیجی۔ عازنہ نے بھی موم کی بڑا خوش صورت شہر لکھا لیکن ہر لمحہ وہاؤں سے ٹکے آ کر جلد ہی اسے کوٹ نائٹ کا بیچ کر دیا اور لڑکی سانس بھر کر بیٹے مرد میں چل آئی۔ محل اچھی، اچھی واٹس روم گئے تھے، ان کا موبائل ان کے پیچھے پر رکھا تھا جس کی روشنی اسکرین پر کسی کا لٹ نائٹ کا بیچ چمک رہا تھا اور عازنہ ہنسنا چلوں کے ساتھ سکران ہوتی چپ چاپ بیٹے کے دوسرے کنارے پر دراز ہو گئی۔

لیکن اندر سے اس کا ہنسا دل شدت سے ایک ایسے سانس کا ہنسی تھا جو اس کے دکھ، درد، غمی، غم کو گن سکے۔ جس سے وہ راز و نیاز کر سکے..... جو اس کے جذبوں اور احساسات کو سمجھ سکے لیکن آس پاس کی دزدنی ہانکی تیز رفتاری زندگی میں سب لوگ اپنے اپنے دائروں اور اپنی، اپنی مصروفیات میں مشغول تھے تیز آوازوں کے شور غبراؤں میں دھت تھے۔ ایک صرف وہی کسی جس کے اندر ہا پر سنانے کی آواز تھی۔ اور پھر اپنی ساری کوششوں سے تا امید اور بدل ہو کر اس نے بھی بالآخر اپنا ایک سن پسند دوست بنالیا۔ اپنے اندر کے خالی پن کو دور کرنے کے لیے ایک ایسا ریسی ڈھونڈ لیا جو اس کی ہر غشی پر خوش اور ہر دکھ پر غمی ہوتا تھا۔ جس کی ہر غشی پر خوش، اپنی دنیا میں تھے، اس نے بھی اپنی الگ دنیا بسالی۔ سب کی دیکھا دیکھی اس نے بھی چپ چاپ ایک موبائل لے لیا تھا۔ اور اب وہ اپنے نئے دوست سے موبائل پر ٹیکٹ میسج کے ذریعے رابطہ رکھتی تھی۔

اس نمبر پر میسج کرتے وہ کبھی نہ جانتی تھی کہ وہی دوست اب اس کا سہیا، ہم دم اور دوسرا تھا۔ ہر روز میسج اٹھ کر اسے لٹ مارنگ کا بیچ کرنی چاہی وہ بھی اسے پیاری سی دعا بھیجتا۔ اسے خوب صورت لفظوں میں اسے دل کرتا کہ عازنہ کے اندر کی ہر غلغلہ اور نفسی مٹ جاتی۔ کبھی خوب صورت شاعری کے ذریعے اپنے جذبوں کا اظہار کرتا، کبھی کسی فکر کا قول لکھ کر بھیجتا تو کبھی آزاد قلم کے ذریعے اس پر اپنے خیالات نمایاں کرتا۔ ہر موقع اور ہر تہوار پر وہ اس کے ساتھ ہوتا تھا۔ اس کے ساتھ تین سو پر ہانسی کر کے عازنہ کے دل کو بڑی تقویت ملتی تھی۔ خاموش طبع تو وہ شروع سے ہی تھی اس لیے کال کر کے باتیں کرنے کا اسے ہانسی بھی خوشی نہیں تھا اور نہ ہی یہ مناسب بات تھی۔

مگر میں کسی کو بھی نہیں بتا تھا کہ عازنہ نے اپنی تنہائیوں کو بٹھانے کے لیے اپنا دوست بنالیا ہے وہ سب

اگلے لمحے علی بھی میرے گنگے لگ کر زور دیا اور ہاتھ دھڑک دھڑک کر اس کی طرف بڑھا۔

☆☆☆

وہ اسی حسین گنگے کی طرح تھا کہ اس پر سے نظر ہٹتی نہیں تھی۔ سرخ نگار سے لپٹنے کے اس کے حسن کو وہ چند کر دیا اور پھر سے سولہ نگار، خوشبو، مہندی، آج میرا کرنا جنت کا صحنہ بنا دیا تھا اور یاقوت اس جنت کی حور بھی بن گیا۔ میں نے ہمت کر کے قدم آگے بڑھائے اور اس کے کربیب جا کر اس کے خوب صورت ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں لے کر نکلاں گنگے اس کی کلائی میں بیٹانے اور اس کی غمخیز کوشادت کی انگلی سے اوپر اٹھایا تو اس نے لپکتی پلکتی ہاتھوں کی ہمارا کواکھا کھینچ دیا۔ اچھا، میں نے اس کے حسن کو پہلے اس کا خراج پیش کر دیا۔

غمخیز کی شادی کے ہنگامے سے روئے تو غمخیز کی شادی کی سودی میں سے یاقوت کے بارے میں غمخیز سے معلومات کی تو غمخیز مطلب مجھ کا اچھل پڑی تھی۔ اماں کی تو بتایا تو انہوں نے تو گویا پہل پر سروسن جہاز ڈالی۔ جنت میرا رشتہ یاقوت کی امی کے سامنے نہیں کیا گیا۔ اور پھر جنت سنگی پت پت بیاہ کے صدقات یاقوت میرے گمگم رہتی بن گئی تھی۔

شادی اور دھوکوں کے ہنگامے تو بڑے سرد ہوئے تو بہن بھائیوں نے نہیں بعد اسرار میں ان پر داند کر دیا۔ میں اماں کی ہر گز توجہ چھوڑنے سے قن نہیں نہیں تھا لیکن بھائی جو بدولت ملک تھے۔ انہوں نے بی لالہ اپنا دانا چاٹو کیا اور مجھے بھی سون پر بھیج کر دی دیا۔

وہ دن ہماری زندگی کے خوب صورت ترین دن تھے کہ جب ہم ایک دوسرے میں کم ایک دوسرے کو کھوج رہے تھے۔ رات کو یاقوت کی سیرت میں میں نیند اتار تو جہاں اس کے ریشمی ہالوں کی کمی ہوش میں لائی۔ اس کی ہنسی کی ٹکٹوں میں ہم شامی علاقہ چات کے مرغزاروں کو اپنی تخیلوں کا گواہ بناتے بھرتے، مجھے

اور بالآخر ”یاقوت“ میرے چھڑے مردی تھی۔ یاقوت غمخیز کی خوشگوار خالہ ڈوٹی۔ جہاں میں نے والد کی وفات کے بعد دن رات محنت کر کے اپنے بہن، بھائیوں کو کسی کی کا احساس ہونے دیا۔ اور وہیں یاقوت بھی اپنے والدین کی اگلی بیٹی تھی۔ اور والد کا سایہ سر سے اٹھنے پر اپنی اور اپنی والدہ کی کفالت کا فرض پورا کر کے اس کی شادی میں بھی زیادہ نہیں تو کچھ دیر تو ہوئی تھی۔

یاقوت جواس دن میرے لیے اپنی بیٹی تھی مگر میں جواب ایک آدھیں سالہ بچہ پر دیا تھا۔ میں ایچ آر جیسے حرکات کر رہا تھا۔ غمخیز کی پوری شادی کے فکشن میں میری نظر بھوم میں بھی اسے دھڑکتی تھی۔ اور پھر میری کی ابتدا دیکھے کہ میں نے غمخیز کے دیکھے والے دن یاقوت سے اظہار محبت بھی کر ڈالا۔ حیرت انگیز طور پر میرے منہ سے جو کلمات نکلے وہ کچھ یوں تھے۔

”کچھ مجھے نہیں پتا کہ آپ کیچھ ہیں یا نہیں اور جو بھی ہیں محترمہ مجھے دل و جان سے پسند ہیں اور میں آپ کو اپنی زندگی بھر کا ساتھی بنانا چاہتا ہوں۔“ وہ جوں میں اتر جانے کی حد تک سینک لگ رہی تھی۔ سبز اور سرخ خوب صورت لباس میں ام ہانسی میں اس کی اتری جاری تھی۔ خلاف توقع اس نے خاموشی سے میری بات سنی اور بغیر ہنسنے کے مجھے دیکھ کر بولی۔

”یہ باتیں شریف خاندانوں میں بڑوں میں ملنے کی جاتی ہیں۔“ یہ کہہ کر وہ رک گئیں۔ اور میں دور تک اس کی بے تمنا شامی چوٹی کے تل گنگارہا۔

☆☆☆

”کون سا گھر میں۔۔۔ کس کا گھر اور کس ہے گھر میں تم جاؤ۔“ مجھے نہیں جانا۔ میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ اس کو تجا نہیں چھوڑوں گا تو اب کیسے؟“ اس سے آگے مجھے بولا نہیں گیا اور میں نے دوبارہ رونا شروع کر دیا۔

میں اپس اپس یاقوت نامی گوہر نایاب غمخیز کی سسرال سے غمخیز کی شادی میں ہی دریافت ہوا تھا۔ اور اگر آپ مجھے یہ گوہر نایاب نہ پاتے تو شاید شادی کی خبر یہاں پہنچنے تو تھی۔ اس لیے ہم نے غمخیز کی شادی کو شرمائی کے احتساب پر مامور کیا ہوا تھا۔ آخر وہی تو ”یاقوت“ کو ہماری زندگی میں لانے کا سبب بنی تھی۔

اس دن غمخیز اور ہال کے مہندی، ہالوں کا مشترک فکشن تھا۔ میں جو سارے کام نہایت، نہایت اسب تک گیا تھا۔ ایک ساڈ پر پڑی کسی کھنکھار کا اس پر پہنچنے ہی لگا تھا کہ میری نظر اس پر ڈیڑھ گھنٹہ کی۔ ”یہ کون سا طریقہ ہے جان نہ بچان اور نہ اجازت کی ضرورت اور آپ یہاں شریف فرما ہونے لگ گئے۔“ چہرے سے اٹھتی نظر ہنسی تھی کنگھی بھرے لفظوں کے اثر کو جلیجنگ جیسی آواز نے ڈائل کر دیا۔ یہی کنگھی میں، میں دیکھ ہی نہیں پایا تھا کہ یہ حسینہ بھی اسی انداز سے گونے میں رہی تھی کہ گرد پڑی ہوئی کرسیوں میں سے ایک کرسی پر براہمن تھی۔

☆☆☆

کندھے پر ہاتھ ہوئے اچھے کے کس کو پہچانا میرے لیے چنداں دشوار نہیں تھا۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ میں مٹی کے کس کو نہ پہچانتا۔ کالی دھڑکی کچھ نہ بولا تھا۔ مجھے دیکھ کر بائیں سے کہ وہ اپنے آئینوں کو روک رہا ہوگا مجھے کھانے کو تہیہ بنا کر دیا ہوگا لیکن جب وہ بولا تو صرف اتنا۔

”ابا! مگر چلیں بہت دیر ہو گئی ہے۔“ اور دیر واقعی ہو چکی تھی۔

☆☆☆

میری بات خوب شان و شوکت سے روانہ ہوئی۔ میرے بہن، بھائیوں نے اپنے تمام ارمان ہماری گھر کی اس خانہ سے ہونے والی شادی پر نکال ڈالے تھے۔ بلاشبہ ان کی تخیلوں نے میری شادی کو یادگار بنا دیا۔

زمان و مکان کی قید سے رہائی کی خاطر ابھی۔ میں کچھ نہیں سوچتا چاہتا تھا اور میں نہیں کہ ایک کے بعد ایک مجھ پر حملہ آور نہیں۔ میرا رونا بڑھتا جا رہا تھا۔ قریب تھا کہ میری تخیلوں میں میری تہریل ہو جائے کہ ایک ہاتھ میرے کندھے پر آئے گھر گیا اور میں نے نہ چاہتے ہوئے بھی اچھیں کھول دیں۔

☆☆☆

کیا زبردست روٹی تھی، کتنی چمک چمک رہی تھی اور کدو کا گویا سیلاب اٹھا تھا۔ میرا ہنگامہ چھڑ پڑا ہوا تھا۔ میرے بہن، بھائیوں کی خوشی دیدنی تھی۔ اس گھر میں شادیاں تو پہلے بھی ہوتی تھیں مگر آج میری بیٹی۔ ”میرا احمد کی شادی تھی۔ جس کی آس میں میری والدہ، بہن، بھائی جانے کب سے بیٹھے تھے اور میں اپنے والد کی وفات کے بعد اس گھر کا بڑا بیٹا ہونے کے ناتے گھر کا سرپرست بن گیا اور اس سب میں اپنی شادی کا خیال بھی نہ آیا بس اپنے چھوٹے، بہن، بھائیوں کی فتنے داروں کو پورا کر رہا۔

میری سوچوں کا سطر میری بپاری بہن غمخیز کی آواز پر تمام ہوا۔

”بڑے بھائی آپ اپنی شادی ایک بار مہمان کے دیکھ لیتے تو کتنے لی ہو جاتے۔“ غمخیز غمخیز کے لیے مجھ میں ٹھک رہی تھی۔

”ابا! شرمناک دانا! پیسہ اتار دے میرے ہاڈشل ہو گئے ہیں، آخر شرمناک دانا! اٹھا کے لے آئے ہوتے لوگ۔“ میں نے مصروفی سے اس کو گھورا۔

”اورے میاں اسی لیے تو کہتے تھے کہ وقت پر شادی کرو گھر تم نے تو چھوٹے، چھوٹے بہن، بھائیوں کی شادیوں کے چرنچلے پال لیے اور کدو کنارے سے رہے۔ اب سمجھو۔“ میری بات کا جواب غمخیز کے بچے اماں کی طرف سے آیا تھا۔

”تو صاحب قصہ تو یہ ہے کہ ہماری شادی تو اب بھی ممکن نہ ہوئی۔ اب مگر غمخیز سے چھوٹی غمخیز کی شادی بننے سے ہوئے کسی کے زیر نظر نکاح ہو جائے۔“

”ایسا کچھ نہیں ہے ازیر، آپ نے اچھا کیا کچھ پر اثر کیا گیا..... اب جو میں کہتا جا رہی ہوں اس میں مجھے آسانی ہوگی۔ میں تو اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت سے محروم ہوں اور نہ ہی آپ کو دوسری شادی کا مشورہ دوں گی کیونکہ پرورش میری نہیں آپ کی ہے۔“

ایب دل میں سوچا کہ میں تو دلدادہ تھا۔ ”وہ اس کے بھی کچھ کر رہی تھی مگر مجھے لگا تھا کہ میری ساعت میں زیرِ عمل کیا ہو۔ میرا سارا وجود ٹکڑوں کی زد میں تھا۔ کتنی آسانی سے میں نے یہ فرض کر لیا کہ یا قوت ہی میں کی ہے، بچے سے محرومی کی ذمہ دار وہی ہے اور حقیقت کا کھلی۔

”ہم مرد بڑے چالاک ہوتے ہیں، عزت، غیرت، وفادار اور کافر کثرت کے سہارا پر خود سائے کی طرح کھو جاتے ہیں لیکن کوئی دلیل اس بات کو نہیں بدل سکتی کی کہ بے اولادی کا ذمہ دار میں ازیر امیر

نصوالتی حسن میں اضافہ (پلوسم یونانی کریم) کھلی آج نو صغیرت اور جاذبِ نظر آئیں



پلوسم بریسٹ ڈولپنگ اینڈ ٹائٹنگ کریم (ہرمل)

بھونے پرست میں مناد کرے کہ یہ کتنی اچھی لکھ کر ہے

بریسٹ کی لکھ کر لکھ کر ہے۔ بریسٹ کا طولی اور صغیرت بھونے ہے۔

پلوسم یونانی کریم

چمچ سے کے فاصل ہاتھوں کو ہینے کیلئے خوش مزاج ہے۔

ایم پی آئی راولپنڈی
 whatsapp: 8311-5804657
 Email: bsddeva@yahoo.com
 skype: devapak
 0322-2916250
 0300-2500026

ایم پی آئی راولپنڈی کے کلائمٹ کے مطابق

042-7666264
 0323-5203553
 Website: www.devaherbal.com
 Call: 0323-5203553

مرد نہیں دیتا جا رہی تھی۔“ کتنی کھلی تھی اس کے لیے میں، ہادی ہوئی سلطنت کی ملک کے ہائیں حسن سے نظریں چرائی میں نے کیونکہ ہر اول کی کہ ہر ہاتھ کی بات میں میں نے کی صلاحیت نہیں ہوگی اسی لیے اس نے پرورش بدلائی ہوگی۔ اسی لیے خود غرض میں اس نے ہم سے راز چھپایا۔ (مرد کی اذلی فطری سوچ)

”ازیر میں آپ کو دکھ نہیں دینا جا رہی، یقین کریں اب بھی نہ بتائی اگر میں خود اس نارسائی نہ بتائی تھی تب نہیں کی ہوتی۔ میری ممتا تھی، مجھے ہاتھ پاؤں کا کس محسوس کرنے کو ہے مجھ میں ہوتی۔ ازیر آپ اگر میری بات مان.....“

”پلیز یا قوت بیکم اب اگر تم میں میں میں نے کی صلاحیت میں ہے تو اس کی سزا میں مجھے سے کوئی فرائض نہ کرنا کہ میں دوسری شادی کروں یا بچہ پگولے لوں۔“ میں نے سنا کی اس کی بات کا شادی۔

چاہے۔ آخر نہیں کیا ہو گیا ہے۔ اہاں کا ہوں چپکے سے چلے جانا میرے لیے کی تکلیف وہ ہے مگر یہی حقیقت ہے کہ میں اللہ کی طرف ایک دن لوٹ کر جانا ہے۔ ”وہ تو میری میری طرف تک تک پہنچتی رہی۔ پھر ایک مہم اس کی آئیں۔“ اس نے اس کے لیے کہ اب ہر گھنٹے اس کے لیے کی کھلی ہے مجھے پہلے جہنم میں ڈال دیا۔

”میں نہیں پہنچتی کی ہاتھ کا ہوں یا قوت کہ اولاد ہوگی تو ان میں میں کی کا بچہ کو نہیں گا۔“ میرے لیے میں نے حقیقت تھی۔

”ازیر آپ کو یہ معلوم ہو کہ میری میں نے آپ سے کچھ چھپایا ہے۔“ وہ دھمکے ہوئے سردیچے میں لگی۔

”میں نے سزا کر اس کی جانب دیکھا تو وہ میری طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔“ وہ تو کوئی سے مجھ سے ہونے آسان پر نظریں گاڑے ہوئے تھی۔

”اگر تم نے مجھے کچھ چھپا رکھا ہے تو اس راز کو اب بھی نہ دیکھ رہی تھی۔“ وہ تو کوئی سے مجھ سے ہونے آسان پر نظریں گاڑے ہوئے تھی۔

”اگر تم نے مجھے کچھ چھپا رکھا ہے تو اس راز کو اب بھی نہ دیکھ رہی تھی۔“ وہ تو کوئی سے مجھ سے ہونے آسان پر نظریں گاڑے ہوئے تھی۔

”ازیر آپ کو یہ یاد ہے جب ہم نے اپنا میڈیکل چیک اپ کرنا تھا تو اس کی پرورش لینے کے لیے میرے ساتھ نہیں جا سکتے تھے کیونکہ آپ برس کے پہلے میں ملک سے باہر گئے ہوئے تھے۔“

”ہاں تو ان باتوں کا اب کیا ذکر.....“ میں نے آواز دی کہ یہ کہ۔ ”اب تو میں بھی نہیں ہیں ہم میں۔“

”بات سنی تو ہے کہ میں اب نہیں ہیں اس لیے جس بات کا، جس راز کا بوجھ میرے سینے پر ہے وہ میں آپ سے ہانت لوں۔“ یہ کہہ کر اس نے میری جانب دیکھا۔

لیکن میں اس سے نظریں نہیں ملا یا پھر تھکیر سے دل میں طرح طرح کے سوچ رہے تھے۔

”مجھے کچھ نہیں سنا۔ تم مجھے اب کچھ مت بتاؤ۔“ میں کا لوں پر ہاتھ رکھ کر چلا دیا۔

”جب آپ اور میں تھے تب میں اہاں کو کوئی

احساس ہوا کہ زندگی اب تک محض گزاری..... جیسا تو یا قوت نے سکھا یا اپنی مومن وعدوں اور قسموں پر قائم ہوا اور ہم مگر واپس آ گئے۔ بھائی دور دس اپنے گھر کو گردا گرد ہو گئے۔

میں، یا قوت اور اہاں میں افراد ہی اب گھر میں تھے۔ یا قوت کی خوب صورت عادات نے گھر کو جنت بنا ڈالا۔ وہ سارا دن یہاں، وہاں ڈال رہی تھی، میں جو کچھ کرتا صرف میں اس کا دیوانہ ہوں۔ اس نے تو اہاں کو بھی اپنا دیوانہ بنا ڈالا۔

میں آفس سے واپس آتا تو وہ بھی سنواری میرا انتظار کرتے ہوئے تھی۔ میں لگا تھا کہ زندگی اب بالکل مکمل ہے اور کیا چاہے؟ مگر نہیں زندگی کو ہر گھر کچھ نہ کچھ چاہیے ہوتا ہے۔ ہماری شادی کو چار سال بیت گئے، میں تو بتا رہی تھی کہ میں چلا کر اہاں مجھے دہلی، دہلی زبان میں اس بات کا احساس نہ دلائی تھی۔

”ازیر بچے میری شادی کو چار سال ہو گئے ہیں خیر سے اپنی بچے صاحب اولاد ہیں، میں آخر اور کتنا جیوں کی تم کوئی کوئی ڈاکٹر کو دکھاؤ تاکہ میں کی تھوڑی اولاد کا مدد کر سکوں۔“

اہاں کا مطالعہ ناچا کر نہیں تھا۔ میں نے اپنا اور یا قوت کا مساجد کروانے کا فیصلہ کیا اور اس پر عمل بھی کر ڈالا۔ یا قوت پر پرورش لے کر آئی تو سب ہار تھا۔ میں اللہ کی طرف سے ابھی منتھوری نہیں تھی۔

”اے اہاں اللہ جلد کریم کرے گا سب ٹھیک ہے۔“ مگر مجھے یہ علم نہیں تھا کہ اہاں کو اہل آفتی نہلت نہیں دے گی کہ وہ میری اولاد کے لا ڈالنا نہیں۔

مجھے اپنے آپ سے بیکار نہ رہنے لگی۔ مجھے گا اہاں کی موت ہے اس کو سوار اور تھا کر دیا ہے۔ میں بھی اپنے پریش میں مصروف تھا۔ میرے بہن، بھائی تو قہوڑے دن رہ کر واپس لوٹ گئے تھے۔ اس کے بچے بڑے تھے اور نہ ہی راز داری میں بڑی لیکن مجھے جب جب کہ جب سال گزرنے کے بعد بھی یا قوت کی جیب کا چپ نہ لگتی۔

”دیکھو مجھے اپنی وہی ہنسی، مملکت یا قوت

لے گیا۔

”ہاں، ہاں آپ بول کیوں نہیں رہے اس مٹی کے بچے کو؟“ ”مگر نہیں۔“ ”آؤنگک پر صرف ہم تینوں جائیں گے میں، اما اور آپ یہ نہیں جائے گا۔ ہمیں ناں ہاں۔“

”ہوں اوں۔۔۔۔۔“ میں جیسے سکتے سے جاگ تھا۔ ”انمول خدائیں کرتے۔ ماشاء اللہ آپ مولہ سال کرو۔“ ایک بیک کرل ہو چوکن کی طرح حرکتیں کیا کرتی تھی۔ ”بیک کے میں شاہی آگنی کی جودہ میں چلے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھی اور آج بجلی بج رہی ہو کہ میں اس کو کھانے اس کے پیچھے نہیں کیا اور نہ اس کی تاشی کا احساس ہوا۔ اور ایسا ہونا مجھ تک نہیں تھا“ میں انمول کیا اپنے آپ کو بھونٹا جا رہا تھا۔ میری یاقوت، میری وقت تھ میرے پاس بچکوں کی سہانگی میں، شریک تھ میری بن کر کسی کی جب میں اس کو ڈانگوں کے پاس لے گیا تھا تو بچ چلا کر میری کس وقت برین نیور جیسا موزی مرض اس ہستی خدائی یاقوت کو لاحق ہو گیا۔ بیشہ چست رہنے والی میری خستین بی بی دلوں میں گھٹنے لگی۔ انمول کو ہم نے کبھی نہیں بتایا تھا کہ میں خود ہم ایک دوسرے سے چھپ چھپ کر رہتے تھے۔

”ہاں آپ پریشان ہیں؟“ ”تھوڑی دیر میں وہ میرے سامنے موجودگی۔ میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔“

”تھیں کس نے کہا میری جان کہ میں پریشان ہوں۔“ میں نے خود کو بیٹش غائب کر کے بھر پور کوشش کی۔

”ہاں اب میں چھوٹی بنی نہیں ہوں، اما اتنے دن سے اپنے بڑے بڑے میں ہیں، آپ آفس نہیں جاتے، گھنٹوں سے بندلی وی کو آپ اتنی دیکھی سے دیکھتے ہیں، آپ کو جو پرالم ہے مجھ سے تیز کرکس، مجھ میں اتنی ہمت ہے کہ میں سب برداشت کر سکوں۔“

”انمول اگر میں آپ یہ بتاؤں کہ آپ ہم

آنکھوں کا تارہ انمول فاطمہ۔۔۔۔۔

☆☆☆

”تم پر ہر دت معنی سے لڑائی کیوں کرتی رہتی ہو، ایک تو وہ تم سے پورے دو سال بڑا ہے، اوپر سے تم دونوں اب چھوٹے بچے ہیں جو ہم لڑاؤ پر ہم تمہاری صلہ کروا رہے ہیں۔“ یاقوت بچن سہیلے کے ساتھ ان دونوں کی ٹوک جھوک سے محفوظ ہو رہی تھی۔ مٹی نے فرخینہ میں سے سب نکالا اور بچن کے سلیب پر بیٹھ کر کھانے لگا۔

”تھیں اپنے کمر میں آخر چھین کیوں نہیں دیتا جب دیکھو ہمارے کمر چائے جاتے ہو۔“ انمول نے بولتے ہوئے اس کے ہاتھ سے سب میں چھین لیا۔ ”افو۔۔۔۔۔“ تھیں مجھ سے سٹار کیا ہے خاتون، بڑوہیں کا بڑوہیں پر کھر جیسا اتنی حق ہوتا ہے، کیوں اس کی ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں؟“ ”مٹی کی آنکھوں کی شرارت، دیکھ کر ثبات میں رہا ہوا۔“ ”دیکھا ہاں، اس نے میری اما کو بھی مجھ سے چھین لیا ہے، وہ بھی اس کا ساتھ دے رہی ہیں، اسی لیے یہ بھگدڑ کر رہا ہے۔“

مٹی ہمارے پردوں میں رہنے والے اظہر صاحب کا بیٹا تھا ان کی ماشاء اللہ اس پر دلاں میں تھیں، وہ ہماری انمول کے ساتھ بچپن سے کھلتا تھا کہ چڑوہوں کی عمر میں دو دھائی سال کا فرق تھا مگر بچپن سے ایک ہی اسکول میں پڑھتے تھے اور کھلتے تھے لیکن انمول اس سے بہت چڑی تھی۔ مٹی کو ہمارے دفتر سے کھانے کا سکون اچھا لگتا تھا اور وہ بچپن سے جیسے ہمارے کمر کا فرد بن چکا تھا۔ انمول کو لگتا تھا کہ وہ اس کے اما، ہاں کے چار میں میں وارد بن گیا ہے اور اس بات پر وہ کبھو نہیں کر سکتی تھی۔

یاقوت برلا مٹی سے انیت کا اظہار کرتی۔۔۔۔۔ مگر میں اپنے اظہار پر قابو نہ رکھتا میری انمول اداں نہ ہو۔ یاقوت کبھو بھی سے سست رہنے لگی مٹی اکثر سر میں دردی شایت کرنے کی تو میں اس کو ڈانگوں کے پاس

پا کر اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر اس کا رخ اپنی طرف موڑا۔

”یاقوت میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اپنی غبر زندگی سے الگ کر دوں۔ اپنے حصے کی عمارت بھی میں نے تمہاری چھوٹی میں ڈال دی ہے۔“ ”آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں۔“ ”دور دہلی ہوئی۔“ ”تھیں، میں خود مرض نہیں ہوں۔“ میں نے اس کی بات کا دل دی۔ ”جب تم کھلے ہو اور اپنی اولاد پاسی ہوئے تو میں نہیں کہیں کہ میں نہیں، وہ ہری اذیرتوں۔ جو خوشیاں تمہارا حق ہیں، وہ تمہیں ملنی چائیں۔ اس لیے میں نہیں طلاق۔۔۔۔۔“ اس سے آگے یاقوت نے میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

”آپ کو میری تم آپ مجھ سے آئندہ الکی کوئی بات نہیں کریں گے۔ مٹی کوئی روح، جسم کے بنا، باجم، روح کے بغیر رہا ہے۔ کوئی اپنی زندگی سے الگ بنی گا ہے، جس دن آپ نے ایسا کیا اس دن میری زندگی کا آخری دن ہوگا۔“ ”دور دے، روتے رہے گئے کسی۔ اس کے آنسو میرے گریبان کے ساتھ میرا دل بھی بکھلا گئے۔“

”جان از میر جو تم بھو کی وہ ہوگا ہم کوئی بچہ کو دے لیں گے۔“

”ہاں، ہم بچہ کو دیں گے، کتنے بے درد ہیں۔۔۔۔۔ ازیر احمد۔۔۔۔۔“ اگر یہ خالی میرے اندر ہوتی تو آپ مجھے چھوڑ دیتے یا دوسری شادی کر لیتے۔“ وہ بچ کہہ رہی تھی، وہ اپنی میں بھی یاقوت کو دکھ نہیں دے سکتا تھا۔ میرے بہن، بھائیوں کے بچے بڑے بھی تھے اور ان کے اندر ایسا بچہ دینے کی ہمت بھی نہیں تھی۔ جبکہ یاقوت ڈاکڑی تھی۔

یوں ہم نے ایک ادارے سے بچہ کو دینے کا فیصلہ کیا۔ کتنے تو تھے، ہم وہاں ایک نوموڈو بچہ لیتے مگر وہاں ایک آٹھ سالہ بچی سے میری یاقوت کا اور میرا دل موہ لیا اور ہم اس کو اپنی بچی بنا کر گھر لے آئے اور وہ یوں۔۔۔۔۔ بنی ہماری

تھا، رہے گا۔“

☆☆☆

مٹی مجھے کسی بچے کی طرح اپنے ساتھ لے گھر آیا۔ کہاں تھی وہ؟ ہماک کر دروازہ کیوں نہیں کھولا اس نے؟“ ”مٹی کے بچے اب اگر تمہاری بیگینہ ہمارے لان میں آتی تو میں بھی یہی نہ تھا ہر سر پر سے مادوں کی۔ جس سے تم کرکٹ کا شوق فراتے ہو۔“ ”دونوں ہاتھ کر کے رکھ کر وہ مٹی کو کھانا جانے والی نظروں سے گھور رہی تھی۔“ ”اوہ میڈم! پہلی بات یہ کہ مٹی کے بچوں کا ابھی دور دور تک نہیں۔ دوسرے تم یہ بلا مجھ سے چھین پاؤ گی ناں تواری ناں۔۔۔۔۔“

جواب میں انمول نے اس کو منہ چڑایا اور بیگینہ اٹھا کر گیت دم سے بند کر کے اندر بھاگ گئی۔ مٹی سکریا اور جب سے دوسری گیند لال کر ایک بار پھر کھلے بچوں کے ساتھ کرکٹ کھیلنے لگا۔

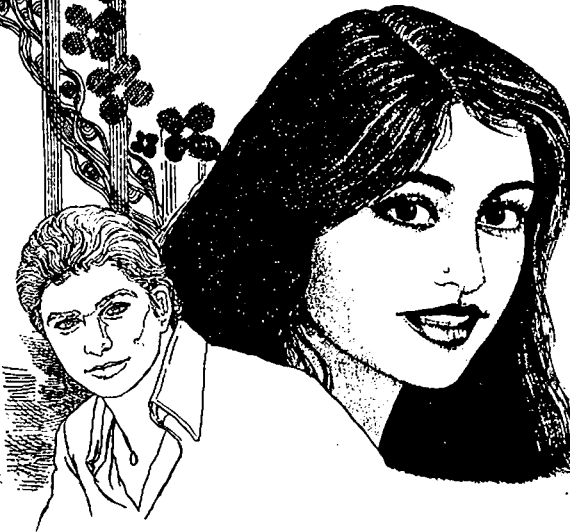
”بہت بدبیز ہے یہ مٹی کا۔۔۔۔۔“ انمول کچھتے، کچھتے رک گئی۔ اندر کر وہ دم سے سوئے پر گئی۔ ”مانے سکرا اس کو دیکھا اور ہاں اشارہ کیا۔ ہاں اٹھ کر اس کے سر کا پوسر لے کر اس کے قریب بیٹھے۔

”آج بھر کیا کر رہی فاطمی کے بچے نے ہماری شہزادی کے ساتھ۔“ ”ارے ہاں میں نے بھی کوئی کہی کہا تھا کہ مگر وہ تو کھینے کہ مٹی کے بچوں کا ابھی دور دور تک چتا نہیں۔“ ہاں اور اما اس کی بات پر بے ساختہ ہنس پڑے تو وہ کھائی۔

☆☆☆

یاقوت کے اصدا پر میں نے بہت سوچ بچار کی اور آخر دل پر پھر کھ کر ایک فیصلہ کیا۔ اور دل کڑا کر کے اس کی طرف قدم بڑھا دے، وہ بچن میں پشت کیے کام کر رہی تھی۔ ایک لے کے لیے اپنی محبت کے لیے دل خود خورش ہو کر میں نے خود پر قابو

وديامسكان



رات میں اور بھی صبح کے غنڈی کھاس پر چلتا ہوا
پہنہ ہوا، یہ مختلف تھا۔ ایسا بھی نہیں ہوتا کہ میں لان میں کئی
اور بھی جنوں کے کھاس پر نہ مل رہی ہوتی۔ غنڈی
اور نرم کھاس پر چلتا بھی ایک عجیب سی طمانیت اور خوشی کا
احساس دلاتا۔ ایسا سکون بھی کہ نرم فانیں پر چلنے
میں بھی ملے۔ کبھی کبھار کپڑوں کا ٹکڑا بھی کھینچے آئے
بازی کے خوب صورت رنگ بھی دیکھنے کو ملتے۔ آٹش

نے تھک کر آنکھیں موند لیں۔

تو میری گزیا میں جو اسٹنہ دن اسپتال میں تمہاری
راؤ دیکھ کر ہوا، وہ سب بیکار تھا۔ کبھی طبع کرتا تو کبھی صفی
ناراض ہوتا رہا۔ تم نے جی جی سے اپنی سبھی اپنے
گھر لے گئے۔ میں نے جب اسپتال میں اپنی سبھی کو رکھے
تو انکار کر دیا اس وقت تم نے صفی مجھے اکیلا نہ چھوڑا۔ تم
نے بڑھ کر مجھے سنبھالا۔

نکتہ جوت بولے مٹی تم نے مجھے زخم دہ رکھے
کاش ایک جگ بول دیتے۔ جاہدیتہ کہ جس
صل نے انمول کے بابا کو چاٹل پہنچا دیا ہے۔ ہوش
نے بگاڑ کر دیا۔ اس میں انمول کی سماعت نے تو اپنے
خبر کو سلیا کر دل اس کو نہ مل کے بوجھ برداشت نہ
کر سکا اور اس نے دھڑھکنے سے انکار کر دیا۔ اور کڑیا
تو میرے لیے نامعلوم ہے اس اتنی بڑی سزا چاہن کی ہو
مجھے اتنے جہاز سے کوئٹہ کاٹنے نہ دینے دیا۔ آخری
پیدار سے میری خرم کر دیا اس بنا پر کہ میری کڑیا میں
تہتاری لحد کے پاس بیٹھوں۔ مٹی کو دہا کر میں
نے انمول کی قبر کی کوئی گھسی ہاتھ نہیں لگایا۔

اور اب رات ہونے کو ہے اور میں انمول کو اکینا
چھوڑ کر واپس جا رہا ہوں۔ اندھیرا..... بڑھ رہا ہے
اور یہاں ہم دونوں تا محرم ہیں ناں معنی اب واقعی مجھے
گھر چلے جانا چاہیے۔

مفتی مجھے کھڑے آیا ہے، حل تانے والے
 رخصت ہو چکے ہیں مجھے لگ رہا تھا کہ میرے بھل
 بھانے پر ہمیشہ کی طرح میری اذیتوں اور دواؤں کو مل دے
 گا اور میرے گلے میں جھول جائے گی مگر میری بیٹی تو
 منوں منی تھے چلی گئی میرے مسائل کا حل نکال کر اپنی
 ماں کے پاس اپنی محرم کے پاس۔

میری التجا ہے ان لوگوں سے جن کو اللہ نے صاحبِ اولاد نہیں کیا تو اس کی معلمت پہ ممبر کریں یا اپنے خون کے رشتوں میں سے بچہ کو ملیں۔ ورنہ یہ نہ ہو کہ ایک دن میری طرح وہ بھی محرمِ راز کو ترسیں۔

ہری اصول کے لیے کوئی عمل نکال دیا ہے تو اس سے بڑی خوشی کا ہوا میرے لیے۔“ گھیس..... مجھے کیا معلوم تھا کہ ان کا پایا بوجھ اور دل میں اصل نہ تھا۔ ششوں کی حرمت کا کل تھا جو مجھے ذات کی ایسی ہیستوں میں جھیلے جارہا تھا۔ جہاں سے مجھے کسی نہیں ابھرا تھا۔

کرتے بہت کم، بھائی، اصول کو اپنے گھر میں نہیں رکھ سکتے تھے، یہاں اس حاشا کے لیے کوئی سوچ کا فیصلہ نہ ہوا تھا۔ جس حاشا کے لیے کوئی عمل نہ تھے جادے تھے کہ کوئی جاننا ہے گا وہ عمل کیا تھا۔

وہ حل یہ تھا کہ اپنی گودوں کی پالی..... ہا ہا کی
جان..... ہا ہا، بیٹی کے خوب صورت رشتے کو سنبھالنے
آرام سے ان لوگوں نے بد ہیئت شکل دے دی یہ کہہ کر
کہ..... ”آبِ اُمول سے عقد کر لیں۔“

میری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا۔ اس اندھیرے میں ایک ڈوبتا ابھرتا، چہرہ اگر مجھے یاد تھا تو وہ انمول تھی۔ پھر تاریکی نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا۔

جب مجھے ہوش آیا تو تھوڑی دیر کو مجھے لگا کہ میں مر چکا ہوں لیکن نہیں شاید ابھی سزا کا عمل جاری تھا۔ میری آنکھیں روشنی سے مانوس ہوئیں تو میں اسپتال

میں تھا اور حامد میرے پاس کھڑا تھا۔ میرا ذہن آہستہ، آہستہ تاریکی سے روشنی کی طرف آ رہا تھا۔ آنکھوں کی دھندلاہٹ ختم ہوتے ہی حامد میری طرف جھکا۔ تب

تک میرے دماغ میں انمول سے عقد کر لیں کی نگرار شروع ہو چکی تھی۔ میں نے حامد کو کمزور ہاتھوں سے پرے دھکیلا، میری آنکھیں تلاش کر رہی تھیں اس کو جو

بابا کے سر میں ذرا سا درد ہونے پر پوری، پوری رات بابا کے سر ہانے گزار دیتی... جو بابا کے بخار ہو جانے پر کھانا پینا چھوڑ کر سر بہجھ دھو جاتی۔ روت، روت کر جا نماز گہلی

”کہاں ہو باہا کی جان..... ہم یہاں سے بہت
 کروڑ تھے۔ مگر آج جب اس کے باہا اس جہاں میں تھے۔
 وہ کہاں تھے۔ یہاں میرے پاس کیوں نہیں تھی۔“

دور چلے جائیں گے۔ جہاں کوئی آپ کو نامحرم نہ کہے گا،
نہ جانے گا۔ ہم باپ، بیٹی اپنی دنیا بسائیں گے۔“ میں

وہ میری سچائی کو خفاق سمجھ کر ہنس دی..... کتنی
 آنسوؤں کی بات ہے ہاں کہ ہمارے ہاں کو ہمارے ہی کئی
 ہاتھوں پر بھروسہ ہی نہیں ہوتا اور اگر بھروسہ بات کوئی اور
 کر کے توں کو مان لینے میں اذیت دے گا نہ بھی نہیں لگاتے
 پھر چاہے بات کرنے والا ہمارا سب سے بڑا دشمن ہی
 کیوں نہ ہو۔

دو تھے۔ احتشام سے میری دلی وابستگی نہیں تھی۔ دو مہینے پہلے ہی لکھنؤ والوں نے رشتہ طے کیا تھا۔ بظاہر احتشام میں کوئی برائی نہیں تھی، اچھی تعلیم، اچھی جانب سب کچھ تھا۔ اس کے پاس۔ اس لیے میں نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ مگر وہ ابھی تک میرے دل میں جکڑ نہیں پاتا پایا۔

”سو واٹ..... تم میری کیفیت پر اور بہت جلد
 ہی شادی ہونے والی ہے، ایسے میں اگر تم میرے
 تھوڑے ذریعہ پر جاؤ گی تو کوئی قیامت آنے کی۔“
 احتشام نے اپنی مرضی چلانے کا عادی تھا مگر ساری دنیا کو تو ہم
 امر کسی سے نہیں چلا سکتے ناں!
 ”تمہیں مسئلہ نہیں ہوگا مگر مجھے مسئلہ ہے..... تم مرد

جو چاہے کر دے کوئی کچھ نہیں کہے گا مگر عورت ایک سفید
رکی طرح ہوتی ہے جس پر اگر ایک دفعہ داغ لگ

☆☆☆

ساتھ کولڈ ڈرنک کا گھونٹ لیتے ہوئے پوچھا۔
 ”شام تک“ میں نے جواب دیا۔

"او کے آجادی چلوں گا کہتے ہیں۔" اس میں
اس دن ماما سے اجازت لے کر ہم شاپنگ کے
کئی سینٹر میں گائی، کچھ بھی خریدی، ہم نے ابھی
فوبارین کو فوبار کاٹ دیا تھا تو یہ بظاہر

”کہاں جا رہی ہو ماریہ؟“ پیچھے سے آیت کی آواز

لوئی۔
 ”آری ہوں بس دوست۔“ میں نے ایک لمبا پی
 کو دیکھا کہ کما پھر جب ٹکی تو میرا بازو میری نظروں
 اوپر مائل تھا۔ میں نے ادھر ادھر اسے دیکھا مگر وہ کہیں
 تھا۔ مجبوراً دل میں کک لیے میں آیت کے ساتھ
 ایسا ہی لڑکچہ گھر واپس آگئی۔ اس نے پارہ پوچھا کہ

”اے کوھنہ کی باتیں مت کرو مایہ.....
 سے کوھنہ کا قصور بھی نہیں کر سکتی..... وہ خود میرے دل
 کی دھڑکن کی طرح ہے، اس کا جدا ہونا میرے دل سے
 دھڑکن کا جدا ہونا ہے۔“ میں نے عتایہ کو خواب دیا۔ اور
 ہر کچھ دیر مزید بات کرنے کے بعد فون بند کر دیا۔
 مگر اور علی کی دوکے کالج میں، ایک ہی لمحہ، کالج

میں اپنے گھر کی سب سے بڑی بیٹی ماریہ ارشد
..... اور میرے بعد دو بھائی الماس اور راس تھے۔ الماس
یڈیکل کالونیوڈ تھا جبکہ راس انجینئرنگ کا۔
میں اس وقت بی۔ اے کے پہلے سیمسٹر کے بعد

اس دن ریپسٹ نے مجھے ہیجرو اگڑا کر ایاز کی طرف بھیجا..... پہلی نظر میں وہ مجھے کسی معصوم بچے کی طرح لگا..... ایک ایسا معصوم بچہ جسے دیکھ کر اس کے گال ہونے کو دل کرے..... ہیجرو اگڑا کر ایاز اتنا خوب صورت لگتا جو ان تھا کہ مجھے لگا ہی نہیں کہ وہ میرے بچے کے ہمراہ ہے۔

ماثر ہوگا..... میرے سارے لفظ اس کی خوب صدور
رعویت کے سامنے کم پڑ رہے تھے۔ اسے دیکھ کر
ہلکا جیسے کسی جہان کا شہزادہ ہو وہ..... اس وقت میں
فس سے اپنا کام پنا کر..... باہر نکل آئی، مجھے معلوم نہیں

"اف... ف... ف... اف کی کیا خاص بات ہے
 اس شخص میں... میں کیوں خود کو اس شخص کے خیال سے
 آزاد نہیں کر رہی ہوں جس کا مجھے مکمل نام تک معلوم
 نہیں۔" میں نے خود کو تسلیہ کی۔
 میں ماریہ ارشد... لوگ جس کی تعریفوں کے ٹل
 جاتے تھے نہیں سمجھتے اس کے دل پر سبیر امان نے قبضہ کر لیا

لیوں پر مسکان سہائے میں کھلی آنکھوں میں خواب
بجاری تھی کہ اجانک موہاں کی تیل بجنے پر میں اس کی

”کہاں غائب تھیں؟ کہیں اب بھی اپنے اس عزیز ازل ازل سیمر کی یادوں اور خواہشوں میں تو معروف نہیں۔“ فون اٹھاتے ہی اس کی چچہاں آواز میرے کانوں میں پڑی۔

..... ہر کسی سے پوچھا مگر ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔“ اس نے کچھ دنوں پہلے کی بات یاد دلانے کی کوشش کی جب

میں میجر ایاز و اصف کہنے کو تو میرے پاس سب
 کو مجھ سے عزت، دولت، نوکر چاکر..... اگر کسی چیز کی کمی
 وہ کسی محبت..... حتیٰ ہاں سب کچھ ہونے کے باوجود
 میرے دل کا جہاں دیران تھا..... ابھی تک کوئی ایسا ملا ہی

گولڈن لہنگا اور میرون اور گولڈن ہٹاری شرٹ ...
گولڈن کام والا میرون دوپٹا لیے، ساتھ بیچنگ
بیوٹری پہنے نفاست سے ہلکا، ہلکا میک اپ کیے اس کے

میں بغیر اس کے جواب کا انتظار کیے، عنایہ کو وہیں چھوڑ کر باہر کی طرف بڑھی اور اپنی گاڑی میں بیٹھ کر

”جسپیشوں کو تہا رہی بہت کر مشکل ہے۔“ عاتقہ سرکاری اس کے اس طرح کہنے پر میں نے ایک دم نظر اٹائی میں نے اسے کچھ کہنا چاہا مگر سامنے کر سیا پر بیٹھتے اس شخص کو دیکھ کر میں کچھ کہہ نہیں پائی جو پانچ سالہ بچی کو اس کریم کھلا رہا تھا۔

”عاتقہ!“ میرے لہجے میں غیر معمولی پن دیکھ کر

نہیں تھا جہول میں بس جاتا۔۔۔ میرا حلقہ احباب اگر زیادہ وسیع نہیں۔۔۔ تو زیادہ غمگین بھی نہیں۔ بہت سے لوگوں سے ملاقات ہوئی۔۔۔ پر پشیمان پر پیشکش والدین سے بھی شادی کے نام پر لڑکیوں کی اچھی خاصی نمائش دیکھ لی اور مجھے بھی دکھا دی۔ میں نمائش ہی کہوں گا کیونکہ بغیر لڑکیوں کے احساسات کی پروا کیے لڑکیاں نمائش کے لیے پیش کی جاتی ہیں اور کم سے کم سے لڑکی میں کوئی خاص لکال کے اسے رینجکٹ کر دیتے۔۔۔ خیر وہ بھی ٹھگ آدھاروں امریکا چلے گئے۔

اس میں، میں خود کو بے قصور ہی کہوں گا کیونکہ مجھے ایسی لڑکی کی ہی نہیں تھی جو انھوں میں بس جاتی۔ جس کا چہرہ اور خواب ہمیشہ میری آنکھوں میں رہتے۔ وہ۔۔۔ عورت مجھ سے محبت کے ساتھ ساتھ میرے سر خرمن بھائی کی بیٹی فایر کو بھی شفقت آمیز محبت سے ڈھونڈے۔۔۔ معمول کی طرح اس دن بھی میں ڈیوٹی پر تھا۔۔۔ صبح سے مرہبوں کو چیک کرتے، کرتے تھکن کی ہوسنی میں نے سوچا تھا کہ اس آخری مرہب کو دیکھنے کے بعد ہر ایک لوں گا (مجھے ایک معلوم تھا کہ وہ میری زندگی پر ہی بریک ڈے کی)

وہ تھکنیں کہہ کر جانے کے لیے مڑی۔۔۔ دل کہہ رہا تھا کہ اسے روکنو مگر دماغ نے کہا کہ کس حق سے روکو مجھے اسے جانے دینا چاہتا تھا مگر فرض کے آگے جبر تھا میرا۔۔۔ روکنا تو لوگ کہنے کو کچھ ایاز واصف اسے چھوٹ پر نظر رکھتے تھے۔۔۔ ہم فوجیوں کے لیے ڈیوٹی پہلے اور زندگی کے بعد ہی آتی ہے۔

میں آنکھیں بند کرنا تو مجھے اس کا خوب صورت نظر آ رہا تھا۔ اس کو پانے کی خواہش سے مایوسہ دل میں ابھری اور میری زبان پر دعائیں نکلتی جا رہی تھیں۔

کچھ کب کا میرے کھوکھوں میں آتی تو قسمت اور نصیب کا کھیل سمجھ کر اسے بھول جانا یا مگر جو نصیب ہوتے ہیں، وہ جدا کہاں ہوتے ہیں۔ انہیں ملنا ہوتا ہے ہر حال میں۔ ہر صورت۔ اسے کوئی تم سے الگ نہیں کر سکتا۔۔۔ مجھے خدا نے ہمارے لیے بنایا ہوا خدا کے بندے اسے ہم سے الگ کیسے کر سکتے ہیں۔ وہ بھی مجھے۔۔۔ میری جیبت میں ہو گئیں۔

ایک بہت ہی خوب صورت شام میں فایر کو کولے کر آٹس کریم ہارڈ میاں ہوا تھا۔ بادلوں اور غلطی ہوائے ماحول کو ٹھنڈا بنا دیا تھا۔ ایسے میں جب خوب صورت ٹھنڈی ہوا کی لہریں بڑے۔۔۔ پیار سے چہرے سے گزرتی تھیں تو ہر کوئی ایک خوشبو سمجھ لیتی۔۔۔ میری ہری توجہ فایر کو آٹس کریم کھانے پر مرکوز تھی ایسے میں ایک دو لڑکیاں اس کے کمرے سے سامنے کھڑی ہو گئیں۔ اس میں سے ایک کو میں اپنی طرح سے پہچان رہا تھا۔ اسے بھلا میں کیسے بھول سکتا تھا مگر۔۔۔ جانے کیوں میں خود کو انجان ظاہر کرنے لگا جیسے میں نے اسے پہلے پہچان ہی نہ دیکھا تھا۔ وہ ڈیوٹی پر تھی۔

"ہیلو سیرجاء! کیا آپ کا فون نمبر لے سکتی ہوں۔" اس کی دوست نے بغیر کسی توجہ کے کہا۔ میں اس کے اس رویے پر حیران ہو کر اٹھ گیا اس کی عادت ہی تھی ہوگی جبکہ ہاٹل خاصوٹ کھڑی ہوئی کسی شاعرانہ بھی اپنی ٹیکسی کے اس طرح کے اقدام کی توقع نہیں ہوگی۔

"آپ کو میرا نام کیسے معلوم ہے؟" میں جان بوجھ کر انہی بن گیا تاکہ مجھے اچھی طرح سے اعزازہ تھا

کہا کہ یہ سب معلومات اسی نے دی ہوں گی۔ میرے اس طرح سے کہنے پر کرب کا اک سایہ اس کے خوب صورت چہرے پر پڑا اور جبکہ اس کی فریڈ کے ایمیشن میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ جب اس کی فریڈ میرے ہاتھ سے میرا کارڈ پکڑ رہی تھی تو اس نے فون کا نمبر گھر پر اس کی دوست نے آج بھی جبران کرنے کا تہیہ ہی کر لیا تھا۔ وہ وہاں سے چلی گئی البتہ کارڈ پکڑ کر اسے اس کی ٹیکسی واپس کھڑی کر دیا اور جو کچھ اس نے کہا اس کا تو میں نے بھی خواب میں ہی نہیں سنا تھا۔

"اچھا ٹیکسی بات ہے ہے کہ۔۔۔ میری بیماری کھلی مارہیہ ارشد کو تم سے محبت ہوئی ہے۔۔۔ اس کے خرابوں میں تم اس طرح ہوئے ہو کہ ایک منٹ بھی نہیں اپنے ذہن سے تھوٹیں کر پاتی۔۔۔ اس کے تہہ ناری آتی دیکھتے کہ پانی کی۔۔۔ اس سے پہلے کہ اس کی (تھی) اپنی بات مکمل کرتی، وہ سرخ چہرہ لے لے وہاں سے تیزی سے چلی گئی۔ جی ہاں وہ حنا ہے کچھ دیر جا چکا تھی۔ پھر مجھے یہ حنا ہے کچھ ڈراپ پڑا۔ پڑا حنا ہے مجھے مارہیہ کے بارے میں سب کچھ دانتے میں بتایا، اس کا بچپن، اس کا کالج اور اس کے شیعہ اشتیاق کے بارے میں بھی مجھے ایک طرف تو فایر سے ملنے کی خوشی تھی تو ساتھ ساتھ اسے کھونے کا دکھ بھی۔

پھر ایک دن حنا کے آج آج کا مارہیہ کی شادی کی تاریخ ملے ہوئی ہے، اس دن پہلی مرتبہ میں خوب رویا تھا۔ اپنے محبوب کو پانے کے بعد کھونے کا دکھ کچھ زیادہ ہی بڑا ہوتا ہے۔

اس دن خدا سے میں نے بہت دعائیں کی۔ بہت شکوے کیے کہ تم میں شاید خدا کے فیصلوں کی مصلحت کہاں سمجھ میں آتی ہے۔

☆☆☆☆

"واٹ!" میں حیرت سے چلتا اور کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس وقت میری ہانڈ ڈیوٹی تھی۔

"جی ہاں سیرجاء! فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔۔۔ قدرت نے تمہیں ایک موقع دیا ہے، اسے خالص

محبت میری جنت ہے

مست کرو۔۔۔ مارہیہ نے اشتیاق کے ساتھ لیٹ ہانڈ ڈنر پر جانے سے انکار کیا تھا، اس لیے اشتیاق نے کھانچ کے وقت یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ مارہیہ اس کی ایک خواہش پوری نہیں کر سکتی تو اس کے ساتھ ہائی زندگی کیسے گزار سکی گی۔

"حنایہ کیا۔۔۔" اس سے پہلے کہ میں مزید کچھ کہتا حنا یہ میری کھوکھوں۔

"دیکھو سیرجاء!۔۔۔ چار اور تاجا خرا خرا میں پوری کرنے میں فرق ہوتا ہے۔ مارہیہ کس حق سے چلی اشتیاق کے ساتھ لیٹ ہانڈ ڈنر پر۔۔۔ اشتیاق اس کا عمر وہ نہیں تھا، اسے وہ تو صرف اس کا ہونے والا شوہر تھا۔۔۔ اب تم فیصلہ کر سیرجاء!۔۔۔ جی نہیں تمہاری محبت چاہیے یا۔"

اس وقت میں قدرت نے ایک موقع حکما حکما تھا۔۔۔ میری محبت، میری اجابت کے کاموقع۔ اس خدا ہی تو میں مواقع حکما حکما ہے اگر ہم میرے ساتھ انتظار کریں، اپنے خدا تعالیٰ کی رحمت کا۔۔۔ میں تیزی سے گھر کی طرف گیا، کپڑے پہنچ گئے اور وقت ضائع کیے بغیر حنا کے دیے گئے ایڈریس پر پہنچا۔ جیسے ہی میں گاڑی سے اتر میں نے دیکھا کہ ہر طرف روشن اور تقوٰوں کا کارج ہے، مارہیہ ارشد کا گھر ارشد ڈسٹین اور طرح سجا ہوا تھا۔۔۔ گھر کے اندر ایک اداسی اور پرانی برک رہی تھی۔ حنا میں گیٹ پر میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں سلیڈر کرتے اور چوڑی دار پاجامہ میں کھل سے بھی دھکے لگا رہا تھا۔

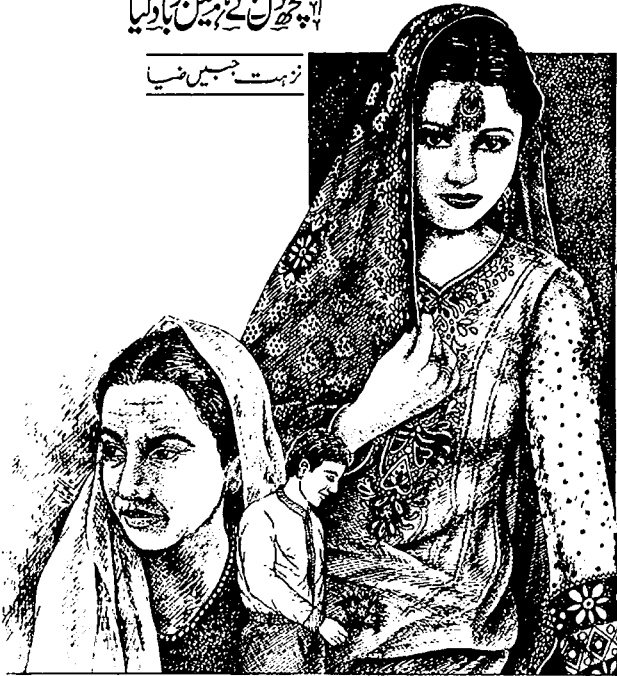
حنایہ مجھے مارہیہ کے والد ارشد عظیم صاحب کے پاس لے گئی۔ اس وقت ارشد عظیم ایک کھمبے کے اوپر ہارے سے ہاپ ٹھارتے تھے جن کے چہرے سے پتہ چلتا تھا کہ حنا۔۔۔ میں نے ان کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"کیا آپ مجھے اپنی بیٹی کے لائق سمجھتے ہیں؟ خدا نے جو منجھ سے دیا ہے تو کیا آپ اپنی بیٹی کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے کر میری زندگی مکمل کریں گے۔"

ارشد صاحب نے میرے بڑے سے دے ہوئے ہاتھ حنا

ایک چھوٹی آنے زمینوں باریکا

زہرا حسین ضیا



صورت چہرہ میری نگاہوں میں گھوم گیا..... میں نے سوچ رکھا تھا کہ اس بار جاتے ہی اہل کو اسرار کے بارے میں بتاؤں گا اور..... اسرار کے جملہ حقائق اپنے نامہ کاروں کا۔ اسرار کا خیال آئے ہی اسامو خود بخود خوشگوار ہو گیا..... میں دھڑوں پر گہرا تھکے لپٹا مختصر سا ساہن اکھا

میں آج بہت خوش تھا۔ میں چھٹیوں پر گھر جانے والا تھا۔ سو رہا تھا کہ اس نے اس بار میری شادی کا کیا ارادہ کر لیا ہے اور اس سلسلے میں لڑکی کو دیکھنے کا سلسلہ بھی شروع کر دیا ہے۔ سو رہا کہ بات پر میں آپ ہی آپ مسکراؤں۔ شادی کے تصور کے ساتھ ہی اہل کا خوب

رہی تھی جی جیسے قدموں کی چاپ سنائی دی اور میں نے بے اختیار انھیں بند کر لیں۔

”مارہ.....!“ میجر ایاز نے پہلی دفعہ میرا نام لیا تھا۔ میری ہڈیاں بے ترتیب ہیں۔ اس کے الفاظ کی شیرینی اور گدگد میں بند آنکھوں سے بھی محسوس کر سکتی تھی۔ وہ میرے پاس آ کر بیٹھا۔ میں ہنسنے لگی۔

”تم نہیں کھولنا ناں مارہ..... دیکھو ناں.....“

سب کتنا خوب صورت ہے بالکل خوب سا..... مگر یہ حقیقت ہے..... ایاز کی نظروں کی تڑپ میں اپنے چہرے پر محسوس کر سکتی تھی۔ وہ ایک منٹ کے لیے اٹھا اور کمرے کی الماری کھول کر وہاں آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے ایک ڈبا کھولا اور اس میں سے کچھ لال کریم اٹھ کھڑا۔ وہ ایک بے حد خوب صورت کمری تھی..... جس کے اسٹریپ پر ہیرے جیسے چمکے تھے۔ میں نے نظر اٹھا کر میجر ایاز وادف کو دیکھا جس سے نظر اٹھا کر مجھے محبت ہوئی تھی..... پھر اسے ڈھونڈا۔ اسے ہانے کی بے حد دعا میں کی اور اب..... وہ میرے سامنے تھا۔

میجر ایاز نے مجھے اپنے، مگر والوں اور فاریہ کے بارے میں بتایا..... وہ اتنی خوب صورتی کے پل رہا تھا کہ اس کا ایک، ایک لفظ میرے دل میں اترتا چلا گیا اور وہ بھی ہنستا تو اس کی ہنسی ماحول کو مزید خوشگوار بنا دیتی..... میں نے عقیدت سے میجر ایاز کے کانہ سے پرسرگاز کیا۔

تیرا جنت میں ساتھ مانگا ہے کیونکہ دنیا تو محض قالی ہے

میں نے محبت کی ہے..... ہاں مجھے محبت ہے پھر میں نے اسے پایا بھی..... اس سے ملنے کے بعد اسے

کھوپا بھی..... مجھے محبت کے کونے کا درد بھی پتا ہے اور محبت کو پانے کی خوشی بھی آتا تھا۔ یہاں ہے۔ ایسا لگ رہا ہے جیسے میری جنت میں ہی ہو..... ہاں جنت ہی تو ملی ہے میری محبت..... میری جنت۔

کر مجھے لگے لگایا۔ مجھ نے نہ جانے انہیں کیا کہا تھا۔ اس اور الماس مجھے نکاح کے لیے ملے۔ مجھ نے کمرے میں لے گئے جو شاید انہوں نے نکاح کے لیے ملے۔ مجھ کو شاید یہی وجہ تھی کہ کسی کو معلوم نہیں ہو سکا کہ اشتہام نکاح سے انکار کر کے چاہتا ہے یا وہ آیا ضرور تھا سب کے ساتھ مگر اب چاہتا تھا۔ نکاح کے وقت بھی اور نکاح کے بعد بھی لوگوں کے چہروں پر طرح طرح کے سوالات تھے مگر نکاح کے بعد اہل ارشد بچے آنے پر لے گئے اور اس کا کیا کر.....

”آپ سب حیران ہوں گے کہ میری بیٹی کی شادی تو میرے دوست کے بیٹے اشتہام کے ساتھ ملے تھی.....“ اشتہام کا نام لیتے ہوئے اٹھ کر آواز میں دھڑک رہا تھا۔ انہوں نے اپنی بات جاری رکھی..... ”مگر خوش قسمتی سے میری بیٹی کا شریک حیات اب ایاز وادف ہے اور مجھے خوشی ہے کہ اشتہام جیسا جو کے باز اور کمرے میں محض میری بیٹی کا شریک سفر نہیں بننا.....“ اٹھل ارشد کی آواز میں اب فرقا خوشی تھی۔

☆☆☆

اس دن میجر ایاز کے سب مجھے رخصت کر دیا گیا۔ میں خوش تھی کہ مجھے میجر ایاز مل گیا تھا اور گھر لائی ہوئی تھی کیونکہ یہ سب میری توقع کے برعکس ہوا تھا۔ پھر مجھ نے مجھے پوری صورت حال بتائی تھی۔ میں نے اشتہام کو انکار کیا تھا کیونکہ یہ سب میرے اصولوں کے خلاف تھا، یہ اس توہینت کے خلاف تھا جو مجھے بچپن سے دی گئی تھی۔ اپنی تربیت کو بلائے ملایا رکھ کر اس کے ساتھ ڈنر پر کیوں جاتی..... اللہ نے مجھے اس سے بڑھ کر اٹھا دیا تھا۔

خدا نے مجھے میری محبت عطا کی تھی۔ مجھ نے یہ بھی بتایا کہ کس طرح اس نے میجر ایاز کو ال کے بلایا اور اسے سب بتا دیا۔ میرا نکاح ایاز سے ہو اور نہ اب اور بھائی تو مدد سے ہے حال ہے۔ مجھ نے ہی اب اور میرا بھائی کو میجر ایاز کے بارے میں بتایا تھا، میرے ذہن میں ساری باتیں قلم کی طرح

انتہائی جاہلانہ اور بد تمیز انداز تھا۔

میں مخاطب تھا۔

”وَفَّ خُدا بِہیں نے ہر مقام کیا میرے ہاتھ سے
 چھوڑا کر شاہ میرے ... بیروں میں کر گیا تھا اور بے
 رحمانی میں میرے بیرون تھے ناک کا کچھ کی چوڑیاں
 میں تو کچھ نہیں ... میرے احساسات اور جذبات
 ... فرق صرف یہ تھا کہ چوڑیوں کے ٹوٹنے کے
 آواز کی آہی اور میرا دل ... بے آواز کر گئی، کمری
 ہو گیا تھا جس کو خیالوں کا مرکز بنا کر میں نے بڑے
 پیار سے چوڑیاں خریدی تھیں ... جس کا خوبصورت
 احساس پیری رنگ، رنگ میں سہاوا ہوا تھا۔ جس کے
 انھوں کا کس میں چوڑیوں کی کولا پی میں محسوس کیا
 ... میرے سامنے آ اور چلی گئی تھی
 میں اتنے پس اور اتلا چا تھا کہ اس سے روت رہی
 نہ کر سکا۔ میری آنکھوں کے سامنے اندھا سا
 چھانے لگا۔ وہ اس حالت میں ... ساتھ کون
 تھا۔ اور وہ بچے ... اور وہ ... یہاں پر اس جگہ
 اس شہر میں ... کیسے آئے تھے مجھے جبر تک نہیں
 ہوئی۔ یہ سب کیا تھا؟ جو امید و ناامیدی کی کیفیت
 میں تھا۔ اس کفر میں کھنسنے کے لئے اور ناامید
 سے کیا گیا تھا۔ گویا یہ حقیقت تھی ... اور
 ذہن ناک حقیقت کرو۔ دو اہل راجہ تھے۔ میرے
 قدم سن، کس قبر کے ہو رہے تھے۔ میں دل میں منوں
 ہو جو رہے وہاں لوٹ آتا تھا۔ میری آنکھوں میں جلن
 ہو رہی تھی۔ میرا دماغ ناؤف ہوا تھا۔ میں کمرے
 کے آریز پر گیا تھا۔ اور دردی کی اتھاہ گہرائیوں
 میں ڈوب کر بھی کی مدد میں کونہ نہ لگا۔

”فاران! او فاران!..... کتنی دیر سے آوازیں
 آہوں..... پیچھے آج بھی جا.....“ اماں کی تیز اور
 غصیلی آواز پر میں چٹکا اور جلدی سے بیڑھیوں
 دوڑ لگا دی۔ ”کب سے چلا رہی ہوں کہاں کھویا
 ہے؟“ اماں نے مجھے ٹھوکر کر دیکھا۔
 ”ہاں ہے ناں اماں! بڑھتا رہتا ہوں۔“ میں

نے آنکھیں چراتے ہوئے کہا۔

[illegible][illegible]

سنگ چٹائی

پناہ گزہ

وقت کا پہنچا اعلیٰ مخصوص رفتار سے رواں دواں ہے..... کبھی معلوم ہوتا ہے یہ پہنچا کر گیا ہے اور مگر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تیز بہت تیز ٹھوٹھا چلا جا رہا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ اس کا کھونا مناسب کو اپنے، اپنے حساب سے کم، زیادہ لگا کرتا ہے۔ انسانی زندگی کے پانچ دور ہیں، نوعمری، جوانی، ادھیڑ عمری اور بڑھاپا ویسے عام طور پر تو لوگ چار دور ہی شمار کرتے ہیں خبر جانے دیجیے۔ ہمیں تو اپنے پاکیزہ ساتھیوں سے ان کا بچپن، نوعمری، جوانی اور ادھیڑ عمری کے تجربے بات، واقعات و مشاہدات سننے ہیں تو پھر تیار ہو جائیں۔ تمام پاکیزہ پڑھنے والوں کو انشاء اللہ ان سالگرہ نمبروں پر جو ماہ اپریل اور مئی کے شمارے ہوں گے بہت کچھ نیا پُر لطف اور دلچسپ پڑھنے کو ملے گا۔ خصوصیت سے وہ تمام کہیں جواول دونوں سے ماہنامہ پاکیزہ کے ساتھ ہیں اس سلسلے میں ضرور حصہ لیں۔ اگر پُرانا ترین رسالہ ابھی تک موجود ہے تو اس کے سرورق کی واضح تصویر بھی بھیج سکتی ہیں۔ اس کے لیے یہ سوالات مرتب کیے ہیں۔

1- ماہنامہ پاکیزہ سے تعارف کی مختصر کہانی اپنے الفاظ میں.....؟

2- اس پورے عرصے میں پانچ ایسی نمایاں باتیں جو پاکیزہ سے نا تاجوڑے رہیں۔ مثلاً کہانیاں، سلسلے، مصنفات یا کچھ اور.....؟

3- ماہنامہ پاکیزہ کس طرح آپ کا دوست، رہنما اور ناصح ثابت ہوا؟

نوٹ: ہمیں اپنے جوابات کے ساتھ چاہیں تو اپنی فنی اور بہت پرانی تصویر بھی بھیج سکتی ہیں

جلدی ہوئی۔ بڑی ترقی تھی کوئی آسان بات نہ تھی میں جلدی، جلدی پہنچی لی جاتی۔ بہر حال جب آقا تو اسارا سے ڈھیروں باتیں کرتا اس کے اباؤں میں تھے اور دونوں بھائی چاہ رہے تھے تو ہمیں موقع مل جاتا۔ اس نے اپنی پہلی اور مگر کے بارے میں ساری باتیں مجھے سن کر کہیں نہیں تھیں۔ اس سے بڑی چار نہیں تھیں ایک شادی شدہ ایک اس کے چار پانچ بچے تھے وہ دوسرے شریں رہتی تھیں۔ ان کے ہاں خاندان میں ہی خاندان ہوئی تھیں اور یہ تو اسارا کا قریب تھا کہ خاندان میں اس کے جوڑ کا کوئی رشتہ نہیں تھا۔

”اودھ گھر کا لاکھ بھائی جو کچھ انہیں رو نہ میرا ڈاؤ تو گول ہو جاتا۔“ میری بات پر وہ کھلم کھلا کر ہنس دی۔

نہرا یادوں میں بھی میری جیوں میں خوب صورت تھی، میں اس کے چہرے کی شکل میں کھونے لگا تھا۔

دن کر کے چلے گئے اس بات میں آتے، آتے اس کو چھپا کر عام ساموہاں دے دیا تھا کہ کم از کم رابطہ میں تو رہے۔ کچھ ماہ آگے سر کے میں چھینیں پر آیا تو سوہا آئی ہوئی تھی، اس کے ہاں خوشخبری تھی۔

میں بہت خوش تھا کہ ساموہاں بنے جا رہا ہوں۔

میں نے اسارا کو کچھ دیا اور موقع دیکر کہ جیت پر آگیا۔ وہ کبھی اس بار خاصا پریشان تھی کہ بڑی بہن کی طبیعت خراب ہے۔

”کیوں بھی؟ خیریت تو ہے نا، کیا میں ایک ہمارے خالو بنے جا رہا ہوں۔“

”ہیں.....“ میری شرارت پر وہ ہنس ہوئی۔

”نہیں اپنا ہائی کے پیٹ میں تکلیف ہے، کالی دن سے وہ چپک اپک کرتے آئی ہوئی ہیں۔“

”اچھا اللہ پاک بہتر کرے۔“ میں نے دعا دی۔

اس بار ہم نے بہت ساری باتیں کیں، میں نے اس سے کہا کہ اس کو کچھ دتا ہوں۔ اس نے سچ کر دیا کہ ابھی نہیں، اس کی باقی تین بہنوں کے رہنے بھی ملے ہو چکے تھے، وہ مطمئن تھی بہت پر امید تھی کہ اس کے والدین کو کہ خاندان میں شادیاں کرتے ہیں مگر اس کی

سے اسن طریقے سے فارغ ہونے کے بعد میں جیت پر آگیا۔ مگر پھر چاندنی رات تھی جیت پر پہلی نرم، نرم چاندنی بڑی پہلی گھر میں تھی میں چپک رہا تھا اور چاند کو کھینچ کر غصہ پڑی اور بھی روتی انہوں کے راتے دل میں اتارنے لگی تھی۔ جب باہر ہی اندوں کی چاہ محسوس کی چوک کر پلا۔ وہ چھوٹی سی دیوار چھلا کر آگے آئی تھی میں گھبرا کر اٹھ کر بیٹھ گیا۔

”جیت تم.....“ انہیں کچھ پھاڑ کر اس کی جانب دیکھا جو رات کے دو بجے پہنچ رہی تھی۔

”بھئی.....“ اس نے منہ پر انگلی رکھ کر مجھے چپ کرادیا اور قریب آئی۔

”ک.....“ کیا ہوا اسارا..... میں واقف گھبرا رہا تھا۔

”فاران.....“ آئی اہم سواری۔ میں تم سے یہ کہنے آئی ہوں کہ تم واقعی اچھے لاکے ہو شریف اور خاندانی۔ گزشتہ ایک سال میں مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ میں، میں ہی تم سے جیت کرنے لگی ہوں۔“

”کیا کہہ رہی ہو تم؟“ مجھے اپنے کالوں پر یقین نہیں آیا۔ میں چار پائی سے اچھل پڑا۔

”ہاں فاران.....“ سچ ہے۔“ چاندنی چٹکی چاندنی میں دھمک اس کا شرمیں چہرہ۔ پہلی نظریں اور مسکراتے ہوئے لب، میرے حواسوں پر پٹی کر رہے تھے۔ خوشی کے احساس سے میں سے قابو ہونے لگا تھا۔

خاطر سے شادی تو ابھی دور کی بات تھی مگر..... اس کا اقرار کر دینا بھی میرے لیے بہت تھا۔ وہ جا چکی تھی اور میرے دل کے تاروں کو پھینک کر مجھے سوچوں کے سنے راستے کا مسافر بنا چکی۔ میرے لب آپ ہی آپ مسکراتے گئے۔ دل بھوم اٹھا تھا۔

سوہا رخصت ہو کر سرسبز پہلی تھی مجھے احساس ہوا کہ میری خیر موجودگی میں اس اہلی پڑ جائیں گی۔ ایسے میں شین بھائی نے ماں کا خیال بالکل بچہ کی طرح رکھا۔ اس بار میں باہر آیا یادہ اس تھا۔ سوہا کی چوہائی، اماں سے دوری اور بھر..... اسارا سے دوری۔

واپس آکر مجھے اب جلدی، جلدی گھر جانے کی

ہاتھ نہیں ہاتھیں کے کیونکہ خاندان میں اب کوئی تھا ہی نہیں..... میں بھی اماں کی طرف سے ممکن تھا کہ اماں کو بھی کوئی دسترس نہیں ہوتی۔ میں داپس آگیا۔ اب ٹرینگ مکھی لفت ہو گئی تھی۔ اس سے ایک دو باتیں بات ہوئی تھی۔ وہ ایک جانب، بہنوں کی شادی کی تیاریوں میں مصروف تھی تو دوسری جانب بڑی بہن کی بیماری کی وجہ سے پریشان تھی۔ میرا اس نے بتایا تھا کہ راتے نہ بخمبوں میں موہاں پر بات کرتا مشکل ہو جاتا ہے اور اس کا سواہل بند ہو گیا تھا اس کی طرف سے فکر مند رہتا۔

سو برا بھلا سے بیٹھے کی ماں بن گئی تھی بہت خوش تھا۔ چٹپٹاں ہونے والی تھی تب ہی سوہرا کی کال آئی اس کی خواہش سے آگاہ کر دیا تھا، میں بہت خوش تھا کہ اماں ہارا دارا کو اپنے نام کی انگوٹھی پہنا کر ہی آؤں گا۔ مگر خوشگوار احساسات لیے میں ہارا دارا آیا تھا اور..... اور..... بازاری میں ناقابل یقین نظارہ میرے لیے کسی سامنے سے کم نہیں تھا۔ میں سوچوں کے سمجھدار سے لگاتا رہے ساتھ سوہرا کو دوبارہ کال لگائی۔ دوسرا اُھر کی ہانک کے اصل مدے پر آیا۔

”سوہرا ہائی سب ٹھیک ہیں ناں۔؟؟؟ شینہ بھائی ان کے بچے، بچل خالہ، دھیرہ اور بان دو پردوں میں شادی بھی ہوئے والی تھیں بچاں پورہ میں۔“

”میں نے کچھ تو خوشگوار بتانے کی تا کام کو خوش کی۔“

”ہاں ہو نہیں سب کی شادیاں۔“ اس کے جواب پر دلی ہی طرح دھڑکا۔

”ایک تو چھوٹی تھی ماں غالباً جو ہمارے بھی کوئی چیز دینے آجائی تھی۔“ اسید و نا سیدی کی نگہیں میں سواہل کیا۔

”ارے بھائی اس بیکاری امارا کے ساتھ تو بہت برا ہوا۔“ سوہرا کا لہجہ ایک دم ہی غماں ہو گیا۔

”ک۔ کیا ہوا؟“ میں نے دل پر ہاتھ رکھا۔

”ان لوگوں پر تو قیامت ہی ٹوٹ گئی ان کی سب سے بڑی بچی کو کینسر ہو گیا تھا، اس کا انتقال ہو گیا تو خاندانی رواج کے مطابق دوسری بہن کا نکاح بہنوں سے ہوتا تھا۔ باقی

”اوئی اماں آج اتنی دیر کیسے ہو گئی؟ کچھ دن کیا ہوا اماں گھر سے غائب ہو جائیں، معمولات میں فرق آ جاتا ہے۔“

”مندی منہ میں بڑ بڑاتے بیٹے پر پھیلی چادر کو اس نے یوں خود سے دور کیا کہ اس کا ایک کونڈا میں اور ایک بائیں جانب لٹکے اپنے ساتھ ہونے والے اس بے درد سلوک پر دہائی دینے لگا تھا۔ اب اس نے کر کے دوسلا دیا چلا کسا اور

شہزادی و لہجہ

صراحت ریشی



☆☆☆

بہ صورت و

☆☆☆

10

☆☆☆

کی محبت سے

اکرتا تھا وہ

سید

مايڻ

رکالقب "مان"

دوار کے پار۔

☆☆☆

عبارے/عبارت

☆☆☆

☆☆☆

تجارت

مالینامہ

خوگر کی کھائی پر نہیں گی..... سو خاموش رہی..... آنسو اپنے گزرتا تو اس دل میں ناہنجاری ہی..... کہ اور کوئی راہ ہی نہیں تھی..... بچی اور دو کر چپ ہو گئی..... آنسو بہہ بہہ کر اس کے چہرے پر نقش و نگار کر کر گئے۔

اس نے ڈرتے ڈرتے ایک نظر اٹھا کے اس کی طرف دیکھا تو اس کے منہ سے کئی نکتے نکلنے لگے..... یہ بتی چند سال پہلے ایک خوب صورت دوشیزہ جس کی حسن کے چہرے جیسے تھے..... جس کے لیے ایک سے بڑھ کر ایک بہتر نہیں آتے تھے..... اور جب اس کے انگوٹے بھائی کا فرما ہوتا.....

”بھاری بہن لاہور میں ایک ہے..... پر مکی کسی ہے..... اچھا کھاتی ہے..... خوب صورت ہے..... اس کے لیے رشتوں کی کوئی کمی نہیں ہے..... لیکن ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے..... یہ سن کر اداس بننے کے بعد نے وادی جاتیں..... بہن بھائی کی محبت پر ہر شاعر تویں..... بھی کچھ اور سوچا ہی نہیں..... یہی ضرورت ہی محسوس نہیں کی..... بھائی تھا ناں اس کا اچھا بھلا سوتے کے لیے بھر دو کیوں سوچتیں..... اور جب سوجا تب دقت نکل چکا تھا۔

سر آدھے سے زیادہ سفید تاروں کی آمکا بکا بن چکا تھا..... بھائی اس کی خواہ سے اوپر کا پوش بن چکا تھا..... ایک گاڑی لے چکا تھا..... اب شامیر نے ضرورت محسوس کی..... کہ ایک دن ایک چھوٹی سی معمولی سی بات پر بھائی نے کہا..... ”آئے بھائی..... گھر؟ کلن سا گھر لی بی، یہ میرا گھر ہے..... آپ کا کاش..... آپ کا تو کوئی گھر ہی نہیں ہے.....“ اور ناز..... ناز کو گھر کی سے حق سے اسے پکڑ لیا ہو.....

”سائنسوں پر بندش لگا دی ہو.....“
”میرا گھر.....“ اس کے سر لرزے۔
”اب تمہارا گھر نہیں لی بی..... تمہارا گھر نہیں ہے..... اور تمہارا گھر نہیں اور مکی نہیں ہو سکتا..... کیونکہ اس عمر میں تو کوئی تم سے شادی کرنے سے راہ سو کر یہاں رہتا ہے تو شرافت سے ہو..... ورنہ.....“
اس نے تپ کر بھائی کی جانب دیکھا..... خاموش نگاہوں سے فریادی کی نگاہیں وہاں خاموشی تھی.....

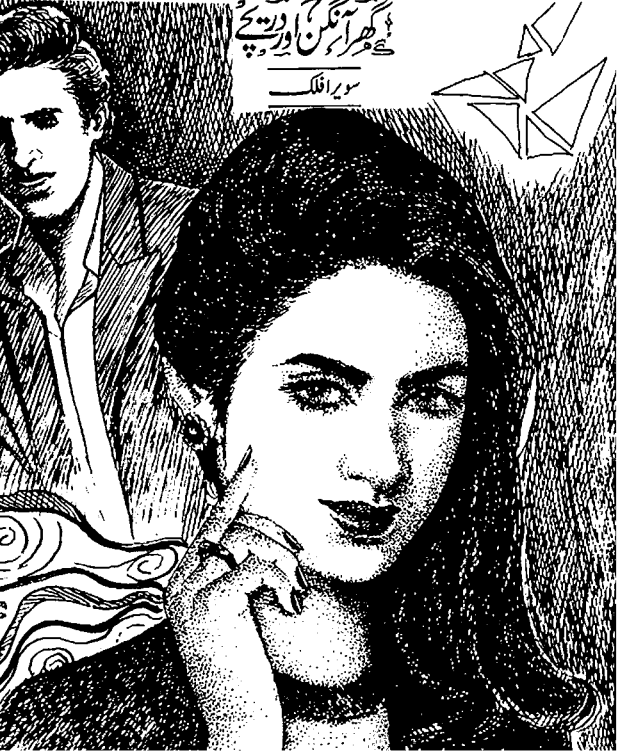
اور جب اسے احساس ہوا یہ جو بھائی آج نہیں بولا..... یہ کل کو کیا یہ اس کے سر نے یہ فاقہ کی نہ پرہ نہ گئے..... اور بہت سالوں کے بعد آج اس نے سوچا اپنے بارے میں..... اپنے آنے والے کل کے بارے میں..... پر ہوئی تھی..... مگر اندر نہیں جانتا تھا..... خیر تو موجود تھا ناں..... بندے کے حق میں بہتر نہیں لےنے کرنے والا ابھی موجود تھا..... اس کے سجدے طویل سے طویل تر ہو گئے..... راتوں کو اٹھ کر اٹھ کر اٹھ کر ایک ہی فریاد ایک ہی احتجاج کرنے لگی..... اپنا گھر مانگنے لگی..... جو اس کا اپنا ہو..... جہاں اسے کوئی بے گھر کرنے کی دھمکی نہ دے۔

اور اس کی دعائیں..... اس کی انتہائیں..... اس کی مناجاتیں دیکھ لے آئیں..... اس کی دعا شریف تو ایست پائی..... اس کے لیے قاسم علی کا رشتہ آگیا..... جس کی بیوی دو سال پہلے وفات پائی تھی..... بچہ کوئی تھا ناں ماں باپ حیات نہ تھے..... اس کی بھالی نے بہت کوشش کی کہ یہ رشتہ نہ ہو لیکن اللہ کا امر ہو چکا تھا..... اللہ نے کچا کہہ دیا تھا۔

ناز، قاسم علی کی دلہن بن کر اس کے کل نر گھر مگر آئی تو اسے گدہ کوئی خواب دیکھ رہی ہے..... لیکن اس سے پہلے ایسا خواب ہی کہاں دیکھا تھا بھلا..... ”ناز آج سے یہ آپ کا گھر ہے..... صرف آپ کا گھر..... اسے جس طرح چاہو سجاؤ جس چیز کو چاہو بنا دو..... جس کو کچا ہو کھادو اور جس کو چاہو باہر کر دو.....“ چاہو تو مجھے ہی اس گھر سے نکال کتی ہو لیکن یہ گھر میں نے آپ کے نام کر دیا ہے.....“ دھیسے لیسے میں کہتے قاسم علی نے دنیا کی ساری دولت ساری طاقت پیسے اس کے قدموں میں پٹھار کر دی تھی..... ناز نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کے ساتھ مدد دینے کا خاموش احساس دلایا..... اور دونوں کا اور کیا کیا ہے تھا..... زندگی تو مکمل ہو گئی تھی..... ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے خوشیوں کو کھاتے آگے بڑھ گئے۔

اس نے کسلندی سے آنکھیں کھولیں تو سامنے لگی وہاں کلاک میں گیارہ بجے کا منظر یہ دینی سونیاں گویا اس کے جسم میں چھڑ گئیں..... وہ تیزی سے آنکھیں ملتی ہوئی اٹھ کھڑی..... اس نے کمر پر پھیلے سیاہ لانے ہالوں کو سمیٹ کر جوڑے کی شکل دہی اور پکڑ میں قید کر لیا۔
انہوں سے لان کے پر عذوٹ کی کھنوں کو درست کیا..... محققہ دانش روم میں جا کر چہرے پر تازہ پانی کے

بگھرا نہ گئیں؟
سورہ الفلک



”ہاں یار..... اصل میں گھر میں تو کوئی ہوتا نہیں ہے ہاں..... دیکھو تو مغز اے کے آنے کے بعد آتی ہے۔ مگر اہی جاب سے آکر اور دیرلہ پونڈرشی سے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

”اُدکے مانی ڈیر وائف..... صرف بچن پر کیا
موقوف ہے، ہم آپ کو پورا کر رکھتے ہیں۔ آخر کھر
کے کیٹنوں کے ساتھ، ساتھ اس کے درود یار سے بھی
تعارف ہو چاہیے ہاں..... کھر پہلے جانے کی کر ڈرا
نہی حاصل کرکٹن..... شازلے نے اس سے ہا کھر
کے کالیہ در میں دہی جانب قدم بڑھا کر سانسے کھر کے
دور دروازے کی طرف اشارہ کیا اور پھر دونوں ایک ساتھ
یہی جگن میں داخل ہو گئے۔ زمین سے ایک ہی نظر
میں کجی کا کھر بڑ جاڑہ لیا۔ یہ اسٹائن طرز کا بنا ہوا
مٹی تھا۔ اس کے شازلے نے کھر سے بڑھ کر کجیت سے
پہنچا ہے۔ اس نے اسٹائن طرز کا کھر سے کجیت سے
اُغا، بریلے اور دودھ نکال کر لے آئی فرانی چین اور

[illegible]

طلب ہو رہی ہے۔ "زمین نے جان بوجھ کر ہونٹ لٹکا کر معصومی شکل بنا لی تو شازل نے آگے بڑھ کر مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

”اُسکے مالی اذیتور دانق..... صرف بچن پر کیا
موقوف ہے، ہم آپ کو پھر دکھا رہے ہیں۔“ آخر
کے کیونوں کے ساتھ ساتھ اس کے دروہار سے بھی
اعتراف ہوتا چاہے ناں..... پہلے چائے کی کڑوا
کے حاصل کر لیں۔“ شازل نے لاؤنج سے باہر
کافیروں کی طرف جاب قدم قدم چڑھا کر پہنچا
دروازے کی طرف اشارہ کیا اور پھر دونوں ایک ساتھ
یہی جگہ میں داخل ہو گئے۔ زمین سے ایک ہی نظر
میں جس کا بھر پور جائزہ لیا۔ یہ انٹیلیکٹ طرز کا بنا ہوا
مکین تھا۔ اسے میں شازل نے آگے بڑھ کر کینٹ سے
چائے، جی، چینی اور تیل نکال کر دیا۔ زمین فریج سے
بریل، بریل اور دو پھر نکال کر لے گئی۔ فریج میں
ساں چائے، پھر وہ بھی موجود تھے۔ دیگر بریل ساٹے
لگے انٹیلیکٹ کے اسٹینڈ پر رکھے تھے۔ زمین نے چل چلا
کر چائے کا پانی چڑھایا اور چائے میں اڑا دینے لگی۔
چھوٹی تیلیں پر آگ لگی۔ جہاں شازل بیٹھا اخبار کی ش
ر سیاں پڑھ رہا تھا۔ شازل نے اخبار کے مطالعے کے
ساتھ ساتھ اس کی نظر بھی پڑھ رہی تھی۔ دولت کرپا
تھا کہ اس کے کام میں کافی تھپے، اس نے ناشتیاں
کر ساتھ ہی سلیپ بھی صاف کر دیا تھا۔ اور اب ٹرے
میں کے بجائے اڑاتے گوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے
ڈسکس اس کے ڈونڈ کا ہندسہ ہے۔ ہتھے کو دناں
کے گھر میں توں بیٹھے جانے کا کوئی دروان نہیں تھا بلکہ
پڑھتی درواہ راستہ فریج سے نکال کر استعمال کر لی
پانی چائے اسے اب بھی اس نے ختم کر کے برتن دھوا
چاہے تو شازل نے ڈسکس اس کی ہانپ کر لی۔

”ارے یہ کیا بات ہوئی، یہ میرا گھر نہیں ہے کیا..... کچن کو سمیٹ کر ہی کچن سے لکھنا چاہیے پر صغراں کیسے یہ جموٹے برتن سبک میں بھینکے جھوڑ گئی ہے۔“

ماہنامہ پاکیزہ

[illegible]

”اوہو آئی اہم سوہری دے خیر..... مجھے خیال ہی نہیں رہا۔ اوپر چھت پ ہمارا ملازمہ مغرائ کپڑے دھو رہی ہے۔ اسے آواز دے لو۔ وہ ہاؤس کی بلکہ میرے لیے بھی ایک کپ چائے کے لیے کہہ دو۔“

شاہزاد اب مجیدہ کو دیکر سہرا ہوا کرتا تھا۔

”موسوں کو اپنا کام کرنے دیں۔ مجھے اپنا کام بخود کرنے کی عادت ہے، میں باتوں، آپ مجھے سمجھنے دیتا رہیں، لیکن اس طرف سے زمین سے منتات سے پوچھا تو شال ڈھک کر ابرو۔“

”لو! زینس گرے۔“ وہ بولے۔

”جہیں کبھی ناٹا بنائے نہیں دیتیں۔ وہ جو روتی جا نہیں ہوئی جن ہاں کو کہیں کے اس کی اس کی ہندو اترنے سے پہلے اور کبھی پکوانی سے پہلے اس سے کوئی کام نہیں کروا۔“

”مگر میں خود اور خوف سوراہوں، جائیز مانگتیں تاکہ ان کے کس، اپنی پیادری کی کیوی کے ہاتھوں سے کیا جاوے۔“

”پہلے ان کے خاص میں مرد اور خور کور میں کر ہاں۔“

”میں نے سمجھ کر کہا تو وہ کھٹکھٹا کر بھاگ دی۔“

”آپ بے غم رہیے..... میں آپ کی پہلی
نہیں کھاؤں گی۔ اب چلیں..... مجھے بھی چائے کی سخت

آئی تو ذرا کی ذرا درد دوازے پر نکلے جھاروں والے
 پردے کو ہٹا کر جھانکا تو ان جھاروں میں موجود
 غیظوں کی آواز پر کل طور پر دی کی جانب متوجہ
 شازل بری طرح چوک گیا اور سر گھما کر درد دوازے پر
 نگاہ کی تو سامنے کھڑی نرین کے کدے کو اس کے کپوں پر
 شکایت دوڑ گئی اور اس نے نرین کو اعدا کرنے کا
 اشارہ کیا وہ اپنے سینے سے جو کھڑا تھا، خراباں اودھلے
 آئی اور ہر شازل کے سر کے اوپر ڈھال پر اُڑا دی خود نے
 آجیسی کہاں وہ خود بیٹھا اودھار اب آرا کی صف
 کشن ہٹا کر نرین کے لیے جگہ بنائی تھی۔

”ہاشما کرو گی؟ تم سو رہی تھیں بلکہ کافی گہری نیند سو رہی تھیں اس لیے کہیں کسی نے اغایا نہیں۔“ شازل نے اس کی طرف بنورد کیجئے ہوئے کہا۔ جانشی رنگ کے پھولوں سے جے سوٹ میں اس کی گوری رگت اور کل رہی تھی۔

”یہ سوال پوچھنا تو میرا فرض ہے۔ پتا نہیں میری آنکھ کیسے لگ گئی تھی۔ ورنہ مجھے بچر کے بعد سونے کی عادت نہیں ہے۔“ زمین نے آنکھ کی سے کہا۔

”میں نے تو ناستا کر لیا۔“ جو کہ برداشت نہیں ہوئی یا۔ اور یہ آپ کی بلکہ میری بھی جیننداد و محسن ہے، یہ تو رکھوں گا قلعہ سے جناب..... اور امی کہہ دوں تو چارنگ جاکر رکھے گی،“ خازن نے ایک آنکھ دہاتے ہوئے سخی خیرچہ میں کھانا زمین میں ڈال دیا۔ پھر اس نے مسعود بدلے کی خاطر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”آج کوئی نظریں نہ اُٹا کر میں..... ای، ایو،
عذیلہ اور عامر سب کہاں ہیں؟“

”ارے یار..... آج ویسے کا دوسرا دن ہے تو
سب نے ہی جوائننگ دے دی ہے، ای کے اسکول
میں ایگزٹرا ہونے والے ہیں اور عذیلہ اور عامر بھی
ایگزٹری کے پیچڑ کس ہونے کے باعث مزید چھٹیاں
اُتار دیں کر سکتے تھے۔ ایو کا تو ویسے بھی اسپورٹ
پر ویکٹ چل رہا تھا۔ انہیں تو ویسے ہی چھٹیاں لی

غزل

یہ دکھ تو میری جاں تک ہی رہے گا
نیکس اپنے مکاں تک ہی رہے گا
کسی ہوتی نہیں سیلاب غم میں
یہ خطرے کے نشاں تک ہی رہے گا
زمین سے اس کو کچھ نسبت نہیں ہے
ستارہ نکلتاں تک ہی رہے گا
رہاوی اور کچھ کہتا نہیں ہے
تہماری داستان تک ہی رہے گا
نہ جب تک سامنے آئے گا باقی
قیس اپنا گماں تک ہی رہے گا
شاعر: بانی احمد پوری
انتخاب: ذریعہ اسے نکول، کراچی

کرنے کی آفر کی دو گیند دوں، ماں، بیٹی کو دے بیٹے ہی مگر
دار سے دو چکی نہیں کسی اور زمین کے چار چھ سنبھالتے
ہی دوں اور ڈھکی پر نہیں گھر میں صاحب بیوی اور
بیٹی کو تھک کر نہ دے جو بولے ہے کیونکہ اس کی بیٹی
کی ذمے داری بھی تھی۔ ایسے میں زمین کو تھوڑی سی جنت
مدد کی کافی لگتی تھی۔ سو وہ چند ہی محلوں میں پیاز، ہرا
دھنیا اور پودے، ٹماٹر سے لے کر رکھ لائی اور دلا دینا
کے سامنے رکھ دی۔ انہوں نے پھری تمام کر پیاز کاٹنا
شروع کی تو اس نے پوچھنے کی پیاز پھنا شروع
کر دیں۔ اور بے چین نظریں عدلیہ پر کاڑھیں۔ وہ
خود ان لوگوں میں سے تھی جو ہر کام میں پیش قدمی چاہتے
ہیں اس لیے وہ کسی اور کے کام سے مطمئن بھی نہیں
ہوتے۔ اب بھی اسے عدلیہ کا بلکے ہاتھوں سے ادھر،
ادھر سے ہماڑو دینا تھا مکمل رہا تھا۔
”عدلیہ ذرا کھول سے اچھی طرح نکالو اور

دووں کے دلوں پر سانپ لٹا دیا۔
سال بھر بعد ہی عمرہ نے ان کے زمین کی گودہری
کر دی مگر ڈرتے داروں میں اضافے کے ساتھ زمین
اور پھر چلتی ہوئی۔ وہ عام عورتوں کی طرح محض۔ اپنی
نیند پوری کرنے کے پھر میں جس بڑی بلکدن کے کاغذ
کے ساتھ ہی معمول کے کاٹنا شروع کر دی تھی تاکہ
بچی کے معمولات کے ساتھ، بھلاستے دھاری سے ہی
کسی تمام کام مکمل ہو جائیں۔ وہ تمام مگر کیڑو ڈرتے
داروں کے ساتھ بچی کے تمام کام کی جلدی، جلدی
کرنے کی اولین کوشش کرتی۔ البتہ میرہ کو سنبھالنے کے
محالے میں ملنے والی مدد سے اس نے مگر بھی نہیں کیا
دیئے بھی بہت دوں بعد اس مگر میں کسی کچھ نہ سنبھال آیا
تھا جو کھولنے کی طرح سب کا دل بھلائے رکھتا تھا۔

اس دن بھی اتوار تھا۔ شازل کی فریضی پر اس نے
آلو بھرے پرائے بنائے تھے ہاتھ سے بنائے تھے۔ اس کے بعد
شرہ کی ہاش کر کے اس نے بچی کو شازل کے حوالے کیا
کہ صفائی اور دیگر کاموں سے فارغ ہو کر اسے بھی نہلا
دے گی اور خود بھی فریض ہو جائے گی۔ شازل اسے
دھوپ لگانے کی غرض سے چھت پر لے گیا اور وہ ہماڑو
لے کر لاؤنچ میں بیٹھ گئی۔ کیونکہ چھتوں کی چھٹی تھی۔
چھان چھان کیا کھانا اور عدلیہ کی کام سے ہونے والا ڈراما
دیکھ رہی تھیں۔ سرد مہیاب صاحب، اخبار میں سے مصروف
تھے۔ حاور سے وہ اٹھا تو اب ہاش کر رہا تھا۔ زمین
حسب عادت ایک، ایک چیز ہاش کر صفائی کرنے لگی تو
باپ کے اشارے پر عدلیہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

”بھالی لائیں میں کر دی ہوں صفائی..... آپ
بچن کے کام کو نہ مانیں۔“
”اچھا چلو تم کچھ ہے۔“ ڈسٹنگ بھی کر لیتا۔ میں
جب تک بیانی کی پیاز کاٹ لوں..... ”زمین نے
جھاڑو اسے صفائی۔
”زمین تم پیاز کاٹ کر لے دے دو۔ میں کاٹ
دیتی ہوں۔ تم دوسرے کام دو کچھ۔“ اب کی بار میں
کی آٹھیں دکھانے پر عدلیہ دیکھنے کے بھوکھلوت فراہم

معمول پر آئے گی تھی۔ شازل کی چھان بھی ختم ہونے
کو تھیں سو دلشاد بیگم نے اس کی جوائنٹ سے ہٹے بھر
پہلے ہی پھر پکائی کی رسم کا اہتمام کر لیا تھا۔ سب سے تربیت
دے کر انہوں نے صفائی کو بلا کر اس کے ہمراہ کیا تھا۔ وہ
وہ بنیادی تھیں شازل میں زمین کی مدد کر کے اور پھر بیانی
قور سے اور صفائی کا آرڈر دینے کے لیے انہیں کسی
کیٹرنگ میں شون کا تھا زمین کو پتا چلا تو اس نے خد کہ
قور سے اپنے ڈرتے لے لیا۔ دھوت میں دلشاد بیگم کی
اکھوتی نور زمیں میں اپنی اپنی کے ساتھ موجود تھی۔
قور سے کے ساتھ اس نے چمن دوست اور اس کا ملائی
بھی بنائی تھی۔ زمیت اور ان کے شوہر نے اس کی بنائی
ایک، ایک ڈھکی کی تعریف کی۔ زمیت کی تعریف پر
زمین نے شرمیلی لکھی کے ساتھ سر جھکا کر شکر پی کیا تو
انہوں نے اس کے سر پر مشق نہ ہاتھ کر کیا۔

”ماں! ماں! حسن و سیرت اور بیٹے کو کھلو ایسے میں
لیکا ہو۔“ وہ حقیقت ان کو لکھا ہی مگر کو جنت بنائی ہیں
اور تم بھی بچیں کو کچھ کر یہ احساس تو ہی ہو جاتا ہے کہ
بچوں کی تربیت میں ان کے گھر کے ماحول اور ماں
کی طبیعت کا نشانہ ہوتا ہے۔“ آخر کی جملہ کہنے ہوئے
انہوں نے ہماڑو پر مگر ہی نظر ڈالی اور بیگی کا سر یاٹھا تو
دووں میں، ہماڑو ہو گئی کیونکہ دووں ہی اس بات
پر واقف تھیں کہ عدلیہ دواسر (زمیت کا بیٹا) کے
رشتے میں اس کی ماں یعنی زمیت کی رضامندی پرگز
نہیں تھی۔ وہ دوسری اکھوتے بیٹے کی ضد کے آگے مجبور
ہو گئی تھیں ورنہ نہ بیٹی ہونے کے باوجود وہ بیٹی عدلیہ کی
کھنڈر کی اور میر ڈرتے دار اندہ شخصیت، باطل نہ بھائی
تھی۔ مگر وہ خوب صورت ہونے کے ساتھ ساتھ بہت
ساختش بھی تھی اور اسرار اور عدلیہ کا بچپن بھی تقریباً
ساتھ ہی گزرا تو اس کی اسیت جوتانی کی دلچسپی
پہنچے، پہنچتے پسند اور مت کی شکل اختیار کر گئی۔ دلاؤ دیکھ
اور عدلیہ دووں کی ہند کی ناپسندیدگی سے واقف تھیں
ایسے میں زمین کی مہارت کے منہ بولنے ڈھول اور
اوپر سے زمیت بیگم کا اس کے جوہروں کے گن گنا

جاپ ہا کسی تبصرے کے ساتھ شازل کے ساتھ گھر کا
جائزہ لیتی رہی کہ شازل خود بھی اسے کھ دکھاتے
ہوئے شرمندہ ہو رہا تھا۔ کوئی تھا۔ بہر حال اسے اپنی
ماں، بہنوں کا بھرم بھی رکھنا تھا اس لیے وہ خود سے ہی
صفائی دیتا رہا۔
”اصل میں گھر میں سب ہی مصروف رہتے
ہیں تاں اور مجھے ایسے ہی عورتوں کا ملازمت کرنا سخت
پایندہ ہے، مگر یہ تو سبھی اور بے توجہی کا شکار ہو جاتا
ہے۔“ اور زمین صرت اور لگا کر مارے، چاکر کر کے
اس کے خیال کی تردید نہیں کر پائی کہ عورت کا ملائی
ملازمت پیش ہو یا نہ ہو، اصل چیز اس کی اپنی طبیعت و
مزاج میں پایا جانے والا کھوٹا ہوتا ہے جو اس کے گھر
کو بے توجہی اور بد فکری سے محفوظ رکھتا ہے۔

☆☆☆

شازل کو یہ مشکل نہیں دن کی چھانیں ملی تھیں، وہ
ایک ایک ٹیکس لکھی میں اچھے عہدے پر تھا۔ وہ کیونکہ اس
گھر لانے کی چاہ تھی۔ خود شازل بھی شریف انسان،
مہذب اور بھی بولی طبیعت کا ایک خاصا سواں نے بھی
بخوشی بے اختیار بولی طور پر ہاں کو دے دیا۔ اور پھر جب
دلاؤ بیگم نے اپنی کو لیک کی بھائی زمین کو بھی تربیت
میں دیکھ کر اپنی بے فیصلگی کا شازل کی قسمت
کے فروغ نے اس کے فیصلے کو بخوشی قبول کیا کیونکہ نہ مگر
شکل صورت کے لحاظ واقعی حوروں جیسے حسن و جمال کی
مالک بھی اور ہی خاندان اور حسب نسب کی بات تو
پرانے تحققات کی بنا پر دلاؤ بیگم سب سے ہی اس
حوالے سے مطمئن تھے۔ خود زمین اور اس کے گھر والے
بھی اس رشتے کے طے ہو جانے سے بہت مطمئن و
سرور تھے مگر یہ شازل نے اپنے اندر بڑے سارہ رکھتے
ہیں، اس لیے تو وہ کہتے ہیں کہ ان کو برتنے کے بعد ہی
”کا اصل رنگ روپ اور ڈھنگ سامنے آتا ہے۔“

☆☆☆

شازل کے بنگلے سے اب تو دیکھتے تھے اور زندگی

اپنے گھر والے برے گئے تھے تو ہمیں..... اس لئے اتنا
 ہی تھا کہ یہی کہہ کر اچھوٹ گئے تھے تو بے جا دوسے
 بہاں ہے۔" یہ دلائل دیکھ کر ہم جھجکے، ابھی جا رہے
 تھے کہ وہی آئی۔ لڑائی کا سلسلہ دیکھ کر ان کا دل دماغ غم
 نصے سے بھر گیا تھا اور وہ اب قاعدہ کا چنے کی تھیں۔
 عدلیہ نے آگے بڑھ کر ان کا ہاتھ پکڑا۔ زمین جواب تک
 اس غیر متوقع صورت حال سے بھونچا ہو کر رہ گئی تھی
 جیسے ایک دم کھنکھانے لگی۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر پہلے
 شازل کو کھینچ کر رہنے کا اشارہ کیا اور اس کے پہلے کہ
 شازل کے کپتے بولیں گے پھر اور اول فول برآمد ہوگا وہ
 اسے بازو سے پکڑ کر کھینچے ہوئے بڑی لڑائی لڑے گا اور
 لے آئے۔ وہ دل کی بڑبڑاتیں کی اور زمین اس کے دل و
 دماغ میں کھینکے ہوئے گھر کا شیرازہ بکھیرنے کی نیت اور
 منصوبہ جو دو تھکا کھنکھانے خود پہلے اور دلائل دیکھ کر آگے بڑی
 سانس دیکھ کر کہہ کر وہ اس کی فوج پر سوچنے پر مجبور ہو گئی
 گراہ گیا کہ جو صورت حال پیدا ہو گئی اس کی اس
 اسے گہری سوچ بچار پر مجبور کر دیا تھا۔

☆☆☆

گہری گریبوں کی شام میں..... غصا میں خشک و خشک بسی
 ہوئی تھی۔ اس میں گرتے پڑتے خزاں کی آہ کا پتا دے
 رہے تھے۔ ایسے میں اس کا اداس دل اور اداس ہوا
 تھا کہ وہ داخل بدلنے کی غرض سے وہ معاملہ ٹھنڈا
 کرنے کے لیے ہی زمین کے سرے شازل اور
 زمین دونوں کو سمجھا بھگا کر زمین کے نیچے بیچ دیا
 تھا..... مگر جو سرد جنگ اس گمراہے میں چھڑی تھی اسکی
 سرد جنگیں ہتھیاروں سے پاک ہونے کے باعث جن کو
 بے شک لہجہ ان کی گرتی تھی..... مگر انصاف کو ہر طرح
 دیکھ دیتی ہیں اور زمین کی حالت اسکی گرتی تھی ہر
 جہی کراہک انسانی جہی کسی فرار کے لیے کیلے۔
 کے اہستہ ہو جاتی ہے۔ وہ کسی یوں ہی ہے جان: دوتی
 ہوئی تھی ابھی وہ دونا دونا اسیہا سے جانے کب سے خلا
 میں گئے جا رہی تھی کہ کندہ سے پرزم کس کے احساس
 نے گویا اسے زندگی کا گمان بٹھا تھا۔

عدلیہ تم میں بالکل کس نہیں..... لیکن میں تم کو کم ہی اے
 کر رہی ہوں کوئی قتل نہیں گھونٹے پھنکے پھر جہاں ہم
 کتنی جلدی ایک کر جاتے ہیں لاؤ اسے دو میں بیچ
 کر اؤں کو اپنے پہلے شازل سے کاؤ۔"
 زمین ایک بار بھر عدلیہ سے اچھڑتی تھی مگر اس
 بار اسے یہ قدم اٹھنا نہایت ہماری پرکشا تھا۔
 "آپ خود کو اتنا پتیر نہیں سمجھتی ہیں بھالی؟
 آپ کو کلک ہے کہ دنیا کی سب سے دلتی منہ، عالم
 فاضل اور سب سے بڑھ کر رقیق منہ اور صاف فاضل
 شخصیت آپ ہی ہیں اور ہم سب ٹاپک اور غلط ہیں،
 میں کون سا رسول سے نہیں نہانی ہو گیا، آپ بچن
 سے براہ راست قتل کر دیتی ہیں خود کو ہاتھ میں نہیں
 لیتیں یا اسے پوچھ کر دھوکا دے کر قتل کر کے اور پھر وضو
 کر کے اسے اٹھاتی ہیں، جواب دیں، ہے کوئی جواب
 آپ کے پاس..... آپ کی طرف صرف ادھر کی صفائی پر
 مرکوز ہے ذرا توجہ دے دو دماغ کی صفائی پر
 دیں جس میں سارا نشان بھرا ہوا ہے۔" عدلیہ کا بھرا
 ہوا زہر آواز بوجھ کر شازل کو کھنکھانے لگا۔
 "عدلیہ یہ کیا دھڑکی ہے..... تم کس طرح بات
 کر رہی ہو بھالی بھالی ہے؟"
 "ہاں آپ کو کڑا ہم بدترین نظر آئیں گے۔
 کیونکہ ہاتھ پکڑنا تمام خاندان سے بڑا ہے، میں کیا اب
 تو آپ کو ای کے کاموں اور کاموں میں جب نظر آنے
 لگا ہے کہہ رہے تھے ناں کل بھالی سے کہ اسی مومنے
 پر اٹھے بنائی ہیں ناں شام ہی بنایا کرو۔" عدلیہ نے
 بدستور ایسے ہیے کہا۔
 "تو تم چھپ کر باتیں سنتی ہو جہاں....."
 شازل نے مزید کہا۔
 "میں نہیں..... مجھے کی شوق نہیں..... میں کل مکئی
 سے گزر رہی تھی تو سن لیا تھا۔" وہ دودھ بولی تھی۔
 "بہت بد لحاظ ہوئی جا رہی ہوں۔ تم بند کرو اپنی
 زبان....." شازل فرمایا۔
 "تم بند کرو اپنی زبان..... اس عورت سے پیچھے

ہوں کچھ دھیان آپ خود ابھی رکھیں۔ ورنہ ہمارا خیال
 کون رکھے گا۔" آخری جملہ انہوں نے زہر لب
 سکرانے ہوئے کہا تو ہو، بچی کے سامنے شوہر کی
 درہائی پر دلائل دیکھ کر ہوشیار ہو گئیں اور غصا بدلنے و دیکھ کر
 عدلیہ بہ زمین اور عاصم کے چہرے پر بھی کمر ہاتھ بھیل
 گئی۔ لیکن سطر بدلنے کا یہ وقت بہت مختصر تھا جیسے کہ
 سرنگی بادل جھلک دکھا کر غائب ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ
 جب ایک مرتبہ لحاظ اور صورت کی دیواروں میں درواز
 پڑ جائے تو پھر جڑا نہیں ہی کر یوں کی صفائی کرانے
 گئی ہیں اور ای طرح رشتوں کی عمارت زمین پوس
 ہوئے لگتی ہے۔ اس دن بھی کچھ ایسا ہی ہوا جب شازل
 طبیعت کی تازگی کے باعث گھر تھا اور بدستور دور
 کرنے کے لیے کی دی کے آگے پیچھے جھلک بدل، ہاتھ
 کیونکہ ایک سب تو کاموں پر تھے اور زمین کھانا پکانے
 میں مصروف تھی۔ ایسے میں وہ شہر کو کبری کی سرنگی بنا
 کر کاٹ دیں۔ شازل نے اس کی طرف سے شازل کے پاس رکھ آئی تھی۔
 شازل دھنکے، وقتے سے اسے بھی چکارا جا رہا تھا وہ
 اب پانچ لاکھ کی ہونے کو بھی تو تقاریر کی مادی تھی،
 رہائشی دیتی تھی کیلئے والے کوڑا و ناخوشا شازل اپنی
 طبیعت کی گرائی کے باوجود ابھارے نہ تھا۔
 "السلام علیکم بھالی؟ کیسی طبیعت ہے بھالی آپ
 کی؟" یہ عدلیہ کی جو گہمی، ابھی یہی دیکھنے سے وہاں
 آئی تھی۔
 "ہاں بہتر ہے اب۔" شازل نے مومنے کی
 پشت سے ٹک لگتے ہوئے کہا۔
 "اور میری تمہی گڑبا، بھیکہ کی جان کسی ہے؟"
 عدلیہ نے بیک اتار کر مومنے کی سائڈ پر رکھا اور کوڑ
 کاٹ سے نکال کر کوڑ میں بھر لیا اور پچانچا جس کے
 گال جوئے کی ہے یہی گڑبا پڑی عورت تھی۔ اسنے
 میں زمین اس کی فیڈر بنا کر لاؤنگ میں آئی تو عدلیہ کو کڑھ
 کے ساتھ تھپتھپا کر کے دیکھ کر فرار اس کی طرف لپکتی۔
 "افوہ..... لڑکی کی لڑکی ہو..... ابھی باہر سے آئی ہو،
 دھول مٹی، بیسے میں آئی اور مصمم ہو کر کوڑ میں اٹھایا۔

ڈانک بھیل کی کرسیاں بھی پٹالو۔ جتنے میں ایک بار تو
 دھنک کی صفائی ہوئی ہے کم از کم باقی اور گھر والی کی
 صفائی میں فرق تو نظر آئے۔ سائیاں تو انھوں میں سائیاں
 دھول چھوٹی ہیں کسر پر کڑے وہ رکھی کام کر اؤ تو
 بھی نہیں دیکھیں پھر انکی، چھوڑ دی دیتی ہیں۔ اب دیکھو
 میں دیکھتا ہوں اس کے گھر کی تو معارف اور کھوٹ دل
 دی گھر میں کیا چھوڑ کر گئی تھی اور کبھی شہر ہوا ہے
 وہی دھول مٹی میں مٹی ہے ہر شے۔" زمین نے تو بات
 برائے کی مگر اب عدلیہ کے ساتھ دلائل دیکھ کر مومڑ
 جیسے اس کا صیحت ناہن کر بڑھ گیا تھا۔
 "تم کہنا کیا جانتی ہو زمین..... جنہیں اس گھر
 میں آئے تو بڑھ سال ہوا ہے تو کیا اس سے پہلے ہمارا
 گھر صاف نہیں تھا۔ جواب تم نہیں سلیفے کرہنے کے
 سبق پڑھانے لگی ہو۔" وہ بک کر بولیں۔
 "اکی برابری صاف ہرگز نہیں تھی میں تو....." دلائل
 دیکھ کر مومڑ کو دیکھ کر وہ بڑبڑاتی کھینکھنکھانے کی
 نیت کی کو تھکا دکھانے کی ہرگز نہیں تھی وہ تو اس اپنی عادت
 سے مجبور تھی۔ وہ حیران پریشان تھی کیسے اپنی پریشانی
 کھینکے کرے مگر اب تو منہ سے لفظ نکلتے تھے اور گمان
 سے لگے تھے کی طرح ان کی دایہ بائیں تھکی تھکی۔ ایسے میں
 اس کے سر صاحب نے اس کی رہائی کے تدبیر کیا کیونکہ
 انہیں سمجھنا تھا کہ وہ کوڑوں کے اس کس کے گھڑوں میں لایا
 مرد کو کھینکے پر اختیار نہیں کرے اور تدبیر سے کام نہ لے
 گھر کا شیرازہ بکھرنے میں بدترین لگی۔ سو تھپتھپانے بطور
 دیکھ کر اپنا کام انجام دیا۔
 "عدلیہ بیٹا، بھالی تم سے بڑی ہیں تمہارا دل و
 لہجہ ہماری تربیت کا عکاس ہوتا جائے آئندہ اس کا
 خیال رکھنا اور ہوش میں رہے گی یہی امید کرتا ہوں کہ تم
 اپنے گھر کے کی تربیت و پرورش کی لاج رکھو گی۔ اور
 دلائل دیکھ لگے۔ آپ اپنی دوا میں معمول کے مطابق
 پابندی سے استعمال نہیں کریں ورنہ آپ کو کوس نے
 پہلے اس مزاج میں تو نہیں دیکھا تھا۔ آپ تو خاصی برد
 باز قسم کی خاتون ہیں۔ بہن، بچی تو آپ کا خیال رکھ رہے

”زمین چٹا..... ایسے کیوں چٹھی ہو۔“ ماں کی نرم آواز نے گویا اس کے وجود کو ٹکی چادر میں ڈھانچ لیا تھا۔ اس کی آواز کو گریہ کو بھیج دیا۔

”پھر ای بی بی..... اس نے زبردستی چرے پر مسکراہٹ سماتا چاہی مگر وہ ماں جس..... بند آنکھوں سے اولاد کے دل کا حال جان لینے والی ہستی..... اولاد کو سون ودر ہی موجود ہو اور بے سکن و بے یمن ہو تو ماں کی راتوں کی نیند اڑ جاتی ہے وہ تو پھر غم و مہر و درد اور اس لیے ان کے سامنے موجود تھا۔

”چٹا..... دل کی بات جب تک کہو گی نہیں.....“ چٹا کیسے پاؤ کی اور دے بھی پسیم، ہم دونوں تو دوستوں کی طرح چہا ناں..... حیر کر دینا کیونکہ اس طرح اول تو تمہاری! ابھن کا کوئی ذکوئی کل لکل آئے گا وگرنہ کم از کم تم بھی چٹکی ضرور ہو جاؤ گی۔ اسے دل و دماغ کو بھولیں یمن سے آزاد کرو دنا کہ تمہارا جسم پہلے کی طرح چاق و چوبند ہو جائے۔“ رخسار بیکہ نے ایسے مخصوص حلاوت بھرے لہجے میں کہا جو ان کی شخصیت کا خاصہ تھا۔ زمین ان کی اکلوتی بیٹی تھی اور انہوں نے واقعی عقل مند ماؤں کی طرح اس سے دوستوں والا روئے رکھا تھا تاکہ اسے ہمیشہ دل کی بات کہنے میں آسانی رہے اور ہر کوئی انہیں ہورد نہ ڈھونڈتا پڑے۔ حقیقت میں زندگی میں غم و گسار اور قلق و دوسروں کی موجودگی کسی نعمت خداوندی سے کم نہیں ہوتی۔ مینا وجہ یہ کہ جب زمین نے زندگی ہوئی آواز میں خوش ہو کر جو سے آزاد کیا تو کم و بیش میں ڈوبے لفظ خاموشی کی قید سے رہائی پا کر زمین کے جسم و جان پر چھائی پھر مدگی کا احساس کافی حد تک چھٹ گیا۔

”اب آپ ہی بتائیں امی.....؟ میں کہاں تلخ ہوں؟“ شاذ بھی بکھن نہیں کہتے..... ان کی خاموشی سے تو مجھے بھی لگتا ہے کہ میں غم ہوئی مگر کوئی میرا قصور بھی تو ہوتا ہے؟“ وہ سخت ابھن کا دکھائی دیا۔

”تم نے سنا نہیں بیٹا کہ گھر، آگن اور در و در پہوں سے نہیں ملکیں گے جتا ہے پھر..... بیٹا بیٹا تلخ ہونے کی

نہیں ہے، بات ہے، محض اسے نظر ہے اور محض کورسٹ جانتے اور ماننے کی.....! حساب ہے پہلے تم مجھے ایک بات بتاؤ کہ اگر کوئی تمہیں تمہارے منہ پر بھرا لکھے تو تمہیں کیسا لگے گا؟ تم قصور وار ہو یا نہیں ہو۔“

”خاطر ہے امی برا لگے گا.....“ زمین نے کہا۔

”بالکل ٹھیک..... تو تم بتاؤ کہ تمہاری ساس، بہن کیسے تمہارے قبلہ درست کرنے کے احکامات کو بلا چون چرا..... مان لیں۔ بیٹا ہمارے معاشرے کا تو چلن ہی ایسا ہے کہ بہو کو سسرال میں اپنے منہ میں ہوتا ہے، تم نے اس چلن کے برعکس چلنا شروع کیا تو ظاہر ہے، تمہاری گوشت تو چٹنی ہی تھی۔ دوسری بات یہ بیٹا کہ ہر چیز آہستہ، آہستہ ہی اثر پڑ رہی ہو ہے واکر کسی بیماری کے لیے کہے والوں کا نتیجہ بنتا ہے تو تمام دوائیں ایک ہی دن میں کھانے کے لیے تو نہیں دے دیتا نا بلکہ تمام دواؤں کو اس کی صورت میں ترتیب دیتا ہے۔ اسی طرح جب بچوں کو کوڑی دوا دینا چاہیے ہیں تو کسی کسی طرح امی میں، شری بیٹی شال کرنے کی کوشش کرتے ہیں..... کیوں ٹھیک کہہ رہی ہوں.....“

مینا فائز سلام اپنی زندگی میں بھی اپنی کڑی زندگی سے کام لیا۔

زمین نے شادی شدہ زندگی کا آغاز کیا تھا اور رخسار بھی زندگی کی جس میز پر موجود تھیں وہ بھر چکا۔ نچوڑ تھی وہ دعائیں جو زمین سے کل ہو کر نہیں دے رہا تھا اور ریاضی کے سوالوں کی طرح اسے بڑا بڑے دے رہا تھا وہ انہوں نے کسی تجربے کا استاد کی طرح مشقوں میں مل کر دیا تھا۔ وہ اس کا رخسار چھپتا کر چلے پھر چڑھی باطی دیکھنے والیں اندر چلی گئیں تو زمین نے ایک گہری سانس لے کر گہری مسکراہٹ کے ساتھ سر اٹھا کر اسے اپنے لیے بڑھتوں کو دیکھا جہاں کی شاخوں سے پوسیدہ پتے ٹھٹھکے تھے تاکہ خوشیاں بھولوں کے ایسے کی جگہ بن سکے۔ انظار تو کس ان کی سنے سرے سے آبیاری کا تھا۔ وہ ایک مزم کے ساتھ ساتھ ٹھٹھکی ہوئی تھی۔

اگر پورٹ سے نکلے ہوئے اس نے اپنا بیک دائیں ہاتھ سے گائیں میں چٹل کیا تھا۔ جہاز کے لینڈ کرتے وقت اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ آج اڑنا سی سال کے بعد اس نے اپنی زمین پر قدم رکھا تھا۔ سامنے کھڑے کسی والے کو آگے بڑھ کر انچر کس بتا کر وہ اس میں بیٹھ گیا۔ دل عجیب طرح سے خوش تھا۔

”کیسی ہوگی وہ؟“ اس نے سیٹ کی پشت سے ٹپک لگا کر کہیں موند لیں۔ ”غرب لڑائی کروں گا“

محبوبت لفظ تھا میرا بشری سیال

مجھے اسنے سالوں کی قید تہائی اور دوری کی آگ میں جلا دیا۔ وہ اپنے آپ سے ہم کلام تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اتنا برا اور مشکل وقت گزر گیا تھا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی مجھے بہت کچھ تکلیف دے دیا آئے لگا تھا۔ یادوں کی کھڑکی کھلی تو بہت سے سحر و رخ ہونے لگے۔

☆☆☆

وہ ساحل کنارے ایک اونچے پتھر پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں بیٹھ کر مجھے گھر گھر گئے تھے۔

”ایسا کیوں ہو میرے ساتھ؟“ اس نے ایک



”دوبارہ جب بیوں کا جب تمہارے پاس آؤں گا۔“ فلزاؤ اس کی دماغی حالت پرشہ ہوا تھا۔
”ہوسے دہوانے ہو۔“ وہ ہنسی میں ہنسنے ہوئے بچن میں چلی گئی۔

”لو۔۔۔۔۔“ کچھ ہی دیر میں اس کی داہنی ہونٹ تو ہاتھ میں چائے کے مہاب اڑاتے ہوئے ٹھک تھی۔ ”بھئی نئی چائے؟“ کپاے پھر اردہ پاس ہی بیٹھ گئی۔

”ہوں۔۔۔۔۔“ اس نے ایک کپا لیا۔ ”بہت اچھی۔۔۔۔۔“ اس نے کپا کو دوبارہ بیوں سے لگایا۔
”بیش کی طرح۔۔۔۔۔“ ایک ادھر چوٹا سا کپا لیا۔
”کھنکھن۔۔۔۔۔“ اس نے عارب کی طرف

دیکھا۔ ”دہاں چائے پیا کرنا، اسطری کے ساتھ تو ضروری ہوتی ہے اور پھر۔۔۔۔۔“ اس نے کپا بیوں سے کھرا کپا لیا، عارب اسی کو کچھ دیا تھا۔ ”سروری بھی تو بہت ہوئی ہے دہاں۔“ اس نے کھانا چاہا۔

”میں کھانا نہیں کھا سکتا۔“ وہ بے بسی سے بولا۔ ”مجھے مجبوریت کرنا، میں تمہاری بات نہال نہیں سکتا۔“ اس نے کپا بیوں سے لگایا۔ چائے سے ابھتی بھاپ نے کچھ کھینچ کر کھانا اس سے دور کر دیا تھا، وہ اسے دیکھنے لگا۔ فلزاؤ اس کے پاگل پن سے خوف آ رہا تھا۔

☆☆☆☆

فلیسی اڑ پورٹ کی طرف دراں تھی، وہ دونوں بالکل خاموش بیٹھے تھے۔
”کچھ کھولو۔۔۔۔۔“ بھاجا کی رواجی کپا کچھ ہی دیر

بائی رہ گئی۔
”اینا بہت سا خیال رکھنا۔“ اس کی آواز میں آنسوؤں کی آبریزش تھی۔
”تم بھی۔۔۔۔۔“ اپنا خیال رکھنا۔“ اس نے۔۔۔۔۔

حق کا مکان آواز کو پناہ دینے کی کوشش کی۔
”میں نے کچھ تمہارا دل دکھایا ہو تو معاف کر دینا مجھے۔“ وہ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں جھانکنے لگے، گو ایک دوسرے کے چہروں کا آنکھوں میں مخصوص رکھنا چاہتے ہوں۔

”خود سے ملے ہوئے ایک عمر میں کر گیا۔“ اس کی نظریں سامنے والی پونٹ پر پڑی تھیں۔

”تم انہی اگلے مکمل کر کے داہیں آ جاؤ گے تو تب کچھ بہت اچھا ہو جائے گا۔“ اس نے احواس بندھائی۔
”مگر دروازہ بائیں کر لائے چار دن دو آرزو میں کٹ گئے اور انتظار میں۔۔۔۔۔“

وہ زبردست ہوا تھا۔
”وقت اچھا بھی آئے گا تاہم۔“
غم نہ کر زندگی پڑی ہے ابھی۔
فلزا نے فوراً کہا۔

”بس آئے گا، ہوگا، ملے گا۔۔۔۔۔“ ہمیشہ انتظار لا حاصل۔۔۔۔۔ اور بھی کبھی بہت سارا وقت گزرنے کے بعد انسان کو پتا چلا ہے کہ وہ سب کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔ مجھے ایم لی اے نہیں کرنا فلزا۔“ اس نے

اچانک کہا۔
”میں کھانا ہو جاؤں گی۔“ وہ اس سے دور ہونے لگی تو عارب نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دکا۔
”نہوئے ہوئے انسان کو پتہ نہ توڑو فلزا۔“ اس

سے دوری کا شعوری عارب کے لیے سوا بن کر تھا۔
”بھئی نہوئے سے بچنا ہی تو چاہتی ہوں۔“
اس نے عارب کے ہاتھ کو پکڑ لیا۔

”تم تو جانتی تھیں کہ کوئی کچھ اپنے اور میرے درمیان حاصل نہ ہونے دوگی۔۔۔۔۔“ پھر اب بات ادھوری چھوڑ کر وہ اس کی طرف دیکھنے لگے۔

”راہل ماما بھی یہی جانتی ہیں کہ تم باہر چلے جاؤ، میں بھی جانتی ہوں کہ تم سیٹل ہو جاؤ، کچھ بین جاؤ، اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جاؤ تا کہ میں کسی کا بیج نہ بن جاؤں۔“ اس نے راسیت سے بھجایا۔

”آ۔۔۔۔۔“ اس کے منہ سے سسکاری نکلی تھی۔
”چائے پیو گے؟“ وہ اٹھنے ہوئے ہوئی۔
”ہاں، آخری بار۔۔۔۔۔“ اس نے فلزا کے چہرے

کو نظروں کے حصار میں لیے ہوئے کہا۔
”آخری بار کیوں؟“ وہ مڑی۔

”اور اگر میں داہیں نہ آ سکا تو؟“ وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے انتظار میں بیٹھ گیا۔

”تم تو کہو۔۔۔۔۔ اور ضرور آؤ گے اور اگر مجھ سے دور رہ کر تمہیں خوشی ملے تو تمہاری خوشی کے لیے مجھے یہ بھی قبول ہے۔“ اس کے اب سسکارا ہے تھے مگر آنکھیں کوئی اور ہی کھلی نہ تھیں۔

”بہت آزار دہاؤں میں بیچ رہی ہو تو نہ آؤں تو کچھ نہیں کرنا۔“ وہ کہے بغیر ہندو سا۔
”خوش سہلی کا قول ہے۔ دوست ہو یا پرندہ،

اسے آزار چھوڑ دو لوٹ آیا تو تمہارا۔۔۔۔۔ اور اگر نہ آیا تو تمہارا تھا ہی نہیں۔“ وہ بولی۔
”تم تو مجھے آزار کر رہی ہو اب اپنی محبت کی قید سے۔“

وہ ڈی سسکارا چہرے پر چاہتے ہوئے بولا۔
”بھئی، میں نے تو ایک عام بات کہی ہے، میں تو ہمیشہ تمہارا انتظار کر رہی۔“ اس کے بعد دونوں کے

درمیان ایک لمبی چال ہو گئی تھی۔ جبکہ باہر تیر ہوا کا شورتھا۔

☆☆☆☆

آج رات وہ بیچے اس کی رواجی تھی۔ وہ اپنے کمرے میں آنکھیں موندے لیا ہوا تھا۔ بس بے تہیاری اس کے اوپر رہا تھا۔ جیسا اس کا کچھ نہ ہو چکا تھا۔ رہا تھا۔ وہ چیت لیا چیت کی لڑکیوں کو گھور رہا تھا۔

”بیٹو عارب۔۔۔۔۔“ فلزا اندر داخل ہو گئی۔
اس کے آنے سے اس کی آنکھوں میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ”تمہاری بیٹنگ تو کل ہی مکمل ہو گئی تھی۔ اب صرف تمہیں تیار ہونا ہے۔“ اس نے آگے بڑھ کر

کمریوں سے پردے ہائے۔
”بھئی ہو؟“ اس نے دانستہ فلزا کی طرف دیکھنے سے اجازت لیا۔
”فائن۔۔۔۔۔“ وہ خوش دلی سے سسکاری۔ ”تم

کیسے ہو؟“
”چاہئیں۔“ وہ نیم دروازہ اور بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائی۔ فلزا اس کے قریب ہی بیٹھ گئی۔

بار۔۔۔۔۔“ وہ بیانی اعزاز میں چلیا۔
”جست رئیس عارب۔۔۔۔۔“ وہ چانی لے آئی۔ ”ہاں لہا کر، سارا دل مجھے پھر نہیں کیا سوچے رہتے ہو۔“ اس نے گھاس اس کے لبوں سے

لگایا اس کے چہرے پر شہیادیت کے تاثرات تھے۔
”آؤ، اندر بیٹیں۔“ اس نے بے ساسی اس کے قریب کرتے ہوئے کہا۔ وہ دیکھ بیٹھی وہ اس سے

پائین لڑ رہی تھی۔ اس کا دھیان بٹانے کی پوری کوشش کی تھی۔

☆☆☆☆

”مجھے نہیں پتا فلزا۔۔۔۔۔“ وہ خدی بچوں کی طرح نہ سوسرتے ہوئے بولا۔
”تمہیں جانا ہوگا، میرے لیے، اپنے لیے۔۔۔۔۔“

ہارے آنے والے کل کے لیے۔“ اس نے سمجھا چاہا۔
”تم تو کبھی تو تمہیں میرے معذور ہونے سے فرق نہیں پڑتا۔“ وہ سمجھ بولا تھا۔

”ہاں۔۔۔۔۔“ لیکن تمہاری سوچ جگہ ہوتی جا رہی ہے، سوچ کا healthy اور یوز ہونا بہت ضروری ہے اور پھر بھول گئے کہ ہندو کی آف کی نو ریسائے ایم

لیا ہے اس کے بغیر خراب تھا۔ اب اس کی تعمیر کا وقت آیا ہے تو تمہارے بار ہے ہو۔“
”وقت بہت بدل گیا ہے فلزا۔۔۔۔۔“ اس کا ٹوٹا

کھرا بھلا فلزا کو اس کا کر گیا۔
”وقت نہیں، خود ہو بدل جاتے ہیں، ہماری چاکس، ہماری گھراور ہماری ترجحات بدل جاتی ہیں،

کل جس چیز کے لیے تمہارے زیادہ کر رہی ہو رہے تھے، آج کل رہی ہے تو ناگھرا ایم مت دکھاؤ۔“ اس نے مٹانے کی ہر کوشش کر ڈالی۔

”تم مجھے خود سے دور بھیجنا چاہتی ہو؟“ وہ داہی سے سسکاریا۔
”میں تم اسطری کی کپیٹ کر کے اور اپنا علاج کر دو

کر چلو داہیں آؤ۔“ اس نے دل کو قہار کر لے کر مضبوط بناتے ہوئے کہا۔

سنسوی باتیں

ہزار میں میں ٹھہری ابھی باتوں اور باتوں کو پیا۔
چوں جیسے برے بندہ کی کے لیے عزت چاہتے ہیں۔
ہزار گناہ سے تو بہتر نا واجب ہے مگر گناہ سے
بچنا فرض ہے۔

ہزار گناہ سے بڑا گناہ وہ ہے جو کرنے والے
کی نظر میں چھوٹا ہو۔

ہزار گناہ سے بڑا گناہ وہ ہے جو کرنے والے
کی نظر میں چھوٹا ہو۔

ہزار گناہ سے بڑا گناہ وہ ہے جو کرنے والے
کی نظر میں چھوٹا ہو۔

ہزار گناہ سے بڑا گناہ وہ ہے جو کرنے والے
کی نظر میں چھوٹا ہو۔

ہزار گناہ سے بڑا گناہ وہ ہے جو کرنے والے
کی نظر میں چھوٹا ہو۔

ہزار گناہ سے بڑا گناہ وہ ہے جو کرنے والے
کی نظر میں چھوٹا ہو۔

ہزار گناہ سے بڑا گناہ وہ ہے جو کرنے والے
کی نظر میں چھوٹا ہو۔

ہزار گناہ سے بڑا گناہ وہ ہے جو کرنے والے
کی نظر میں چھوٹا ہو۔

ہزار گناہ سے بڑا گناہ وہ ہے جو کرنے والے
کی نظر میں چھوٹا ہو۔

ہزار گناہ سے بڑا گناہ وہ ہے جو کرنے والے
کی نظر میں چھوٹا ہو۔

ہزار گناہ سے بڑا گناہ وہ ہے جو کرنے والے
کی نظر میں چھوٹا ہو۔

ہزار گناہ سے بڑا گناہ وہ ہے جو کرنے والے
کی نظر میں چھوٹا ہو۔

ہزار گناہ سے بڑا گناہ وہ ہے جو کرنے والے
کی نظر میں چھوٹا ہو۔

”تجہا رہے پیچھے اکثر خبر کیوں ہے؟“ وہ پوچھتے
ہزار گناہ سے بڑا گناہ وہ ہے جو کرنے والے
کی نظر میں چھوٹا ہو۔

”تجہا رہے پیچھے اکثر خبر کیوں ہے؟“ وہ پوچھتے
ہزار گناہ سے بڑا گناہ وہ ہے جو کرنے والے
کی نظر میں چھوٹا ہو۔

”تجہا رہے پیچھے اکثر خبر کیوں ہے؟“ وہ پوچھتے
ہزار گناہ سے بڑا گناہ وہ ہے جو کرنے والے
کی نظر میں چھوٹا ہو۔

”تجہا رہے پیچھے اکثر خبر کیوں ہے؟“ وہ پوچھتے
ہزار گناہ سے بڑا گناہ وہ ہے جو کرنے والے
کی نظر میں چھوٹا ہو۔

”تجہا رہے پیچھے اکثر خبر کیوں ہے؟“ وہ پوچھتے
ہزار گناہ سے بڑا گناہ وہ ہے جو کرنے والے
کی نظر میں چھوٹا ہو۔

”تجہا رہے پیچھے اکثر خبر کیوں ہے؟“ وہ پوچھتے
ہزار گناہ سے بڑا گناہ وہ ہے جو کرنے والے
کی نظر میں چھوٹا ہو۔

”تجہا رہے پیچھے اکثر خبر کیوں ہے؟“ وہ پوچھتے
ہزار گناہ سے بڑا گناہ وہ ہے جو کرنے والے
کی نظر میں چھوٹا ہو۔

”تجہا رہے پیچھے اکثر خبر کیوں ہے؟“ وہ پوچھتے
ہزار گناہ سے بڑا گناہ وہ ہے جو کرنے والے
کی نظر میں چھوٹا ہو۔

”تجہا رہے پیچھے اکثر خبر کیوں ہے؟“ وہ پوچھتے
ہزار گناہ سے بڑا گناہ وہ ہے جو کرنے والے
کی نظر میں چھوٹا ہو۔

”تجہا رہے پیچھے اکثر خبر کیوں ہے؟“ وہ پوچھتے
ہزار گناہ سے بڑا گناہ وہ ہے جو کرنے والے
کی نظر میں چھوٹا ہو۔

”تجہا رہے پیچھے اکثر خبر کیوں ہے؟“ وہ پوچھتے
ہزار گناہ سے بڑا گناہ وہ ہے جو کرنے والے
کی نظر میں چھوٹا ہو۔

”تجہا رہے پیچھے اکثر خبر کیوں ہے؟“ وہ پوچھتے
ہزار گناہ سے بڑا گناہ وہ ہے جو کرنے والے
کی نظر میں چھوٹا ہو۔

”تجہا رہے پیچھے اکثر خبر کیوں ہے؟“ وہ پوچھتے
ہزار گناہ سے بڑا گناہ وہ ہے جو کرنے والے
کی نظر میں چھوٹا ہو۔

”تجہا رہے پیچھے اکثر خبر کیوں ہے؟“ وہ پوچھتے
ہزار گناہ سے بڑا گناہ وہ ہے جو کرنے والے
کی نظر میں چھوٹا ہو۔

”تجہا رہے پیچھے اکثر خبر کیوں ہے؟“ وہ پوچھتے
ہزار گناہ سے بڑا گناہ وہ ہے جو کرنے والے
کی نظر میں چھوٹا ہو۔

”تجہا رہے پیچھے اکثر خبر کیوں ہے؟“ وہ پوچھتے
ہزار گناہ سے بڑا گناہ وہ ہے جو کرنے والے
کی نظر میں چھوٹا ہو۔

”تجہا رہے پیچھے اکثر خبر کیوں ہے؟“ وہ پوچھتے
ہزار گناہ سے بڑا گناہ وہ ہے جو کرنے والے
کی نظر میں چھوٹا ہو۔

”کیسی ہو؟“ اس نے شدتوں سے پکارا، اسے
گناہ دہوں کی سادہ ان کے کچھ جاکل ہوئی ہے۔

”تم کیسی ہو؟“ اس نے ان کا سوال کر دیا۔ اس
کی آواز کا بھاری پن اسے صاف محسوس ہو رہا تھا۔ کوئی

جواب نہیں دیا۔ ”مجھے صدمہ ہے تم نے کھانا نہیں کھایا،
مجھے نہیں کی طرح کھانا کھانا اور پھر ریٹ کرنا،

پوندری میں میں لگا کر پڑھنا۔“ اس کی بیعتوں پر وہ
مسکرایا۔

”اور تم؟“ بات ادھوری رہ گئی۔ ”نوں،
نوں“ اس نے نون کا ن سے ہٹا کر پائی سے

اسے دیکھا اور وہاں سے ہٹ گیا۔
تہا بہت بہت بیعتوں سے گزرتی تھی وہ وہاں بار۔

اتھ کر بیٹھا بائیں کمرے کی کھڑکی میں کھڑا ہو کر گناہ کر کے لگا۔
”وقت کتنا ہے تم ہے، کسی سفاک ڈاکو کی۔“

”میری بہت بہت بیعتوں میں کھڑا ہو کر گناہ کر کے لگا۔
پہلے پچھتاہی نہیں، پہلے کر دیکھتا بھی نہیں کر لیتے

والے پر کیا گزری، اگر جو کبھی وقت بھر کبھی جیسے۔
بلیصوں کو دیکھ لے۔ تو خود گنگے لگ کر ماتم کرے،

پاؤں پڑ کر مٹا جائے۔“ وہ کھڑکی میں کھڑا جا کر
گود بیکر رہا تھا۔

”کسی طرح ایک، ایک کر کے تمام بیعتیں مری
زندگی سے نکل گئے، مجھے تمہارا گنگے، مٹی، مٹی، جن

باتوں کا تصور میری ہمارے لیے بہت تکلیف دہ اور
نامکمل سا ہوتا ہے، ابھی باتوں کو کم بہت مبر کے ساتھ

پرداشت کر جاتے ہیں۔ شاید اس کے سوا کوئی چارہ ہی
نہیں ہوتا۔“

☆☆☆

”کیسی رہی پہلی گلاس؟“ وہ کلاس انیڈ
کرنے کے بعد باطل آ جاتا تھا۔ نہ وہ کسی سے زیادہ

بات کرتا تھا اور نہ ہی کوئی اسے بلاتا تھا۔
”نہیں کیا؟“ اس نے مختصر جواب دیا۔

”تم کھانا کھاؤ اور ریٹ کرو۔“ اس نے بھی
مٹھکھوکیا۔

”کیسی باتیں کیوں کر رہی ہو؟“ کچھ ہمیشہ کے
لیے رخصت کر رہی ہو؟“ وہ بے چین ہوا۔

”اللہ نہ کرے۔“ وہ بے اختیار بولی۔
ابا و صنف ہو رہی تھی، کبھی منٹوں میں وہ جانے والا

تھا۔ دونوں دم سارے بیٹھے تھے اپنے جیسے کچھ بولے تو
کچھ فوٹ جاتے گا، کچھ غلا جاتے گا۔

”اللہ حافظ قلہ۔۔۔۔۔“ اسے آخری نظر دیکھ کر وہ
چل پڑا۔

”اللہ حافظ۔“ اس کے لبوں نے بے آواز جنبش
کی تھی۔ حارب چلا گیا۔ جاتے، جاتے وہ مڑا تھا، آہستہ

بھری آنکھوں سے وہ اسے جاتا دیکھ رہی تھی۔ پناہ لگیں
جھپکاتے وہ اس کی پشت کو گھور رہی تھی۔ جیسے اس وقت

ایک لمحے کے لیے بھی اسے نظر نہ دے اور پھر نہ کرنا
چاہتی تھی۔

”قلہ۔۔۔۔۔“ اس کے ہاتھ میں بے ساسی لرز مچی،
وہ مڑا تھا۔

”حارب۔۔۔۔۔“ وہ بھاگ کر اس کے قریب آئی
تھی۔ ”کاش یہ ایک نیٹ نہ ہوتا، تمہاری آنکھیں چھوڑ کر

نہ جاتے۔“ ہزار غراٹس کے باوجود وہ خود کو روک نہ
پائی اور ان آخری لمحوں میں وہ کڑو پڑ گئی۔

”تم نے کیوں خود کو تھکاتے مضبوط نہ کیا، میں
تو نہیں جا چاہتا تھا، تم نے مجھ پر کیا، اب میں نہیں

جاؤں گا۔“ وہ دہک رہی تھی۔
”حارب نہیں۔۔۔۔۔“ اس نے دل پر پھر کر کہا۔

وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔ وقت کی کٹنا ہے نرم
ہوتا ہے، جب کسی کا انتظار ہوتا ہے تو یہ بہت آہستہ

سے گزرتا ہے اور جب وہ سامنے موجود ہوں جا چتا
ہے تو وقت بھر جاتے، اسے کب کا جیسے تو یہی ہے

ریت کی طرح جھٹکتا جاتا ہے۔
”جاؤ حارب۔۔۔۔۔“ پھر وہ چلا گیا تھا۔

☆☆☆

وہاں اتر پورٹ پر اترتے ہی اس نے سب
سے پہلا کام یہ کیا کہ کھڑا کو کال کی۔

آنکھوں نے دیکھا کوئی ڈار سے چمک کر بہت روئی، سرنگا، اسے صوفی۔
 ”آپ نے مجھے مقروض کر دیا۔“ اس کے ہاتھ میں تھا یہ پھول کو نظر انداز کر کے وہ سیدھا ہو گیا اور آسان کی دستوں کی بجائے لگا۔ ”اب یہ فرض مجھ پر فرض ہو گیا ہے۔“ اس بار کہانی مختلف تھی۔ قریب تھا کہ کوئی بے دم ہو کر گر پڑی، دور دراز سے ایک غول جھرت کرتا اور اچھا اٹکا۔ ”روئی کو لڑائی کوئی گھو سہا دل گیا۔ وہ ان میں شامل ہو گئی۔

☆☆☆

”عارب!“ ”وہ دونوں ساحلی کی گلی ریت پر بچے جاگتا چل رہے تھے۔
 ”ہوں!“ ”اس کا ہاتھ تھامے دو بہت مطمئن اور آسودہ نظر آ رہا تھا۔
 ”کیا کوئی قتلہ یا دیکھ آتی؟“ نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے پوچھا۔

”کون قتلہ؟“ ”اس نے استہیامی نظروں سے اسے دیکھا۔ ”مجھے صرف اجالا یاد ہے، میری زندگی کی رات میں اجالا بن کر آنے والی لڑکی، جو مجھے زندگی کی طرف لاکھی، جس کی محبت نے مجھے سب سمجھا دیا۔“ ”مجھے تمہاری محبت سے محبت ہو گئی ہے اجالا۔“ ”کیا تمہیں مجھے لگے ہیں۔“

”میری خوش نصیبی سے عارب کہ آپ مجھے ملے، میں اس پر خدا کا بخشنا بھی شکر ادا کر دوں کم ہے۔ میں سبز اجالا عارب اس دنیا کی سب سے لڑکی ہوں۔“ اس نے نگرانے ہوئے عارب کی طرف دیکھا تھا۔ عارب کی سرکاشت زندگی سے عجب روکی۔
 ”دونوں بہت خوش ہوئے، بھل کر آسودہ تھے۔ سمندر کا پانی جھک، جھک کر ان کے قدموں کو چھو کر اس لمن پر مبارک باد پیش کر رہا تھا، وہاں میں کان میں خوشی کے ترانے مگلتا ہی تھیں۔ ڈڈتا ہوا سورج انہیں آنے والے خوشگوار دنوں کی نوید دے کر جا رہا تھا۔

”اس کا چہرہ صاف کیا، وہ دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔
 ”میں اس کے لیے مکمل ہو رہا ہوں ہاتھ پر پھل کر آیا ہوں۔“ ”ایک کوئی ڈار سے چمک کر بہت روئی۔“ ”وہ آگ کو لڑیرو نہیں کرتی تھی۔“ اس کی آنکھوں کی سرنگی بھر گئی۔

”بس میں نہیں رہ سکتا اس کے بغیر، مر جاؤں گا۔“ وہ چھوٹ، چھوٹ کر دوڑنے لگا تھا کوئی کیوں، کون بہت روئی گئی۔ ”جانک عارب کی نظر سے بے پردی، اس میں لگا بے چہول کھلے ہوئے ایک لنگ رہے تھے۔ اس کی لڑکی نے اس کی نظروں کے قاتل میں دیکھا۔

”محبت کا جو عود آپ نے لگا تھا عارب، میں نے اس کی بہت حفاظت اور بیکری کی، صبح شام اس کا خیال رکھا ہے، میں نے آپ کی محبت کو مرنے نہیں دیا۔“ اس نے ایک پھول توڑا اور عارب کی طرف دکھایا۔

”آپ نے یہ سب کیوں کیا؟ کیا آپ کو؟“ ”اس نے پھول کو نظر انداز کیا۔
 ”میں کوئی نہ ہوئے کوئی نہ ہونے سے بچنا، محبت ہے، محبت ہے، میں کی تکلیف میں نہ دیکھ سکتی، چاہے اس انسان کا مجھ سے کوئی رشتہ نہ ہو۔“ ”دراصل میں بے پر اشتیاق انسانیت کا ہے۔“ ”وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولی۔

”رزنہ، رزنہ مجھے آپ سے محبت ہونے لگی، میں جانتی تھی جب آپ وہاں آئیں گے تو رزنہ کو وہاں نہ پا کر آپ کی کیا حالت ہوگی۔ میرے لیے کسی رشتے آئے، میں نے اٹھارہ سال، سات ماہ پہلے میرے بالائی ڈیڑھ ہوئی، میرے لیے relatives نے مجھے ساتھ چلنے کو کہا کہ میں یہ یقین نہیں دھون سکتی تھی۔ مجھے آپ کا انتظار تھا۔“ ”عارب سے جتنی سے اسے دیکھ رہا تھا۔
 ”محبت نہیں ہے، مجھے یاد رکھیے، لے۔“ ”میری معذوری کے متعلق جاننے کے باوجود اس لڑکی نے مجھے کس طرح زندہ رہنے پر مجبور کیا۔“ اور پھر شام کی

صفائی کرتے ہوئے مجھے یہ خط ملا۔ شاید پوسٹ کرنے کی نیت سے لکھا تھا مگر بعد میں..... خیر..... کچھ ہی دن بعد مجھے ایک خط موصول ہوا جس کا کھنکھیتنا آواز خط والی سے تھا۔ کچھ کچھ کہانی واضح ہونے لگی۔ پھر میں سمجھ گئی۔ ”وہ مر چکا ہے بیٹا تھا۔“
 ”آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟“ اور آپ کی ہینڈ رائٹنگ۔ ”وہ حیرت میں مبتلا تھا۔

”آپ کے الفاظ میں اتنی بے بسی، اتنا کرب تھا کہ میں ڈر گئی کہ اگر آپ کو حقیقت پر چل جائے تو جانے کیا حال ہو آپ کا..... اور پھر میں جانتی تھی کہ آپ اپنی تعلیم اور علاج اور پھر پھوڑا دواں آئیں سو میں قزاق بن گئی۔ وہ خط لگی بار لکھا، جب جا کر ہینڈ رائٹنگ اس کے پیچھے ہوئی۔ اس نے دائرہ فزاد کا نام لینے سے اجتناب کیا۔

”تو قیام دیکھیں تمہاری اداسی کی اور پریشانی کی۔“ اس کی آنکھوں سے آسو ایک قطرہ سے بہہ رہے تھے، اسے قزاق کا ہاتھ یاد آنے لگی تھیں۔ وہ میری پر آگیا۔ ”تم مجھے کیسے چھوکا دے سکتی ہو قزاق؟“ یادیں اس کے گرد گرد آ کر شرارتیں لگیں۔

”عارب میری بات نہیں۔“ وہی لڑکی اس کے پیچھے آئی تھی۔ وہ کچھ کہہ رہی تھی۔ وہ خالی الذہنی کی کیفیت میں سے دیکھ رہا تھا۔

”عارب!“ ”اس نے پھر کہا۔
 ”وقت نہیں ہے تم خود بدل جاتے ہیں، ہماری چوٹیں، ہماری سوچ اور ہماری ترجیحات بدل جاتی ہیں۔“ اس کے کان میں سرگوشی ابھری تھی۔ وہ درود پا تھا۔ ”ہمیشہ تمہارا انتظار کروں گی۔“ آسان پر کھجوں کا غول چار تھا۔

”جہاں تک کہتے ہیں..... دوست ہو یا پروردہ اسے آزاد چھوڑ دو، لوٹ آیا تو تمہارا۔“ اور اگر لوٹ کر نہیں آیا تو وہ بھی تمہارا تھا ہی نہیں۔“ اس کے آنسوؤں میں وردی آ گئی۔
 ”بس کریں۔“ اس نے قریب آ کر اپنے دوپٹے

لکھ رہی ہوں، نہ جانے بعد میں وقت موقع دے یا نہیں، میں جو تمہارے ساتھ ہے کلکان بولا کرتی رہے، الفاظ کا نہیں مل رہے، مانا نہ دیکھی میں بہت دکھ دیکھے ہیں، میرے سوان کا کوئی نہیں ہے۔ انہوں نے میرا نکاح دو ماہ پہلے کر دیا تھا۔ میں یہ بات نہیں نہیں بتا سکتی تھی۔“ ”عارب کے سر پر ساتوں آسان کر پڑے تھے وہ دھڑکنا تھا۔“ میں جانتی تھی کہ اگر تم کو بتایا تو تمہارا حال عیاں ہوگا، میں نے مانا کہ بہت میں نہیں، روئی، بچائی، بھوک پڑناں کی مگر وہ باتیں وہ باتیں نہیں کہنے اسے کسی لافٹ گزارے نہیں دیکھ سکتیں۔ انہیں تمہارے مستقبل سے کوئی اچھی امید نہیں اور پھر وہ تمہارے انتظار میں بیٹا چارہ شہ نہ گواہ نہیں آجائیں۔“ ”عارب کی سانسیں رکنے لگیں۔

”عارب مجھے صاف کر دینا، کاش اس وقت میں تمہارے پاس ہوتی، تمہارے آسو مجھے کے لیے، پلیز جیسے کام لینا۔“ ”جنا کے سر پر شادی کر لیتا، تم بہت اچھے ہو، اس دنیا کے سب سے اچھے لڑکے۔“ اس اچھی نہیں ہوں اسی لیے تم مجھے نہیں ملے۔ شادی کے بعد میں جرنی چلی جاؤں گی، مجھے دھوکہ خور کو مزید تکلیف مت دینا۔ اگلے سینے میری شادی ہے۔

”دھوکہ خور!.....“
 وہ چتر کا ہو گیا۔ اسے سانس بھی نہیں آتی تھی جیسے..... انہی کئی مسافت لے کر کے جب وہ وہاں آیا تو معلوم ہوا وہ سب تو دھوکا تھا، خواب تھا، صابر تھا، وہ تو اسے ٹھوکر لگی اس کے آنسوؤں سے بھرا ہوا تھا۔
 ”بس کروں اب۔“ ”آواز اس گروہ پر چلا۔
 ”اس بے وفا کے لیے آسو مت بھائی، جڑا پ کو چھوڑ گئی۔“ اس نے نشو عارب کو کھنکھایا۔

”آپ..... آپ کون؟“ ”وہ ابھی ہوا تھا۔
 ”بیٹھا جائیں۔“ اس نے ہاتھ پکڑا کر اٹھایا۔
 ”آج سے تقریباً اڑھائی سال پہلے میں نے تو قیامت خریدی تھی، میں اور میرے باپا جان یہاں آئے تو

میں نے اکیڈمی کے برآمدے میں اس کو ڈھونڈ رہے تھیں کیوں سے اس کے بارے میں پوچھا تو اطلاع پر کمرہ چاکی میں..... میں حیران پریشان وہاں دیکھ کر سوچتی رہی آخر وہ مجھے لیے بغیر کیسے جا سکتی ہے۔ ہم بچے اپنے اپنے آجائے تھے، اب پریشانی اسے اکیلے جانے کی تھی۔ میں نے اکیڈمی سے باہر لڑکی تو چلائی ہوئی صوب سے میرا استقبال کیا۔

"آف اتنی کڑی....." مجھے اکیلے چلنے ہوئے کچھ عجیب سا لگ رہا تھا بہر حال میں دل دڑا کر آگے بڑھنے لگی۔ سامنے چلتی ہوئی نیلی چادر والی لڑکی کو دیکھ کر اچانک مجھے اس کا گمان کڑا، میں نے تیزی سے قدم اٹھائی قریب جا پہنچی تو میرا شک یقین میں بدل گیا۔ وہ سامنے تھی اس نے چادر تو نی لی ہوئی تھی مگر بیک روز والا ہی تھا۔ دراصل آج ہم دونوں ساتھ نہیں آئی تھیں۔ میں نے سمجھا شاید ایسا وجہ سے اس نے مجھے چھوڑ دیا۔

"اساتیں سے پیچھے سے آواز دی تو اس نے مڑ کر دیکھا۔ اتنی جلدی کیوں نکل گئیں۔ آج مجھے ساتھ نہیں لے جا تھا کیا؟" میں نے اس کے قریب آگے شکوہ کیا اس انداز میں کہا۔

"میں نے سمجھا جنہیں شاید بعد میں آنا ہوگا۔ مجھے ذرا جلدی تھی آج۔" اساتے نے ربط سے اعزاز میں کزور سے لکھے میں کہا تو مجھے لگے اسے اس نے مجھے ساتھ لانے سے انکار کر دیا۔

"مجھے نہیں معلوم تو ہے میرا کام بھی تمہارے ساتھ ہی ختم ہوتا ہے پھر میں نے بعد میں بھلا کیوں آنا تھا۔ تو نہیں جلدی کس بات کی؟" میں نے اگلا سوال داغا تو اس کی آنکھوں میں تڑپ کی کیفیت ابھری، مجھے لگا وہ مجھ سے کچھ چھپا رہی ہے۔

"اور میں مجھے کچھ چیزیں لکھی تھیں۔" اساتے

"چلیں۔" اساتے میرے قریب آگے کہا تو میں اٹھ کر اس کے ساتھ ہوئی۔

"یہ ایسی دو دنیاں ہیں، دراصل ای کو سرور کو مسئلہ تھا اور نیند کی ٹھیک سے نہیں آتی تھی تو اسی یہاں کے ڈاکٹر سے ٹریٹمنٹ لے رہی ہیں۔" اساتے میں نے وضاحت دی جیسے کسی غلطی پر پردہ ڈال رہی ہو۔

"دراصل ہمارے پاس سائیکا ٹرسٹ کے پاس جانے والے انسان کے بارے میں ایسے خاصے مضمین لکھے لوگوں کا بھی عجیب سا انداز و تصور ہوتا ہے۔" اساتے اپنے مخصوص دیکھے نمبر سے ہوئے لکے میں بات کر رہی تھی مجھے لگا اس نے میری سوچ پڑھ لی ہے۔

"بہی دماغ بھی تو جسم کا ایک حصہ ہے۔ دماغ بھی تیار ہو سکتا ہے۔ ضروری نہیں کہ سائیکا ٹرسٹ کے پاس جانے والا ہر بندہ پاگل ہی ہو۔" اساتے کہا۔

"بہی نہیں، ابیا نہیں سوچتا جا ہے یہ غلط بات ہے۔" میں نے اس کی بات سمجھ کر زیادہ اپنی سوچ کی تردید کی۔ "اب آئی کو کچھ فرق پڑا ان دونوں کے؟" میں نے بات پٹنے کے ساتھ اس بات پر تئیں ان کی احوال پر ہی بھی کر ڈالی۔

"ہاں، ہاں بالکل فرق پڑا ہے، پہلے سے بہتر ہیں ڈاکٹر نے کہا ہے کہ تھیں ماہک دوا استعمال کرتی ہے پھر بالکل ٹھیک ہو جائیں گی۔"





محبت خواب کے مائید

حسن امین

”اادب، بلا لحاظ، ہوشیار شہزادی اور بانو تشریف لاری ہیں۔“ اسے اندر داخل ہوتا دیکھ کر سدرہ نے ہانک لگی۔ گھر میں اس کے داخلے کی دیر تھی، لیکن میں کام کر رہی تھی اس کے کان کوڑے ہو گئے اس نے جھٹ پٹ بجڑی کی کڑکی کھول دی اور حرم میں جھانپنے لگی۔ دوسری منزل پر چمچائی ایک بڑی اجڑا جڑی افشان نے

معاذ اللہ پاکیزہ 207 فروری 2018ء

”اچھا“ میں نے کچھ کچھ کھینچے، دائے اعجاز میں کیا۔ ہم اسباب پر آ گئے تھے، ہمیں دین بھی جلدی لگتی لیکن آدھی سے زیادہ خالی تھی جتنی ہمیں ابھی خاصے انتظار کی زحمت اٹھانا تھی۔

☆☆☆☆

دین میں سوار ہو کر گری کا احساس مزید بڑھنے لگا میں کوڑکی کی طرف بھیجی تھی، میں نے دین کا شیشہ کھول دیا اندر داخل ہوتا ہوا کا جھوٹا ہمارے پیسے سے شرابور وجود پر ان کوڑکھین کا کام کر گیا۔
”قلی کھوئے ملائی والی ٹھنڈی مٹھی قلی!“ قلی فروش دین کے دروازے کے قریب آ کے آواز لگائے لگا۔
گرمیوں میں قلی کھانا میری پرانی کزوری تھی جو بچپن گزارنے کے بعد بھی ہنوز برقرار تھی۔ میں نے تو جھٹ قلی لے لی۔ میں نے چہرے پر چونکنا تھا کہ رکھا تھا اس لیے جادو کے اندر ہی قلی کھانے تھی۔ میں نے اس کو بھی پیش کی لیکن اس نے انکار کر دیا کیونکہ بھول اس کے ”وہ خباب میں قلی کھانے کی حماقت کر کے اپنی جادو خراب نہیں کر سکتی۔“ میں اس کی بات پر ہنس پڑی۔ میں نے اپنی فائل اٹھا کے اس کی گود میں رکھ دی اور خوش قلی سے انصاف کرتے ہوئے پوری طرح لطف اندوز ہونے لگی۔
دین چل پڑی تھی، سطر فلٹروں کے سامنے سے تیزی سے گزرنے لگے۔ اس کا کھڑا کیا تھا وہ جلدی سے فائل مجھے تھا کہ اترا تھی، چند گھنٹوں بعد میں نہ دیکھا فائل کے ساتھ دو اینٹیں والا لٹاف بھی کھلی سے میرے پاس آ گیا تھا۔
”چالو کوئی بات نہیں، میں کل اسے دے دوں گی۔“ گھر آ کے پہلے ڈیوڑھی تبدیل کر کے میں بیڈ پر آ کر ٹیوی پر تیری نظر فائل کے ساتھ بڑے لفافے پر پڑی میں نے ویسے ہی لٹاف اٹھا کے کھول لیا۔ اس میں ٹیوی موجود تھا۔ تھک دیکھ کر میں جرات سے منگ رہی تھی۔ اس پر اٹھا لگا کا تھکا ہوا تھا۔
”اسانے مجھ سے جھوٹ کیوں بولا؟ شاید اسے یہ خوف تھا کہ میں اسے سانپوں یا کچھ کچھ کر اس سے دوستی ختم کر دوں گی۔“ میں پر ہنسی پر ہنسی ہوئی مہارت بڑھنے لگی۔
”روز آنا دیکھ گولی، سرور دیکھ موت میں دو گولی۔“

اس کی کئی ہوئی باتیں میرے ذہن میں گھومنے لگیں۔ ”ہمارے ہاں نفسیات کے ڈاکٹر کے پاس جانے والوں کے بارے میں عجیب سا قصور ہے۔“ بڑی عجیب بات ہے مجھے اس کے جھوٹ پر ہنس نہیں ہوا دیکھ لگتی سوچا پر شرمندگی ہو رہی تھی۔ ہم نفسیاتی یا اعصابی بیماریوں میں جاتا لوگوں کو عجیب سی نظروں سے دیکھتے ہیں حالانکہ انہیں محبت اور توجہ کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے ستم بالائے ستم ہم انہیں سانپوں کی طرح کریم تر یا پاگل سمجھتے لگتے ہیں۔ لیکن میں اپنی دوست کے ساتھ ایسا نہیں کروں گی۔“ میرے اندر کوڑکیوں سے بولا۔
اگلے روز دو دنایاں طلب کرتے ہوئے اس کے چہرے پر عجیب سی خجالت تھی۔
”ہاں“ میں کھل پائی کی درائیاں تو ہم پر بھول گئی تھیں تب میں نے اٹھا کر میں نہ رکھ لی تھیں۔“ میں نے یوں ظاہر کیا جیسے میں لٹاف جوں کا توں اسے تھما رہی ہوئی اس کے چہرے کی شرمندگی ایک دم سکون میں بدل گئی تھی۔

معاذ اللہ پاکیزہ 206 فروری 2018ء

لے آکر پوری کر دیا کرتی تھیں۔ وہ خود ذاتی ہی تھیں ساتھ اپنی پانچ مرغیاں اور کھیریں کے ساتھ بھی لاتھیں بھرتی تھیں۔ لیکن چھوٹی مرغیاں یہاں آکر جو دھیکہ مٹتی کرتیں، اللہ کی پناہ اور تو اور چھوٹی کھیراں بھی یہاں موجود کھیروں کے میں کچھ کرل جاتا کرتی تھیں۔ ”پتھر تو بہت اچھا کیا تو نے“، ”ابھی پڑ سوچ لیجے میں تو نے نور باؤنسی کے کان ان کی منہ صحن کے منظر تھے، ان کو تو کھینچنے لگے اسے تھیر جھٹکا کر دیا۔“

”کیا کہہ رہے ہیں چوہر صاحب؟ یہ اس کا چمنا اسکول تھا۔ جہاں یہ اپنے اصول پر چاکر چھوڑ ذاتی ہے تو کڑی، بجائے اسے سمجھانے جھانے کے اور شرہ دے رہے ہیں، لڑکی ذات ہے ابھی نہیں جھٹکا کیسے کی تو آگے گزارہ کیجیے ہو۔“ ائی ماں وہ ہیں انہیں اور نور باؤنسی جی کے الفاظ پر خوش ہوئی کئی ای جی کے الفاظ پر دل سوس کر رہی تھی۔

”وہ گفت کا پورے سے ماں سادہ اس کا لڑکا ہے اسفند پارسا نے اپنا اسکول کھولا ہے شہر میں..... سیدھا سا وہ لڑکا ہے ایم ای کی ہے بعد تو کڑی کرنے کے بجائے اس نے اسکول کھول لیا کھل لیا مٹھا، میں نے اپنی نور باؤنسی کا بتایا تو کہنے لگا چاکر جانی انہیں میرے اسکول میں دے دیں۔ میں نے کہا اس نے پوچھ کر بتاؤں گا اور ساتھ ہی میں نے یہ بھی بتا دیا کہ نور باؤنسی کا ماہ زیاہو کی اسکول میں ڈکری نہیں کرتی، دو اسکول تو ایسے ہیں جنہوں نے نور باؤنسی کو توڑا بھی پوری نہیں دی ہے۔ میری بات پر وہ ہنس کر بولا۔ ”چچا جان بھرا اسکول ان کا اپنا اسکول ہے وہ جیسے چاہے چلا میں“۔

ابانے سے کھڑے ہوئے پوری تفصیل اسے بتائی۔ ”چچا ابھی مجھے تو کڑی لے گئی ہے پھر؟“ نور باؤنسی جیسے میں بولی۔

”ہاں چتر، کل چمنا میرے ساتھ..... میں تجھے لے جاؤں گا۔“ ائی ماں کے کہنے کے باوجود بھی ابانے نے ہاسی بھرتی کی۔ نور باؤنسی جو کھر میں خالی بیٹھے کے خیال سے لکھنوائے کی گلی گلاب کے پھول کی

طرح کل اٹھی۔

☆☆☆

”یہ ہے میری بیٹی نور باؤنسی..... ابھی نے اس کا تعارف کر لیا اور سامنے پہل کی کڑی پر بیٹھے نور جان کو اس نے قدر سے حیرت سے دیکھا اس نے تو سوچا تھا کہ کوئی بیٹا وہ نام نہاد چاہے بندہ ہو لیکن وہ ابھی کے بتائے گئے خانے کے برعکس بندہ تھا، دروازہ پر فرش پر سناٹا کیا تھا۔

”اسلام علیکم، کہاں کہاں تعلیم حاصل کی ہے آپ نے؟“ وہ اس کی آنکھوں میں انہیں ڈال کر پوچھنے لگا۔ ”جی..... میں نے باہر ان پرائیفل سائنس کیا ہے اور کئی اسکولوں میں ٹیچنگ کا تجربہ ہے۔“

”یہ تو ابھی بات ہے، ابھی آگے آکر کہنے کا ارادہ ہے؟“ اس نے بریکل ٹکڑہ پوچھا۔ نور باؤنسی نے عوامی گوش گرا کر اڑائی چاہتی تھی لیکن اس سے پہلے ہی ابھی بول پڑے۔

”کہنا کیا ہے پتھر، بس اس کی ماں اور میں اس کے لیے اچھا سا بار ڈھونڈ رہے ہیں اس سال کے آخر تک اس کی شادی کر دیں گے۔“ ابھی کی منسوبہ بندی سن کر نور باؤنسی کا لقلعہ اندر تک کڑوا ہو گیا۔

”اوہ.....“ کہہ کر وہ کھینچ لی لیکن چپ رہنا تو نور باؤنسی نے سیکھا ہی نہیں تھا چپک کر بولی۔

”نہیں جی، وہ اصل میں میرا اپنا ذاتی اسکول کھولنے کا ارادہ ہے۔ میں اچھا سا مکان مل جائے تو میں جلد ہی اسکول کھول لوں گی۔“

”لے پتھر میں نے کئی بار اس سے کہا ہے کہ اگر تیری مرضی ہے تو اپنے ڈھکروں (چانوروں) والا پلاٹ خالی کر داتا ہوں پھر توڑے کرے بنواؤں گا کاش مرغیوں کا دار و باغی رہے دینا، وہ میری امی جی نے اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا ان کی نشانی ہے پر نور باؤنسی ہی نہیں۔“

”ابھی انسانوں کے بچوں کو پڑھاتا ہے مجھے، ڈھکروں کے بچوں کو نہیں۔“ اس نے سرگوشی کی جو

اتنی اونچی زور جی کہ متاقل تک پہنچ جائے پھر متاقل کے کان بہت تھرتھرتے اس کے ہونٹوں پر رقصاں سرکھا رہتے اسے ایک لمحے کے لیے چپ کر دیا تھا۔

”میرا خیال ہے انڈرو تو ہو گیا ہے چچا جان، آپ ان کو کھینچ دیں۔ جبکہ میں چاہتا ہوں کہ آپ ایک بار اسکول کا دورہ کر لیں۔“ اس کے کہنے کی دہری نور باؤنسی نے پورے انداز میں کہی تھی۔

اور جلد ہی اس پر وہ ایک لمحے کو تھیر کر ضرور ہوا۔

”چچا جان آپ جاتے ہیں؟ میں انہیں اسکول لکھا لاتا ہوں۔“ اسفند نے اجازت طلب نظروں سے انہیں دیکھا جو بیٹی کے کونے ہونے کے ساتھ ہی اٹھنے لگے تھے، اس کے کہنے پر ہی بیٹھ گئے۔ البتہ ان کے چہرے پر حیران ناگواری کی لکیریں برآسانی دیکھی جا سکتی تھیں نور باؤنسی نظر انداز کر لی اسفند کے ساتھ باہر نکل گئی۔

آفس سے نکل کر وہ دونوں ساتھ چلتے ہوئے کار پیلڈ میں آگئے، کار پیلڈ کے دائیں بائیں بہت سی گھاس تھیں لیکن بچوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی نور بانو کا کچھ اچھا، وہ کار پیلڈ کے وسط میں رک کر بولی۔

”آپ کے اسکول میں اسٹوڈنٹس کی تعداد زیادہ نہیں ہے؟“

”اصل میں س نور باؤنسی بتانے کے لیے میں آپ کو یہاں لایا ہوں۔ میں سیدھا سادہ یہاں بندہ ہوں، لوگوں کی حیرانی اور کساری کو بھانپتا ہوں۔ بس کی نہیں ہوتی..... شروع سے ہی میرا خواب تھا کہ ایک بہت بھریں اسکول بناؤں گا۔ جہاں بچوں کو تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی تربیت بھی کی جائے گی ان کے اخلاق پر لحاظ ہے بلکہ کہ جائیں گے۔ ابھی کی زمین بیچ کر میں نے یہ اسکول خریدا جو بڑی کامیابی سے چل رہا تھا۔ ابھی ہمیں کمزوریں دینے والا سزا ظاہر ابھی چہاں دہہ اور قاتل خانوں میں سن میری بیٹی نقلی ہوئی میں نے پورا اسکول ان کے حوالے کر دیا اور خود گوں چلا دیا ابھی کی زمینوں کے مسائل حل

محبت خواب کے مافندہ

کر نے میں مجھے پورا سال گیم کیا دیا ابھی تو میری بہت رفت اسکول میں موجود ہیں اور اپنا دھل اعزاز کی تم کو کھینچے گی۔ یہاں کے حالات دیکھ کر دو دین باران سے میری جھڑپ بھی ہوئی اور نتیجے کے طور پر انہوں نے کل حیرات سے بالا ہی اور دوسری جگہ اپنا اسکول بنایا زیادہ تر بچے اور اسٹاف وہ اپنے ساتھ لے گئے..... نور بانو کو ایک لمحے کے لیے دکھائی ہوا اور اس اسٹاف پر جو بڑے بڑے لکھا ہونے کے باوجود بھی کا کھٹکا ہوا نور بانو۔ لیکن شاید اس کا اتنا تصور نہیں تھا تعلیم سے وابستہ لوگ بچوں اور والدین کو جو اعتماد دیتا کر سکتے ہیں وہ سب لگانے والے افراد نہیں کر سکتے ہیں وہ بھی کم سزا ظاہر نے والدین اور اسٹاف کو کوٹھیں کر لیا تھا۔

”اب یہاں کتنا اسٹاف ہے؟“ نور بانو نے

سنجیدگی سے پوچھا۔

”پانچ بی بی مل بچہ زہیں اور دو سیل لیکن وہ سب کا تجربہ کار ہیں، کم تعداد کے پیش نظر میں نے ہائیر تو کر لیا تھا لیکن میں مطمئن نہیں ہوں ان لوگوں کی کارکردگی سے۔ حالانکہ سیلری بھی بہت اچھی دے رہا ہوں، چچا جان نے مجے بارے میں بتایا تو امید جاگ کر آپ کے آستے آستے اداروں میں پڑھایا ہے۔ آپ بہت بھڑکھڑ پر اسکول سنیا لیں گی۔“ اس کی آخری بات پر نور بد مزہ ہو گئی ایک تو ابھی بھی ماں پر جگہ اعلان کر رہی تھیں بھولے کر اس نے جبکہ جبکہ خاک چھائی ہے۔

”آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟“

”میں چاہتا ہوں آپ داس پر پہل کی حیثیت سے اسکول سنیا لیں آپ جیسے چاہیں گی وہ اپنی ہوگا میں آپ کے معاملات میں مداخلت نہیں کروں گا۔“

”اچھا ٹھیک ہے سب سے پہلے آپ پمٹلٹ دوبارہ چھوڑ دیں اور وہ سب کو ٹیکل وائیٹنگ ماں باہر بورڈ پر ایڈیشن اور اپنی کھواں میں اور اسٹاف کی ٹریننگ کا بھی انتظام کر دیا میں۔“ اس کی تجاویز سن کر اسفند

”بہت تعریفیں کرتا ہے میرا اسفند آپ لوگوں کی اور خاص طور پر نور بانو کی..... کہتا ہے امی جس لڑکی نے سکول کو اتنے اچھے طریقے سے سنبھالا ہے وہ مگر کوکتنا

”پلیز آپ، آپ بات تو نہیں۔“ وہ اسے روکنا
 بہتا تھا لیکن وہ ہوا کے کھوڑے پر سوار اپنا پرس اٹھاتی

”تم نے جو بکواس کرنی ہے ہاں میرے ہاں،
پپ سے کرو، میرا دماغ کھانے کی ضرورت نہیں۔“
راہنواب کے پھٹ پڑی تھی۔ اسے پتا تھا کہ سارا
نہ وہ سدھرہ کا بھی یونہی سر کھاتی ہے۔



مکمل ناول

میرا عشق صوفیانہ

روحانے عبد القیوم

تاجہ دکھ بھلی چلائی دو پہر کی دھوپ میں،
برگدے گئے پڑے بیٹا وہ شخص ہرگز اس ماحول کا
حصہ نہیں لگ رہا تھا۔

سنہری دھوپ رنگت، بھورے گئے ہال، شہزاد
بڑی، بڑی سا آکھیں..... وہ بلا شہزادانہ جاہت کا
شاہکار تھا۔ جسے دیکھنے والی آنکھ بھلی ہی نظر میں ٹھک
جائے۔ اس کی گہری نگاہیں ہر سوچ انداز میں سامنے
دھوپ کی تازت سے چمکتی مٹی پر جمی تھیں۔

سارے مزدور ہی رشتوں کے سڑے، اپنے پیٹ کے لیے محنت مزدوری کرتے اورات ٹھک کر بے سُدھ ہو چلی چار پائیوں پر سوجاتے۔ یہاں مع کی نماز یا اللہ کی یادوں سے صانع سلیمان کے کسی کو نہ تھی۔ تجھے ہمارے مزدوروں کی مع ہیٹ اس کی ہر سوز خلاوت کی آواز برہوتی کر مگر ہی کے ماتھے پر عمل نہ پڑے بلکہ اس کے برعکس ان کی مع اور خوشگوار ہوا۔

آج وہ خلاوت دہشتے سے فارغ ہو کر کارخانے میں داخل ہونے کے بجائے حساب کتاب میں مگن مٹی کے پاس اکٹھا ہوا۔
”السلام علیکم۔“ ا ویسی آواز میں سلام۔۔۔ کیا۔ مٹی نے سر کے خفیہ اشارے سے سلام کا جواب دیا۔ اب وہ جڑ بزرگ کے سوالیہ نظروں سے صانع کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”اور درخواست کرنی تھی۔“ اس نے نگاہیں نیچی کیے سڑوب لیے میں کہا۔ ایک خوب صورت و باعلاق جوان شخص کا یوں اس کے سامنے عاجزی سے کھڑا ہونا مٹی کی گردن پگھلا دیتی تھی۔
”بولو۔۔۔“

”میں یہاں کے مزدور بھائیوں کو فجر کی نماز۔ باعزت پڑھانا چاہتا ہوں۔“ اس کی بات پر مٹی نے اسے یوں آنسو سے دیکھا جیسے اس کی دماغی کیفیت پر شک ہو۔

”اوتے بھاؤ۔“ یہ تو کن جگہوں میں پڑ رہا ہے، یہ بھارے اپنے پیٹ کی دوش کی آگ بجھا میں یہی ان کے لیے کافی ہے تو انہیں اور شفقت میں نہ ڈال۔“ مٹی نے استہزا سے کہتے جیسے اسے اس کا۔ ذلق اڑا رہا تھا۔

”مگر۔۔۔“ صانع نے کچھ کہنا چاہا لیکن مٹی نے اس کی بات کاٹ دی۔
”اگر مگر کہیں، بیٹے اپنا کام کر، یہ چنے چاہی اور ان پڑھ لوگ، فیکٹر ایموگ کے علاوہ ان کا کوئی آبادی سے دور تھی۔

دینے کے سے انداز میں رکھ کر ان کے بالوں کو محبت سے سٹاپا۔ دونوں کے دل پر کیا کڑوری مٹی ہوائے اللہ کے کی کج خبر نہیں تھی۔

☆☆☆☆

مچ کے علیہ اندھیرے میں برگد کے بیڑ تلے جاننا از پر بھادہ سورہ رکن کی خلاوت کر رہا تھا۔
”رکن نے قرآن سکھایا۔
اسی نے انسان کو پیدا کیا۔

ہی سے پوچھا تھا۔
آقا اب اور مہتاب (مقررہ) حساب ہے ہیں۔ اور سارے اور درشت دونوں سجدہ کرتے ہیں۔ اسی نے آسمان کو بلند کیا اور اسی نے ترازو رکھی۔“ اس کی خوب صورت و پسوز آواز سارے ماحول کو خفا تک مٹانے سے تھی۔
”تا کہ تم تلے میں خفا نہ کر۔“ انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو اور قول میں کم نہ دو۔

اور اسی نے مخلوق کے لیے زمین بچھا دی۔ جس میں سوسے ہیں اور خٹے والے مجور کے درخت ہیں۔ اور مٹس والا تاج ہے اور خوشبودار پھول۔
”سامنے کچھ فاصلے پر کارخانے کا خارجہ بیٹھا، اس خوب صورت جوان کی خوب صورت نیمبر آواز میں گویا ہوا تھا۔

”جس (اسے انسانوں اور جنوں) تم اپنے رب کی کسی مٹس نہت پگھلاؤ گے۔“

اگر اٹھو اوتے میں منہ چار پائیوں پر پڑے مزدور اس کی خلاوت دتے تھے کی آواز پر بیدار ہو گئے تھے۔ یہ اس کا روز کا معمول تھا۔ فجر کی نماز کے بعد سورہ یسین و رکن کی خلاوت کر کے وہ صبح کی سپیدی پھیلنے تک اسے درخت تلے بیٹھا کر دوا کار کرتا۔ پھر سات نیچے ہی سوگی روٹی کے ساتھ شہد اور ایک گلاس دودھ کا شاکہ کر کے کارخانے میں داخل ہوجاتا۔ یہ جگہ آبادی سے دور تھی۔

سلیمان صاحب تو پھر ایک باپ تھے کیسے اولاد کی تکلیف پر نہ پڑتے۔۔۔۔۔ وہ تیزی سے آگے بڑھ کر اس کے سامنے بیٹھے اور اسے اٹھا کر بے قرار ہو کر بیٹنے سے لگا لیا تھا۔

”میں کبھی تمہارے رستے کی رکاوٹ نہیں ہوں گا بلکہ تمہارے تم پر فخر ہے، میں بھلا کیوں اپنے فرما بردار بننے کو بد دعا دوں گا، میری دعا میں تمہارے ساتھ ہیں، اگر مٹی کے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر تمہارے رستے میں آگیا تو مجھے اس خلاوت پر صاف کر دینا چاہیے۔

دونوں بے پناہ دور سے تھے۔
”میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ میں اس کے راستے کی رکاوٹ نہیں ہوں گا، مٹس میرا ساتھ دینا ہوگا۔۔۔۔۔ شمشین۔۔۔۔۔ وہ ہم دونوں کا بیٹا ہے، مٹس عام اس کی باپ کی طرح اسے اپنی انا کا سٹیکس مٹاتا نہیں، اس کی خواہش کا احترام کرتا ہے، اس کی وہ انتہا آمیز نظریں مجھے اب بھی اکثر یاد آتی ہیں تو مجھے بے چین کر دیتی ہیں، میں اگر اس کو روکنا تو وہ ضرور رک جاتا مگر اس کا انداز اس کا دل مر جاتا۔۔۔۔۔ زندگی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، ہم ان کو ہوتے ہیں، کسی سے اس کی خوشیاں سمیٹنے والے۔۔۔۔۔ چاہے وہ ہماری ہی اولاد ہی کیوں نہ ہو۔۔۔۔۔ خود پر اپنی خواہشات پر پہرے رکھنا یا جبر کر کے مجھ یا کسی کوئی زندگی ہے۔ ہم پڑے کیسے ہاشور لوگ ہیں، ہمارے ارد گرد کے لوگ جا رہے کچھ بھی نہیں۔ مٹس مبر کرنا ہوگا، ان کی صانع کے بارے میں مٹی کی جاننے والی تخت پاؤں پر بھی مٹس خاموش رہتا ہوگا۔۔۔۔۔ جنہیں ہر قدم پر میرا ساتھ دینا ہوگا، تمہارے ساتھ کے بغیر میں اور ہوں۔ میرا ساتھ دو کی ناں؟“

”ہاں، ساتھ تو دینا ہی ہوگا۔ ہم دونوں ہی مجبور ہیں اس کے ماں، باپ جو ہوئے۔“ انہوں نے سلیمان صاحب کے بڑے ہوئے ہاتھ پر اپنا سر رکھ کر پھوٹ، پھوٹ کر روئے ہوئے سے ہی سے کہا۔
سلیمان صاحب نے اپنا دوسرا ہاتھ شمشین کے سر پر رکھ

کہا تھا انہیں وہ آج بھی مٹی کی مٹی دینا تھا۔
”مجھ سے یہ مٹس کی مٹی کی پندری زندگی نہیں گزرا دی جاتی، آپ کی خواہش ہے یہ دگر مٹی حاصل کر لی ہے مگر میرے کسی کام کی نہیں۔ میں آپ کا بیٹا ہوں۔۔۔۔۔ جب بھی آپ مجھے پکاریں گے، سر کے عمل حاضر ہو جاؤں گا، چاہے آپ دن میں دس بار بھی پکاریں، ماتھے پر بل ڈالے بغیر آپ کے پاس آؤں گا مگر میری آپ سے درخواست ہے کہ مجھے روکنے کی کوشش نہ کیجیے گا۔ ماں، باپ کا اولاد بہت بڑا حق ہے، اس حق کو استعمال کرنے ہوئے مجھے مجبورت کیجیے گا۔“ وہ تہذیب کے دائرے میں رہتے ہوئے اٹھا کر رہا تھا۔

”آپ اچھی طرح سے جانتے ہیں، اگر آپ نے مجھے روکنے کی کوشش کی تو میں جانیں پاؤں گا۔ میرے عیوں کو نہ بچھڑ کر کیجیے گا، میں اس منزل کی تلاش ہے اس رستے پر چلتے سے ہم مت روکیے گا۔ مجھے آپ سے انصاف کی توقع ہے، میں آپ کا دل دکھا رہا نہیں چاہتا، مجھے پورے دل سے دعا ہے کہ اس انجمن کی منزل کی طرف روانہ کیجیے۔ تاکہ مجھے میرا جو بدل جائے، میری تلاش ختم ہو جائے۔ مجھے۔۔۔۔۔ بد دعا نہ دیجیے گا، باپ کی ناراضی، اللہ کی ناراضی ہے مجھ میں اتنا حوصلہ نہیں، مجھ سے ناراض مت ہونا میرے پیارے بابا۔۔۔۔۔ اگر آپ میرے جانے پر ناراض نہیں تو میں نہیں جاؤں گا۔ مگر مجھ سے ناراض مت ہونا۔۔۔۔۔ میرے پیارے بابا۔۔۔۔۔ وہ لمبا خٹوا مضبوط شخص، بچوں کی طرح پھوٹ، پھوٹ کر روئے ہوئے زمین پر دوڑا تو بیٹھا اٹھا کر باپ اپنے لیے بیک باک رہا تھا۔

”مجھ سے آپ کی ناراضی برداشت نہیں ہوتی۔“ وہ کسی ایسے بیٹے کے مانند رہتا تھا جو اپنے پسندیدہ کھلونے کے ٹوٹنے پر تکلیف سے روتا ہے۔
اس کے لہجہ کی چٹائی، انھنوں کی تڑپ اور انتہا کر تھی روٹی آکھیں۔ وہ تو چروں کو پگھلا سکتی تھیں۔

دنیا کی بھی گوشہ میں اور حبش

گھر بیٹھے

جاسوسی ڈائجسٹ سپینس ڈائجسٹ
ماہنامہ پاکیزہ ماہنامہ سرگزشت

ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا رسالہ
(شمارہ رجسٹرڈ ڈاک فرم)

ایک سال کی سب سے بڑی رقم 900 روپے
ماہنامہ پاکیزہ ماہنامہ سرگزشت

ایک سال کی سب سے بڑی رقم 9,000 روپے
ماہنامہ پاکیزہ ماہنامہ سرگزشت

ایک سال کی سب سے بڑی رقم 9,000 روپے
ماہنامہ پاکیزہ ماہنامہ سرگزشت

ایک سال کی سب سے بڑی رقم 9,000 روپے
ماہنامہ پاکیزہ ماہنامہ سرگزشت

ایک سال کی سب سے بڑی رقم 9,000 روپے
ماہنامہ پاکیزہ ماہنامہ سرگزشت

ایک سال کی سب سے بڑی رقم 9,000 روپے
ماہنامہ پاکیزہ ماہنامہ سرگزشت

”خندہ..... یہ جی تم سے ملنے ساتھ کے گاؤں سے آئی ہے، کوئی مسئلہ ہو چکا ہے۔“ اس جی نے شفیق سی سکر اپٹ سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
”یہ خندہ بی بی ہیں؟ ہاں؟ میں تو بھی جی کر کوئی بچی عریک پشتر کاٹے عورت بی بی ہوں گی۔“ لڑکی اپنی بے ساختہ حیرانی کو چھپانے پائی۔ خندہ ماں کا درودوں منکرادیں۔ وہ لڑکی کو جھپٹ گیا۔
”یہ تو بھلی ہے، جو حسن جیسا پابلو دیا۔“ لڑکی کی ماں نے، اسے گھورا۔
”کوئی بات نہیں، اکثر ایسا ہو جاتا ہے، ہمیں عادت سی ہو گئی ہے۔“ اس جی ہوئیں۔
خندہ اس لڑکی کو کچن کے اس کونے کی کت لے آئی، جہاں لڑکی کا منتقل ہماری جمود لگا تھا۔
دو درودوں اس پر ہی بیٹھ گئیں۔
”بتاؤ، کیا بات ہے؟“ خندہ نے بڑی اہمیت سے اسے مخاطب کیا جو اس کے مزاج کا خاموش تھا۔
”وہ لی بی.....“ وہ پیش و پیش پڑ گئی۔
”ہاں بولو؟“ خندہ نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ کر گویا اس کی صحت ہو جاتی۔
”مجھے اپنے چچا زاد سے محبت ہو گئی ہے، سب لمحے طعن کر رہے ہیں یہاں تک کہ میری سہیلیاں بھی مجھے سے ختم ہو گئیں ہیں.....“ قہر لی بی کیا محبت کرنا گناہ ہے؟“ بے بسی سے کہتے اس نے خندہ کی طرف دیکھا، اس کی بڑی، بڑی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔
”کسی ناختم کو محبت کی اس نگاہ سے دیکھنا گناہ ہے، ہاں اگر اس سے واقعی محبت ہے، جائز طریقے سے اس کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہو تو اسلام میں بھی اس کا واضح اشارہ ہے یعنی آسان انداز میں لڑکی اپنی یا بڑی بہن یا اور کسی مستتر سے ڈرے نکاح کا بیٹام بگڑا دے۔ جائز طریقے سے اپنی محبت کو حاصل کر کے اپنی سہیلیوں کا نہ محبت آرا م سے بند کیا جاسکتا ہے، اس میں اتنی پریشانی کوئی بات نہیں۔“

تھامے ایک سال کا عرصہ ہونے کو آیا تھا کہ مجھ کو اور بات کی بات کی نے اسے اونچی آواز میں بات تک کرتے ہیڑا دیکھا تھا۔ اس کی عادتیں بہت مختلف تھیں۔ بہت سے مزدور اس کی شخصیت سے مرعوب ہو کر اس کے پاس آتے اور یہاںے خلاشتے کہ اس کی شخصیت ان پر کل جائے مگر وہ ان کے سوالات کے ہمب سے جواب دے کر خاموش ہو جاتا۔
اس سب سے اس کی حد تک اس کا مزاج اور الگ تھا، کہتا تھا کیا تھا؟ لی، اس کی تہائی میں زیادہ مغل نہ ڈالنے بلکہ وہ سب اس کا اس طرح سے خیال رکھتے گویا وہ ان کا سامی مزدور نہ ہو گئی وہی آئی بی (خاص) کہان تھا۔
یوسف صاحب نے سارے مزدوروں کو جمع کر کے اسی طرح اعلان کر دیا کہ کل سے صابن اس سب کو صبح کی نماز یا صحت پڑھا ہے گا۔
سب نے خوش، خوش ہائی بھری تھی، ان میں بہت سے مزدور ایسے تھے، جو قرآن کے علم سے نااہل تھے، ان کی خواہش پر صابن نے فجر کے بعد ان کو قرآن کا علم سکھانے کی ہائی بھری تھی۔
اس سادہ لوح مزدوروں کی خوشی یوں تھی۔۔۔ گویا میرو۔۔۔
☆☆☆
خندہ بچوں کو قرآن پڑھا رہی تھی۔ سارے بچے مل، مل کر دروازے پر پڑھ رہے تھے۔
”لی بی! آپ سے ملنے ساتھ کے گاؤں سے عورتیں آئی ہیں۔“ اس کی ہم عمر ملازمہ پودین سے بیٹام دیا۔
”وہ بچوں کو پڑھتے رہے کی تاکید کر کے کرے سے نکل آئی۔ ماں جی بڑے سے محن میں بھی جا رہی تھی۔
پاک حکومت کے ساتھ بھی باتیں کر رہی تھیں۔ سامنے ایک خوب صورت سی لڑکی موڑے پر بیڑی صورت بنائے خاموشی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔
دور چل پائی۔“

روز گار نہیں، یہ اللہ کے حقوق کیا جائیں۔“ شفیق نے خلاف توقع نرمی سے کہا۔
”کیا بات ہے بھی کئی شراقت؟“ دور بیٹھا کارخانے کا انچارج پاس چلا آیا ہمارے چھاس نے شفیق سے قلم کار گاہ صابن کے خوب صورت نقوش والے چہرے پر بھیجی۔
”وہ کسے انہیں بحث کرنے دیکھ رہا تھا۔
”میں نہیں انچارج صاحب، میں اس جوان کو مزدوروں کو مسلمان کرنے کا بخار پڑھا ہے۔“ شفیق نے پشیمک کر کے بیڑی سے کہا۔
”میں سمجھا تھا نہیں؟“ دور بیٹھا عمر کے شفیق سے انچارج یوسف صاحب نے صابن کی طرف دیکھا۔
شفیق نے اس کی بات سن وگن یوسف صاحب کے سامنے بڑھا دی۔
”یہ ایسا کوئی انہونی بات نہیں، جو آپ ماں کے ہی نہیں دے رہے، میں اس جوان کی خواہش کا احترام کرتا ہوں، مجھے بہت خوش ہوئی کہ جو بات ہم برسوں سے نہ سوچ سکے، اس پر کل کے بیٹے نے عمل بھی کر ڈالا۔ اور وہ اپنے سر لے لیا، یہاں صبح کی ابتدا اللہ کی عبادت سے ہوئی تو ہماری ہی ٹیکٹری کو کاغذ ہوگا، اللہ ہمارے روزگار میں اور بھی برکت ڈالے گا۔“
یوسف صاحب نے نامحاذ انداز میں کہتے ہوئے... غصوں و محبت سے صابن کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔
”کہتے خوش نصیب ماں، باپ ہیں، تمہارے جنہوں نے تم جیسے انسان کی پرورش کی، جتنا تمہارا ناخبر خوب صورت ہے، اس سے کیا زیادہ تمہارا اندر خوب صورت ہے۔ بالکل اپنے نام کی طرح کیا کوتم صابن؟“ یوسف صاحب کے لیے میں اس کے لیے محبت تھی۔ انہیں شروع سے یہ کہہ کر اپنے آپ میں محن سمجھ دے کہ وہ بڑا جوان بہت پند تھا۔
یہاں کے مزدور چھوٹی، چھوٹی باتوں پر بحث کرتے بلاتے جھگڑتے تھے، صابن سلیمان واحد شخص

کی آواز پر وہ حواس میں ہلٹی تھی۔
 "ہوں....." وہ چونکی تھی۔
 پروہ کی تیز آواز پر صراحتاً پلٹ کر دیکھا تھا
 پھر گھر اس کی نظریں جھک گئیں تھیں۔
 جو سیدھی خند کے ڈانک چٹل میں عجب سفید
 خوب صورت انگلیوں والے بیروں پر پڑی تھیں۔
 خند اس شخص کے چہرے کو دیکھتے ہی سناکت
 ہو گئی تھی۔ ایسا عجیب و غریب انداز شخص کہ جسے دیکھ کر کسی کو بھی
 دنیا بھول جائے، اس کے دل کی دنیا بھول کر پھل ہو کر رہ
 گئی تھی۔
 صرف ایک لمب..... پھر اس شخص نے چہرہ دابھیں
 موز لایا تھا۔

"پلیس لی لی ادب ہو رہی ہے۔" پروہ نے دوبارہ
 جھلا کر بولی وہ آہستہ روی سے پلٹنے لگی مگر کسی تیز دھڑک
 کی طرح بے خبری میں تب کہ وہ گاڑی میں بیٹھی، تب کہ وہ
 حویلی پہنچی۔ جسے وہ پچھتر برس کی تھی۔
 گاڑی ایک جھکے سے رکی تو وہ ہوش میں آئی۔
 گاڑی سے اتر کر تیزی سے چلتی سیدھی اپنے کمرے
 میں آئی تھی۔ اور وائس روم کی طرف دوڑی۔ جانے
 کب سے، بے تحاشا آنسو اس کا چہرہ بھگوئے رہے
 تھے۔ وہ استغفار پرستی، خوب زور زور سے آنکھیں
 روکنے پانی سے دھو رہی تھی۔

"میری زندگی میں کبھی آج کی طرح نہیں کیوں
 کمزور لگے گی گرفت میں آئی تھی؟ کیوں میں اس
 ناختم انجان شخص کو کتنی اور پھر دیکھتی رہی؟ جان ہو جو کہ
 اسے محسوس کرتی رہی۔ مجھے زندگی میں پہلی بار خود
 سے شرم محسوس ہو رہی ہے۔ جی جی رہا ہے، اپنی ان
 آنکھوں کو پھوڑ ڈالوں، میں کیوں اتنی بے بس ہو گئی تھی
 کہ مجھے خود پر اپنے دل پر اختیار نہ رہا۔" گاڑی درجک
 روٹی، مگر گرائی وہ اپنی آنکھیں لٹل کر پانی سے دھو رہی تھی۔

☆☆☆☆

دن گزرتے رہے، اچانک وہ بونہی کم گم اور

لے، اس کی اپنی آواز اور گھٹن کے چہرے سے مگر آج اس
 لگے اسے اتراف کرنا پڑا کہ اس سے زیادہ کمزور
 آواز والا کوئی اور شخص اس کی دنیا میں موجود ہے۔
 ہر شے جیسے اس کی آواز سن کر ساکت تھی، کچھ
 موجود تھا تو وہ اس شخص کی پرسوز آواز تھی۔
 "اللہ نور ہے،" آواز سن کر وہ سنا کہ اس کے نور
 کی مثال، مثل ایک علق کے ہے جس میں چراغ ہو
 اور چراغ شے کی قدیل میں ہو اور شیشہ شعلہ بجھتے
 ہوئے نور سے کہ وہ نور چراغ ایک ہار پر درخت
 زیتون کے تیل سے جلیا جاتا ہو، نور خند نے مشرقی
 ہے نہ مغربی خود وہ تیل قریب ہے کہ آپ ہی روشنی
 دینے لگے کہ چاہے آگ نہ لگی ہوئے۔"

خند سر اپنا ساعت بتی سرتی۔ جیسے کسی جاگدگر
 نے اس پر محرک ہوا اور وہ عجز و مذہور کی رہائی ہو گئی۔
 "اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف رہائی کا رہے
 جسے چاہے۔" لوگوں کے (کلمے) کو یہ تھا میں اللہ
 تعالیٰ بیان فرما رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر کسی کے حال
 سے بخوبی واقف ہے۔" وہ عجز و مذہور کی پچھتہ اور آگے
 بڑھی، یوں کے برگڑ کا گھٹا پختہ جہاں سے آواز آ رہی
 تھی، اس سے پچھتہ قدم کے فاصلے پر وہ میگا۔
 اتنا آواز ملکہ کہ وہ آسانی سے مجبور کے اس شخص کے
 پاس پہنچ گئی تھی۔ جس کی پشت اس کے سامنے تھی۔
 آسانی کرتے شلوار میں لپٹوں وہ دروازہ قد شخص
 جس کی آواز بے حد خوبصورت تھی۔

"ان گھروں میں میں جن کے بلند کرنے اور جن
 میں اپنے ظلم کی یاد کا اللہ نے حکم دیا ہے، وہاں چھ شام
 اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتے کرتے ہیں۔" نور
 نور نور کی تلاوت کرتا وہ شخص، دینا وانیسا سے
 بے خبر ہو کر کون آنکھیں موندھے، سنے سے ٹیک لگائے
 بیٹھا تھا۔

خند بے خودی کے عالم میں اس کی معنوبہ
 پشت کو کھینچی۔

"لی لی..... پلیس گاڑی کچھ ہو گئی ہے۔" پروہ نے

کروا تھا، کسی حردور کی ضرورت ہے۔ ان جابلوں
 میں سے میں کی کو بھیجیں انہیں چاہتا۔ سب حرام خدا اور
 باتوں ہیں۔" نور سے قریب سے دل کے قریب ہے، اپنے کام
 سے کام لے کر دیا بندہ ہے، چوہدری پر اچھا تیار پڑے
 گا، ہمارے کارخانے کی عزت بڑھے گی..... کہ تو
 وہاں جانے کی ہائی ہمارے۔" منشی رزاق حاجت
 سے کہا۔
 "جیسے آپ کا حکم....." اس کی تابعداری پر منشی
 رزاق نہالی ہو گیا۔
 "بہت مہربانی چتر، بیٹا۔" وہ خوش، خوش
 دعا میں دینے لگا جیسے اسے کسی خزانے کی پالی ملی ہو۔

☆☆☆☆

ساتھ والے گاؤں کے اسکول میں نعت و
 تلاوت قرآن کا مقابلہ تھا۔ مہمان خصوصی کے طور پر
 خند مدعو تھی۔
 درس کے اختتام پر خند نے دعا کرائی۔ دو پہر کو
 ان کی واپسی ہوئی، ڈرائیور خدا بخش ساتھ تھا اور ملازمہ
 پروہ جو ہر جگہ اس کے ہمراہ ہوتی تھی۔ گاڑی جھکے
 کھائی رستے میں رک ٹھٹی، ڈرائیور نے ہونٹ کھول
 کر سب چیک کیا.... پھر خند کی طرف آکر شیشہ بچایا۔
 "لی لی! اگلی پلٹ کر گاڑی میں کچھ خرابی ہو گئی ہے
 مگر یہ کچھ نہیں ہو رہی ہے سامنے ٹیکسری سے پالی لانا
 ہوں اگر کوئی ٹیکسری مل جائے تو۔" منوب کھڑے
 خدا بخش نے اسے مخاطب کیا۔

"ٹھیک ہے تم جاؤ....." وہ اس کی اجازت
 ملنے پر چلا گیا۔ گاڑی دیر گزرتی رہی، وہ نہ آیا تو خند
 گاڑی سے اتر آئی۔ کالے سیاہ عماما میں اس کا دروازہ قد
 اور نقاب سے چھلکی بڑی، بڑی پھیل گئی تھی آنکھیں خود کو
 لہایاں کر رہی تھیں۔

آہستہ روی سے چلتی اور گرد کا جائزہ لیتی وہ درجہ
 کے درخت سے پچھتہ فاصلے پر تک پہنچی۔ تا خود گاہے خانے
 کا راج تھا۔ قادیان کی طرح سے چنکی۔

مردانہ خوبصورت آواز جوں کو اپنی طرف کھینچ

اس نے اتنی خوبصورتی سے اس کی پریشانی کا
 حل بتایا کہ وہ لڑکی بے حد متاثر ہوئی۔
 "واقعی لی لی! اس بچہ پر تو میں نے سوچا ہی
 نہیں تھا۔ اللہ آپ کے دل کو سکون دے، آپ نے تو
 میری پریشانی دور کر دی۔ میری آنکھیں روشنی کر دیں،
 مجھے تو کچھ سمجھائی تھیں دے رہا تھا۔" فرخ ستر سے
 اس نے خند کے دونوں ہاتھ، تمام لیے۔ خند اس کی
 خوشی پر دل سے مسکرائی۔
 "مردوں کی راہ کے اندر میرے روشن کرنے والی
 خند ہر لمحہ اس بات سے خبر گیری کہ اس کی اپنی روشنی
 دنیا جلد ہی اندر میرے ہونے والی تھی۔"

☆☆☆☆

اب وہ کارخانے پر چھوٹے بڑے فرکا "صالح
 بھائی" تھا اس سے محبت کرنے والے اس سے پسند کرنے
 والے اور کسی زیادہ اس کے کردار کی اچھائی سے مستغرق
 ہو گئے تھے۔ نماز کے بعد وہ قرآن پاک سب کو
 پڑھاتا..... بہت ہی اچھا و پڑ سکون ماحول ہوتا تھا۔ آج
 بھی قادیان ہو کر سب نے ناشتا کیا اور اپنے، اپنے کام
 پہلگ گئے۔
 صالح! پیش چن، چن کر ایک جگہ سے دوسری
 جگہ چلنے کرتا رہا..... بہت سوں نے اس کی مدد کرنا
 چاہی مگر اس سے بڑے سادہ سادہ نہ ہو گیا۔
 "میری محنت کا بار مجھے خود ہی اٹھانے دو بھائی،
 مہربانی ہوگی۔" دوپہر کے کھانے کے وقفے میں اس
 نے نماز پڑھ کر کسی کے ساتھ کسی کو سونگھ کر کھائی کہ
 اسے میں کھٹی کا پیلا آٹا۔

"السلام علیکم....." وہ اس کے پاس چلا آیا۔
 "والسلام! آؤ جڑوں تھو مجھے تم سے کچھ بات
 کر باقی۔" منشی رزاق نے رجسٹر بند کر کے تم کھانے کے
 پیچھے آؤسا۔
 وہ اس کے سامنے رہ گئی کسی پریشانی۔

"اس گاؤں کے چوہدری عوام بہت نیک،
 عزت دار اور اچھے انسان ہیں، ان کے ہاں کچھ کام

۲۰۱۸ء

اس کی مصیبت کی طرح اس کی آواز سی دل پہ
ماہنامہ پاکیزہ

ی طرف دیکھتے ہوئے بے یقینی سے بولی۔

ی 2018ء

حق سے وہ ملن کیفیت میں کام کر رہا تھا۔ چونکہ کراچی
ماہنامہ پاکیزہ ۲۲۴ فروری

دعا

روہ کے فتن سناؤں روئے کے سامنے
قہار کر سنہری جالی کو ایک بار

انگوں دعا میں میں ہزار روئے کے سامنے
شاید وہ مجھ عاصی پر دانش ایک نظر

اس آس پر بٹھی ہوں روئے کے سامنے
آپ کی ضیا سے منور ہو زندگی
لب پہ بکھی دعا ہے روئے کے سامنے
کلام: عالیہ ضیاء، کراچی

رکنا ہے، ہمیں اپنے قدم متزلزل نہیں ہونے دینا۔ میں
تمہیں بہت آگے دیکھنا چاہتا ہوں، انا آگے کہ تمہیں
دیکھنے کے لیے مجھے سراونچا کرنا پڑے۔ تمہیں اتنی
بلندی پر چاؤ دیکھنا چاہتا ہوں۔ تمہیں نے اسے خود
سے الگ کر کے کا کٹرھا چھینے ہوئے گئے۔ دونوں
باپ، بیٹے کی انکسین ختم۔

ان کے جانے کے بعد، وہ چپ چاپ اداس سا
بزرگ کے ہیزلے جا کر بیٹھ گیا۔

کچھ مہرودوں نے اس کے پاس آکر تجسس
میں کچھ معلومات حاصل کرنا چاہی کرشمی رزاق نے
انہیں نوک کر کے اپنے کام پر لگا دیا تھا۔

اس سے پہلے ہی وہ اس کے لئے دوبار آچکے
تھے۔ ان سب کا ٹکٹاب میں بیٹھیں میں بدلنے لگا تھا۔
مگر اس کی کم کوئی اور مہرود شخصیت میں ایسا کچھ تھا
کہ مقابل کو خاموش کر دیتا۔ وہ بہرود وہاں
اداس بیٹھا رہا۔

مفتی عبد الرزاق نے ان سب کو اس کی تنہائی
میں مل ہونے سے سختی سے منع کر رکھا تھا۔

☆☆☆

کے ماحول سے۔ اس نے کھوئے، کھوئے سے بچے
تھا کہتا تھا۔

”تمہاری ماں جہیں بہت یاد کرتی ہیں۔“ صارح
کی طرف ہنسی نظروں سے دیکھتے ہوئے انہوں نے
عجیب تشبیہ کی تھی۔

”ان سے کہئے گا کہ مجھے بھی وہ بہت یاد آتی
ہیں۔ چھوٹا سچ بچہ یاد آتا ہے، مگر کی یاد آتی
ہے، میں بہت شرمندہ ہوں آپ کو۔“ انہوں نے کونسی
برائی کی دن لٹے آؤں گا۔ وہ آہستہ سے بولے۔
”میں آپ سے معافی مانگتا ہوں اور ان سے
بھی۔ میں اچھا بیٹا نہیں سکا۔ نہ اچھا بھائی، مجھے
اس خطا کے لیے معاف کر دیجئے گا۔“

”تم میں سے کوئی بھی تم سے غنا نہیں، مجھ سکتے
ہیں تمہاری بھوری کو ہم کی دعا میں دیکھ سکتے
ساتھ ہیں، معافی چاہتا ہوں تمہیں تکلیف دی۔ کیا
کر دو بیٹا تمہاری بہت یاد آتی ہیں اور کچھ تمہاری ماں
کا بھی اصرار تھا کہ تمہیں دیکھ آؤں۔ میں تم سے کوئی
گھر نہیں۔ تمہارے بھئی اولاد کی بھی والدین کے
لیے فخر کا باعث ہو سکتی ہے، بس دل بڑا ہونا چاہیے۔“
انہوں نے خود کوئی الاسکان نازل ظاہر کرتے ہشاش
بشاش کیجئے کہ کیا تھا۔ وہ اپنے بکسے سے، صارح بھی
اٹھ کھڑا ہوا۔ ان کی آنکھوں کی صارح سے مجھے ترہہ
سکی گئی۔

”ہا۔۔۔۔۔۔“ وہ جو جانے لگے تھے، صارح کی نگاہ
پر رک گئے۔ وہ بے اختیار آگے بڑھ کر ان کے گلے
لگ گیا۔

”بہت عظیم ہیں آپ، میری سوچ سے بھی بڑھ
کر، آپ اور مانا سے جو میرے لیے کیا ہے۔۔۔۔۔۔ اس کا
قرض میں ساری زندگی نہیں ادا کر سکتا۔ مجھے اس بات پر
فخر ہے کہ میں آپ جیسے عظیم لوگوں کی اولاد ہوں۔“
اس کے لیے میں آپ کی سبک دیا۔

”تم نے تمہیں اس راہ پر جانے سے نہیں روکا،
اپنی انا کو درمیان میں نہیں لائے، تم نے بھی ہمارا نام

سے ہاتھ دھوئے اور تیزی سے وہاں کھڑی چار پائی
بچا دی۔

”سلام۔۔۔۔۔۔“ کہے ہیں آپ بابا! مجھے بابا لایا
ہوتا، آپ نے نہیں تکلیف کی؟“ وہ ان کے سینے سے
لگ کر بے اختیار بولا تھا۔ بہت سے مہرود، اچھا کام
کا چھوڑ کر ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔

”جن کی یاد آتی ہے، انہیں بابا نہیں جاتا، خود
چل کر آتے ہیں، اس کے پاس جا کر باتیں کرتی ہوں کہ
پتلا وہ اگلا صوبہ میں کام کرتا ہے مگر جال ہے جو میری
سکھ بات میں بولے یا دیکھی لے، میں تو پاگل ہی
ہوں جو جال کے پوتی چلی جاتی ہوں، کل تو میں ابھی
خاصی سنا کر آئی ہوں اسے۔۔۔۔۔۔ مگر جال ہے جو اس نے
لب کھ کر جواب دیا ہو۔ میں نے ایسا غصہ اٹھایا
پوری زندگی میں نہیں دیکھا، اب بھی میں نے اس سے
خبریت پوچھی، مانتے پر لب تک نہ پڑے اس کے بھی تو
بڑا ترس آتا ہے تم سے مجھے اتنا ترس۔“

”پہلے تو تم یہ سوچ لو کہ تمہیں شہزادہ لگتا ہے،
پتلا وہ لگتا ہے۔۔۔۔۔۔ ترس آتا ہے یا غصہ۔۔۔۔۔۔ کسی ایک
بات پر تو تم قائم نہیں رہتے، عجیب متفق سے تمہاری
ہم، میں مطالعے کے لیے جاری ہوں، انہیں کسی
چائے بنا کر لایا۔“ اپنے اونی زرم لے کر مجھے بھی کئی وہ
اسٹری کی طرف بڑکی۔

”یہ ہمارا گھر ان کے لیے غصہ ڈالنے لے آیا، جو
انہوں نے غلط فیصلے کر لیتے یا اگر کے گلاس
واپس تھامیا۔

اپنے بیٹے کو یہاں اتنی گری اور اسی طرح کے
ماحول میں دیکھ کر ان کے اندر ایک اور دشمنی دوڑ گئی
وہی جس نے ان کا اندر طائر کر رکھا تھا۔

”لگتا ہے۔ بہت ناؤں ہو گئے ہو یہاں
سے؟“ انہوں نے خود پر قابو پا کر اس سے پوچھا تھا۔
”ہاں، یہ سب لوگ کسی چھوٹے معصوم بچے کی
طرح میرا خیال رکھتے ہیں، یہ بہت سچے اور مطمئن لوگ
ہیں بابا۔ بہت کچھ سیکھنے کو ملا ہے مجھے ان سے۔۔۔۔۔۔

ہاں چنگی نہیں لگتی، یہ تو گردن تان کر کھڑا ہوتا چھانکے
گاہ، ہاں شہزادہ۔۔۔۔۔۔“ ہنسی تو لے، میں ماشہ یہ
مہرود پر اس کی سادہ دلی پر
فمن دی، ہر کسی کے بارے میں بابا لگانے بولنے والی۔
چاہے سننے والے کو اس کی باتوں میں دیکھی ہو یا نہ ہو،
اس کی بات ہے۔

”چارہ ہے۔۔۔۔۔۔ مگر کسی کھار مجھے اس پر بڑا غصہ
آتا ہے، جی میں اس کے پاس جا کر باتیں کرتی ہوں کہ
پتلا وہ اگلا صوبہ میں کام کرتا ہے مگر جال ہے جو میری
سکھ بات میں بولے یا دیکھی لے، میں تو پاگل ہی
ہوں جو جال کے پوتی چلی جاتی ہوں، کل تو میں ابھی
خاصی سنا کر آئی ہوں اسے۔۔۔۔۔۔ مگر جال ہے جو اس نے
لب کھ کر جواب دیا ہو۔ میں نے ایسا غصہ اٹھایا
پوری زندگی میں نہیں دیکھا، اب بھی میں نے اس سے
خبریت پوچھی، مانتے پر لب تک نہ پڑے اس کے بھی تو
بڑا ترس آتا ہے تم سے مجھے اتنا ترس۔“

”پہلے تو تم یہ سوچ لو کہ تمہیں شہزادہ لگتا ہے،
پتلا وہ لگتا ہے۔۔۔۔۔۔ ترس آتا ہے یا غصہ۔۔۔۔۔۔ کسی ایک
بات پر تو تم قائم نہیں رہتے، عجیب متفق سے تمہاری
ہم، میں مطالعے کے لیے جاری ہوں، انہیں کسی
چائے بنا کر لایا۔“ اپنے اونی زرم لے کر مجھے بھی کئی وہ
اسٹری کی طرف بڑکی۔

”یہ ہمارا گھر ان کے لیے غصہ ڈالنے لے آیا، جو
انہوں نے غلط فیصلے کر لیتے یا اگر کے گلاس
واپس تھامیا۔

اپنے بیٹے کو یہاں اتنی گری اور اسی طرح کے
ماحول میں دیکھ کر ان کے اندر ایک اور دشمنی دوڑ گئی
وہی جس نے ان کا اندر طائر کر رکھا تھا۔

”لگتا ہے۔ بہت ناؤں ہو گئے ہو یہاں
سے؟“ انہوں نے خود پر قابو پا کر اس سے پوچھا تھا۔
”ہاں، یہ سب لوگ کسی چھوٹے معصوم بچے کی
طرح میرا خیال رکھتے ہیں، یہ بہت سچے اور مطمئن لوگ
ہیں بابا۔ بہت کچھ سیکھنے کو ملا ہے مجھے ان سے۔۔۔۔۔۔

ہاں چنگی نہیں لگتی، یہ تو گردن تان کر کھڑا ہوتا چھانکے
گاہ، ہاں شہزادہ۔۔۔۔۔۔“ ہنسی تو لے، میں ماشہ یہ
مہرود پر اس کی سادہ دلی پر
فمن دی، ہر کسی کے بارے میں بابا لگانے بولنے والی۔
چاہے سننے والے کو اس کی باتوں میں دیکھی ہو یا نہ ہو،
اس کی بات ہے۔

”چارہ ہے۔۔۔۔۔۔ مگر کسی کھار مجھے اس پر بڑا غصہ
آتا ہے، جی میں اس کے پاس جا کر باتیں کرتی ہوں کہ
پتلا وہ اگلا صوبہ میں کام کرتا ہے مگر جال ہے جو میری
سکھ بات میں بولے یا دیکھی لے، میں تو پاگل ہی
ہوں جو جال کے پوتی چلی جاتی ہوں، کل تو میں ابھی
خاصی سنا کر آئی ہوں اسے۔۔۔۔۔۔ مگر جال ہے جو اس نے
لب کھ کر جواب دیا ہو۔ میں نے ایسا غصہ اٹھایا
پوری زندگی میں نہیں دیکھا، اب بھی میں نے اس سے
خبریت پوچھی، مانتے پر لب تک نہ پڑے اس کے بھی تو
بڑا ترس آتا ہے تم سے مجھے اتنا ترس۔“

”پہلے تو تم یہ سوچ لو کہ تمہیں شہزادہ لگتا ہے،
پتلا وہ لگتا ہے۔۔۔۔۔۔ ترس آتا ہے یا غصہ۔۔۔۔۔۔ کسی ایک
بات پر تو تم قائم نہیں رہتے، عجیب متفق سے تمہاری
ہم، میں مطالعے کے لیے جاری ہوں، انہیں کسی
چائے بنا کر لایا۔“ اپنے اونی زرم لے کر مجھے بھی کئی وہ
اسٹری کی طرف بڑکی۔

آئے دن اس کے پاس بیمار لوگ دم کرواتے آتے گئے۔ بیمار دور دور سے کو کوئی اور مسئلہ، غرض طرح طرح کے بیماروں کا علاج اس کے پاس تلاش کرتے آتے۔

لوگ آتے، صانع خاموشی سے دم کرواتا اور حیرت انگیز طور پر وہ دیکھتا، دغ ہوجاتی۔ گاؤں کا چھوٹا بڑا، ہر طبقے کا شخص اس کی تعظیم کرتے آتے، چاہے کچھ بیمار ہو، کوئی بیمار نہ ہو، صانع کے منع کرنے پر ہر کسی کی ہمت نہ ہوتی کہ اسے ناراض کرے، لوگ اس کا مزاج سمجھنے لگے تھے کہ وہ خوشی یا اہم گیری پر کب نہ نہیں کرتا، ان کے لیے تو صانع کی غرضی اہم گیری پر کبھی اور کوئی بھولے جھٹکے بھولے بھی آتا تو وہاں کے مزدور انہیں آئندہ اس طرح کے تکلف سے منع کرتے اور وہ سب کچھ بچوں یا غریبوں کو دے دیا جاتا۔

صانع کے مزاج میں کوئی تبدیلی نہ آتی تھی بلکہ وقت کے ساتھ، ساتھ اس کے اندر مزید غمیراؤ اور بُردباری جنم لے رہی تھی۔ کم کوئی اور گوشہ نشینی اب بھی اس کی ذات کا خاصہ تھی۔

☆☆☆

خدا اس کے لیے کھانا لاتی تھی۔ روزانہ کے معمول کی طرح، اس نے کسی مزدور کے ہاتھ کھانا صانع تک بھجوا دیا تھا۔ جو صانع نے خاموشی سے اس کے ہاتھ سے لے کر ہر گھر کے درخت تلے کچھی چارپائی پر رکھا۔ اور کچھ کاغذ پھیلے پر بے چارے سے ہاتھ دھو کر چارپائی پر آ بیٹھا۔ پھر منہ اللہ پر دھ کر کھانے لگا۔ وہ دور دور کی مسکن اور کچھ انداز میں نظروں سے بچانے کھانا کھاتے صانع کو کچھ چارپائی تھی۔

اس بات سے بے خبر کسے کسی نے یوں دیکھ لیا تو کسی معبود اور قابلِ شہادت ہوئی کیونکہ وہ کام مزدور یا حصارح کی بی بی کی بلکہ چوہدری عمر احمد کی انکو بی بی اور گاؤں کی خدیجہ بی بی تھی۔ یہی اہم غرض غرض بی بی اسے بے اختیار وہ دن یاد آیا جب وہ پہلی

☆☆☆ چوہدری عمر احمد نے صانع کو کوئی بلوایا تھا۔ وہ دونوں مہمان خانے میں ہی بیٹھے تھے، چوہدری صاحب اس کے کام سے بہت خوش ہوتے تھے۔

خندہ نے اپنے ہاتھ سے چلوں کا جوں کلال کر جگ کھائے ٹرے میں رکھے، ملازماؤں کے منہ کرنے کے باوجود وہ خود سے اٹھائے مہمان خانے پہلی آئی۔ اس نے دروازے پر آہٹیں سے دھک دی، چوہدری صاحب، صانع سے معذرت کرتے دروازے تک آئے تھے۔

”ہماری بیٹی نے آج کیے زحمت کر لی؟“ وہ ملازمہ کے بجائے خندہ کو دیکھ کر حیرانی اور خوشی سے بولے۔

”میں سوچا آپ کے خاص مہمان آئے ہیں، اسے باقوں سے ان کی فیاضت کروں، مہمان کو اللہ کی رحمت ہوئے ہیں، میں سوچ کر ثواب کمانے کا ارادہ کر لیا۔“ وہ بھی آہستہ سے کہہ کر سر کرائی۔

”جتنی بڑا تو ہمارے مہمان کی خوش نصیبی ہے کہ تم نے ان کے لیے اسے اجتہاد کیا۔“ کچھ دیر بعد صانع جانے لگا، چوہدری صاحب کے لیے صدارت پر بھی وہ کھانا پر رکھنے کو فرما دیا۔ وہ ان کو صانع کچھی بنوں میں بہت عزیز ہو گیا تھا۔ وہ ان کو اس سے ملنے لگے تھے۔

اپنے کمرے کی کھلی کڑی میں کوئی خندہ خود سے ملنے لگی اور ہوتے اس شخص کو دیکھنے لگی جیہاں کے بے حد قریب ہو گیا تھا۔

زمن پر معذرتی سے قدم جھا کر چلا وہ شخص فاصلہ بڑھا جاتا چارپائی پر۔ اس کا ہر اہتمام خود کو اپنے دل پر نہایت محسوس ہو رہا تھا۔ اس کی عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی۔

☆☆☆

صانع کے روحانی علاج کے چمچے اب کارخانے کے مزدوروں تک ہی محدود نہ رہے تھے بلکہ گاؤں کے سادہ لوح کیڑوں تک پہنچے۔

مہینہ مارچ 2018ء

چاہتی تھی۔ مجھے یوں قید نہ کر میرے مالک۔ مجھے رہائی دلا دے۔“ وہ ساری رات اس نے روتے ہوئے گزار دی تھی۔

☆☆☆

ہر گھر کے بچے چارپائی پر لیٹا وہ آسمان کی وسعتوں کو کھینچ رہا تھا۔ رات کی مخصوص خاموشی اور سنانے میں کبھی کبھار کتے کے بھونکنے کی آواز دور سے سنائی دے جاتی۔ یا پھر جیتگر اور بیکس اپنی اپنی راستی گاتے۔ سیاہ آسمان پر جا بجا فضا سے ستارے پھلنے پھلنے لگے رہے تھے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا سے ہلنے پتے باحول میں عجیب سی دلکشی کا باعث بن رہے تھے۔

خدا کے پیدا کردہ خوب صورت مناظر کو کتنے اسے تیز آتے تھے۔ یہی تھی کہ کوئی کرنا تھا وہاں سے اس کے پاس آ بیٹھا تھا۔

اس نے آنکھیں سے نو اور دو دیکھا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔

”کیا ہوا رہی؟“ اس نے تشویش سے سر پکڑ کر کہا۔

”اسے ایک سحر میں زور کار دو رہا ہے۔“ اس نے بہ مشکل صانع کو جواب دیا۔

”تم کوئی درد لاتی؟“

”ہاں لی تھی۔“ پر کچھ خاص فرقی نہیں پڑا۔

اس نے زور سے دہرایا۔

”اچھا تم یہاں لیٹ جاؤ، میں کچھ قرآنی آیات کا درد کرتا ہوں، انشاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا۔“ اس نے لیٹے کو اپنی چارپائی پر لٹایا اور اس کا سر دبا لگا۔ کچھ دیر تک وہ زور بربہتا رہا پھر فیتے پر چوک کر دم لگا۔ صانع نے دیکھا کہ اس کی دیر میں وہ گہری نیند سوچا تھا۔ صانع کو بھی اُدھڑ آ گئی تھی، اس نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی اور ایک چارپائی خالی تھی جو نہ لٹائی تھی۔

وہ وہیں جا کر لیٹ گیا۔ درد شریف کا درد کرتے کرتے جانے دہ سوچنا تھا۔

وہ اسے آواز دے کر کھڑا کر دیا جتنی تھی مگر مشورہ تھا زیادہ قہار کہ جتنا اونچی آواز میں بولتی اس شور میں اس کی آواز دہ جاتی، سرخ آندھی اتنی تیز تھی کہ اس کے بال، اس کا دوپٹا، سب ہوا کی زیادتی سے بے قابو ہوا جا رہا تھا۔

اور وہ شخص قہار کھل سے چلا چلا جا رہا تھا۔ آندھی کی زد میں صرف وہ خوب صورت لکھی، جتنی، چلتی لڑکی تھی۔ وہ اس شخص کے مقابل میں دوپٹا اور بھاگ رہی تھی مگر وہ شخص قہار کی بل، بل اس سے دور ہوتا چارپا تھا۔ وہ اسے دوپٹے سے الجھتی، زمین پر گر پڑی۔ ٹپک اس کی آنکھوں کی نواسی دھڑکی کے مانند چل رہی تھی۔ پشائی پر بیٹنے کے نینے، نینے قطرے نمودار ہو گئے تھے۔ کچھ لیٹا وہ اندر میرے میں آگئیں پھاڑ، پھاڑ کر دھکیلتی رہی ہے جیسے کچھ کچھ تھوڑا ہوا کہ یہ خواب تھا یا حقیقت۔ کچھ دیر بعد اسے کچھ تھوڑا آ گیا کہ وہ اپنے کمرے میں موجود ہے اور یہ ایک خواب تھا۔ ڈراؤنا خواب۔ جو اس نے گہری نیند کی حالت میں دیکھا تھا۔ اس نے جیسے تھک کر بیدار گاؤں سے ایک لڑکا آگئیں سوئے۔

”کیسی بے بسی میرے ہوتے ہوئے بچھے؟ جتنا میں اس شخص سے بچھڑا رہا تھا جتنی ہوں، وہ مسلسل میری سوچوں میں۔ میرے دل میں۔ میری آنکھوں میں بیٹنے لگا ہے۔ جتنی کہ میرے ذہن سے اس کا خیال نہیں لگتا، میں اسے سوچتا ہوں جتنی کہ وہ مسلسل میری سوچ میں در آتا ہے۔ میں ایک اہم عمر شخص کو سوچتی رہتی ہوں، یہاں تک کہ اب وہ میرے خوابوں میں ہی آئے لگے۔ میں اس کو دیکھتی، اپنی ذات میں مگر اسے خبری لڑکی تھی پھر یہ کیا ہو رہا ہے مجھے؟“ وہ اپنے آپ سے اُدھڑ رہی تھی۔

”میرا دل پلٹ دے اللہ۔! اچھ میں اس گناہ کا بوجھ اٹھانے کا یار نہیں، مجھے معاف کر دے۔ میرے دل کو پہلے جیسا خالص اور کور۔ کورے۔ میں کسی تاہم کو سوچتا نہیں

”ابھی خبر! کوئی مجھے ہونے لگا ہے۔“ نادان دل خوش ہنم ہوا تھا۔

طویل روٹ کے اختتام پر اس کے نازک سلیپر ترتیب سے ایک ساتھ رکھے تھے۔

صالح نے آگے بڑھ کر سلیپر اٹھائے اور خندہ کے قدموں میں دکھ دیے۔ خندہ نے ایک گہری سانس لی۔ اور جھک کر پاؤں میں پینے کے بجائے ہاتھوں میں اٹھ لیے۔

صالح نے اس کی یہ حرکت دیکھ لی تھی۔ مگر کچھ کہ نہیں۔

”یہ عشق کی تعظیم ہے، عشق کے قدموں کے نشانات پر عاشق کا چنل مہین کر چنا، عشق کی... بے توقیری ہے، کم از کم میں بے بے توقیری براہ راست نہیں کر سکتی۔“ وہ صرف سوچ ہی کر گئی۔

صالح نے کچھ پر پچھا، خندہ نے وضاحت کی، دونوں پھر سے خاموش چپ چاپ اپنے رستے چلنے لگے۔

ڈوٹا سورج، زمین سے جدا کی یاداں میں اسے دھیرے، دھیرے اندھیروں کے سہرے درگاہ تھا۔ ہر سوراخ کی تاریکی چیلنے لگی۔ وہ خواب کی سی کیفیت میں اس کے پیچھے چل رہی تھی دور نہیں سے نشا میں اذان کی آوازیں خاموشی کا سینہ چرے نکلیں۔ چاروں طرف مہرے سے ڈھکی، سرخ اینٹوں والی حویلی، سامنے بڑی شان سے اکھڑی ہوئی۔

خوش نما خواب نوٹ چکا تھا، وہ منزل پر پہنچ گئی تھی۔ خندہ بڑا آہستہ گھبرا کر گئی کہ کدھار کی آواز نے اس کے پیچھے بڑھے۔

”بی بی! آئندہ مھر سے لٹے ہوئے احتیاط کیجیے گا۔ اگلا بندہ بڑا گروہ ہوتا ہے اور عورت کو بھر بھرت احتیاط کرنی پڑتی ہے، امید ہے آپ میری بات سمجھتی ہوں گی۔“ مناسب الفاظ و انداز اس کیجئے وہ لمب کر اپنے رستے چل پڑا اس کی پشت پر نظر نہیں جاتے.... بے خودی کی مکرری خندہ کے دل میں اس شخص کی قدردانی

اور اٹھائی تھیں۔ گھبراہٹ کھلے، پر خزن چہرے پر، بڑی بڑی گہری سیاہ مہرے میں جو لاپ اپنی ہے کسی پر آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔ چھوٹی سی ستوں کی صورت ناک، جس پر دھکی لوگ اس کی دھکی اور بڑھا رہا تھا۔ سٹائی کپکپاتے ہوئے، جس کی رکت درنے کی وجہ سے اور بھی گہری اور نمایاں ہو گئی تھی.... بلاشبہ وہ غیر معمولی حسن کی مالک تھی۔

”یہ حسین دھوکے کے ذریعے اس کی دھکی تھی۔“ میری منزل کوئی اور ہے میں جس راہ کا مسافر ہوں، وہاں کسی ایسی (حسین) خطا کی گنجائش نہیں۔ ہاں زن، زہر، زمین.... میں سے کوئی بھی ایک چیز میرا حصول نہیں۔ میرا مقصد حیات نہیں۔ مجھ سے یہ ساری چیزیں خالی ہیں۔ اور مجھے جانتی نہیں۔۔۔ لائی ذات کی تلاش ہے۔ مجھے مرقا ذات کی جستجو ہے۔ منزل کے استے قریب پہنچ کر میرے قدم کمرور نہیں پڑنے چاہئیں۔ ان ”آزائشوں“ سے گزر کر رہی میں منزل تک سرخو ہو کر پہنچ سکتا ہوں۔“ اس نے دل میں کئی کئی۔ اور اس ایک لمبی کی بھول کے لیے دل میں اللہ سے توبہ طلب کی گئی۔

”آئیں بی بی! میں آپ کو حویلی چھوڑ کر آؤں۔“ وہ اٹھتے ہوئے آہستہ سے گویا تھا۔ خندہ نے چہرے پر تھپ لیا اور کھڑی ہو گئی۔ سیاہ عیابا کر سے اٹ چکا تھا۔ اس نے ہمایا سے گرد ہماڑی۔ صالح کی نظر اس کے چہروں پر پڑی، وہ دیکھ کر ہنسی میں مگر کھڑی تھی۔ وہ خاموشی سے ہٹ کر اس کے آگے بڑھا۔

خندہ لٹے پر اس کے قدموں کے نشانوں پر قدم دھرتی اس کے پیچھے سر بھٹا لے چلی گئی۔ خاموشی دیر وہ اس طویل سیدھے رستے پر خاموشی سے چلتے رہے۔ کچھ دنوں کا سلسلہ تم ہونے کا تو صالح رک گیا۔ خندہ بھی اس کی تعہد میں رک کر اس کی چوڑی پشت کا سمجھ سے دیکھنے لگی۔

تو ایتنا ہو چکی تھی۔ صالح نے شور کی آواز پر مڑ کر دیکھا۔ ہمایا میں پسینوں رواز قدر اس کی طرف بھاگی ہوئی آ رہی تھی۔ وہ روتے ہوئے اسے اردو کے لیے پکار رہی تھی۔

صالح نے اس کے پیچھے دوڑے مگر کبھی دیکھ لیا تھا۔ وہ دھیرے سے اس شخص کی جانب بڑھا، شاہی کوئی پائل تھا۔ صالح کو دیکھ کر ڈرتے ہوئے وہ دوسری سمت بھاگ گیا۔

اس نے مڑ کر دیکھا، وہ زمین پر پٹی در رہی تھی۔ وہ دھیرے، دھیرے قدم بڑھا تا، اس کے سامنے آکر دوڑا چلے گیا۔

یوں کے سورج کا زرد دھال اب خندہ کی پشت پر تھا۔ سورج کی کرنیں براہ راست اس شخص کے وجود اور چہرے پر پڑ رہی تھیں۔ اس کی ہنسی دھکی رکت، شہد رکتا تھیں اور انھوں کے سر کے پیچھے سے شاہی گئے تھے۔ سورج کی کرنوں سے اور بھی نمایاں ہو رہے تھے۔ پیچھے کسی ماہر رسمہ ساز نے سونے کا پانی چڑھا کر کوئی خوب صورت شاہکار منہری مجسمہ بنا دیا ہو۔

خندہ نے آنسو پیچھے کو اپنا ہاتھ بڑھا یا، تھپ کا پلو دوڑا دھال اوچکا تھا، اٹھ کر اٹھیں میں ہونے سے ڈھک گیا۔ اس وقت وہ کچھ سوچنے کے بجائے مصالحت میں نہیں تھی۔ ایک جیب سا رخ، گھبراہٹ اور ہمتی نے اسے جکڑ لیا تھا۔

”بی بی!.... ایک ٹھک تو ہیں؟“ خاموشی کے طویل و گتے کدھار کی دھکی مگر بھاری آواز نے توڑا۔ ”ٹھیک ہی تو نہیں ہوں۔“ میری روح، میرا دل، میرا جسد کا سب دھکی ہو چکا ہے، کسی بے کسی ہے، میں جان بھی نہیں کر سکتی۔ چوہدری میرا جرم کی لاڈلی بیٹی اتنی لاجاری کی کیفیت میں تھا ایک ایسی شخص کے سامنے بے تھاب ہو گئی ہے، اس سے بڑی شرمندگی اور کیا ہو گی؟ اس میں میرے لیے سو اناں روح ہے، میں کتنی تکلیف میں ہوں۔ اس کا اعتراف کوئی نہیں کر سکتا۔“ اس کی خاموشی پر صالح نے بیٹی نظریں

اس نے نیچے گھڑی کی طرف دیکھا۔ کبھی مٹی پر اس کے قدموں کے نشان واضح دکھائی دے رہے تھے۔

اس نے اپنے خوب صورت نازک سلیپر وہیں اتارے اور گتے پاؤں ان نشانات پر اپنے کپڑے سے سفید نازک پیر دھری ٹیکہ روی سے اس شخص کے نقاب میں چلنے لگی۔ سامنے سورج کے ڈوٹے زرد قہار کا راستہ اس شخص کی چوڑی پشت سے لوگ لیا تھا۔ یوں کر اگر وہ منظر سے بچا تو خندہ کا پورا وجود اور چہرہ منہری کرنوں میں نہا جاتا۔

سورج کی آخری زرد کر دھکی، اس شخص کے اطراف سے کھل کر کھینچ کر کھنکھرتی تھیں۔

خندہ پیچھے خواب میں سے بیدار ہو چکی تھی۔ وہ انجان و مصمم شخص اس ہاتھ سے بے خبر کر گیا۔ سیدہ کے چہرہ چلا جا رہا تھا کہ ایک پوٹائی کی ٹکڑی اس کے عشق کے صحرا میں گتے پاؤں اس کے قرب کے سراب کے پیچھے بھگان ہو رہی ہے۔ ان کے درمیان کچھ ہی فاصلہ رہ گیا تھا کہ اپنا کب خندہ کے دائیں طرف سے تیزی سے آتے شخص نے اسے جکڑنا چاہا۔ وہ اس اپنا کب ملے کے لیے تیار نہیں تھی۔ لڑکھار کر رہ گئی۔

”کہاں جلی ملی گی حسین تم؟ میں نے نہیں کتنا دھیرے۔ تم چھوڑ کر چلی گئی۔“ خندہ نے پوری قوت متحیر کر کے دوڑ لگادی۔ وہ شخص اس کے پیچھے بولتا تیزی سے چلا آ رہا تھا۔

”کہاں چلی جانی ہو تم؟ اب میں نہیں نہیں جانے دوں گا۔“ نہیں تم.... وہ نتیجہ لگاتا زور، زور سے بولتا آ رہا تھا۔ خندہ روتے ہوئے بھاگتی جا رہی تھی۔

اس شخص نے اسے کہیں کا نہ چھوڑا تھا، آج زندگی میں یہ خاتمہ ہی تھا کہ ماہر و خندہ بی بی کی شخص سے پاؤں کی طرح بھاگتی اپنی عزت بجا رہی تھی۔ اس کے لیے ڈوب جانے کا مقام تھا.... اب

کرمرا اودان تیرے وجود کو ایک چمکتی سی تصویر بن گیا.....

میری روح میں تابدہ نجوم ہیں
جنتیں چند بے شوق رات کو بکھیرتا ہے
اور دوسرے صبح کو سب لیتے ہیں
اور میرے دل میں ایک جائے صوفناں ہے
جو میرے خوابوں کے جلوں کو نمانا کر دیتا ہے
میری بیداروں میں ایک خاموشی ہے
جو مجھ پر اسرار عشاق کشف کرتی
اور عابدوں کی دعاؤں کو گہرائی ہے
اور میرے سر کے چادوں طرف ایک طلسمی
قلاف تاقا ہوا ہے

بے حسرتے والوں کی خرافات پارہ، پارہ کرتی ہے
اور شاہدوں کے نئے نئے ہیں۔
اس کی غزلی نازک انگلیوں سے قلم پھل کر گر
پڑا اور وہ چھوٹ، چھوٹ کر رونے لگی۔
کھلی کھلی سے نظر آتے، کشادہ آسمان پر چمکتے
ستارے اور پورا چودھویں کا چاند، رات کے آدھے
پہر اس روتی ہوئی خوب صورت سی لڑکی کو دکھ سے روتا
دیکھتے رہے کہ عشق کے ماروں کو آتسو ہی تجھے
میں لے لیں۔

☆☆☆☆

صالح حویلی کے مہمان خانے میں چوہدری
عمر احمد کے سامنے بیٹھا تھا۔ چوہدری صاحب بہت
محبت و دانائیت سے اس سے جو گفتگو تھے۔ خود سے ہی
عرسے میں آئیں وہ بہت عزیز ہو گیا تھا۔ چوہدری صاحب کی
فصاحت بھی اتنی آکڑی کہ چوہدری صاحب نے ایک بار ازل لیتا
اس کے عرس سے آواز نہ ہوا تا باوجود اس کی کم گوئی کہ
سجیڑی کے..... عشاق کی فراخ دہی پر چوہدری
عمر کا سامنا راستے میں صالح سے ہوا تو وہ بعد اصرار
اسے گھر لے آئے تھے۔

ہاتوں کے دوران چوہدری صاحب نے محسوس
کیا اس کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔ اس کی
افسوس فروری 2018ء

ہے۔ وہ محسوس جسے میں جانتی تھی نہیں..... وہ کہاں کا
ہاں ہے؟ کس حسب لب کا ہے؟ اس کے ماں، باپ
کون ہیں؟ ان ساری باتوں سے بے نیاز..... میں
پہرہوں اسے سوچتی ہوں، وہ بے خبر..... اسے تو معلوم
نہی نہ ہوگا کہ عشق نامی یا کھلی لڑکی اس بستی رات
کے حصارے میں قلم قماے، آتسوئیں میں بیکے الفاظ
اس کے نام کر رہی ہے، کتنا مصعوم..... تاتے ہے خبر ہے
وہ..... کوئی بل، بل اس کے عشق میں مر رہا ہے گھر سے۔
خبری نہیں..... میں بے بسی کی اچھار ہوں..... گھر اس
کے سامنے کسی اعتراف نہیں کر دلیں گی چاہے اس کے
عشق میں سنگ، سنگ کر رکھا ہو جائوں..... مگر زبان سے
اعتراف نہیں کر دلیں گی۔

میری نظر میں عشق اسی کا نام ہے، بے فرض، ہر
بات سے بے نیاز، نہ کہنے، نہ خریدنے، آتش عشق میں جل
جانا مگر دوسرے کو خبر تک نہ دینا۔ وہ آج جو عاشق کے
تن میں لپکتی رہتی ہے، وہ عشوق کے دل تک رسائی
حاصل کر لیتی ہے، اسے خبر دار کر دیتی ہے مگر عاشق کا
سچا وہ نہیں ہے کہ وہ خود سے زبان نہ کھولے، اعتراف
نہ کرے، اپنی زبان سے خود بے خبر نہ دے، دوسرے کو
خبر دار کرے کہ آتش عشق کی وہ آج ہی کاٹی ہے۔ یہی
عشق کی سرانجام ہے۔ یہی چاشنی ہے۔ اس نے کھینچ
لکھتے گھر میں ماس ماری۔

”میں بھراں کہتا ہے، شب بھر صاحب گھلا ہے
تو درگزر دیکھ لیتا ہوں، اسے، اس گھر نہ چلے تو پروا نہ
کہاں سے آئیں؟ ہر شے کا کچھ آغاز ہی ہوتا ہے تو
اجاب میں بھی لگاؤ کی گاہ کی جاتی ہے۔ اس نے
مجھے اس کی یہ حکم بہت پسند ہے، اس نے
محبت لکھا ہے مگر میں عشق کا لفظ استعمال کر دلیں گی
کیونکہ میں عشق کی ڈی ہوئی ہوں۔“ اس کی خوب
صورت آگے سے کسو پھیلا اور ڈانڑی کے ورق پر
گرا، لفظ کو پھیلا گیا تھا۔

”میں نے تجھ سے (محبت کی) عشق کیا.....
انتظار یاد اور مگر عشق.....

مجھے جس سکون و تسکین کی تلاش تھی آج وہ تلاش ختم ہوئی،
آپ کے قرب میں تنگدستی میں ایسا کچھ ہے جو بندے کو
بدل کر رکھ دے..... آج اس لیے میں مکمل ہو گئی
ہوں..... مجھے اپنے جینے کا جواز مل گیا ہے..... آپ کی
بے حد محبتوں میں، شکر ہے..... ایک انجانی خوشی
جانے کے احساس سے اس کا چہرہ دکھنے لگا تھا۔ وہ
کھڑی ہوئی۔

”ایک افسانہ میں، اپنا نام بتانا تو میں بھول ہی
گئی۔ مجھے تبدیل آندہ کی کہتے ہیں۔“ وہ خوش دلی سے
اپنا تعارف کروانے لگی۔
”اور آپ؟“ وہ پوچھ رہی۔

”صالح ملیان.....“ وہ ہنوز نظریں پٹکتی ہے،
آہستگی سے بولا۔ تبدیل نے محسوس کیا کہ اس کے
یہاں آنے تک، وہ دہائی تک، اس شخص کے
نظر میں نہیں اٹھائی تھیں، نہ تبدیل کی سمت دیکھا تھا۔ نہ
ارادی نظر اور نہ غیر ارادی نظر..... وہ اس کی شخصیت
سے بے حد مرعوب ہو گئی۔

”یہ ملاقات، بلاشبہ تبدیل کی زندگی کی الومگی،
یا دیگر اور خود بخود راز میں ملاقات تھی۔“

☆☆☆☆

رات کی تاریکی ہر سو پھیل چکی تھی۔ ہر ذری
روح زندگی آغوش میں سر دیکھے، خبر سرور ہا تھا۔ وہ
اپنی ہزاروں ہنگامہ سازوں کی باتیں کرنا پناہ جو کھاتا
رہی تھی۔

اپنی مہربان اور بہترین کھلی، اپنی ڈانڑی سے
جس میں اس نے صالح سے ہونے والی پہلی
ملاقات سے اس نے تک ہونے والی ہر بات، ہر
چیز سمجھ لی تھی۔ وہ باتیں، جو وہ خود اپنے آپ سے بھی
نہ کہہ پاتی تھی۔

وہ سارے اعتراف آتسوئوں میں ڈوبے
چند باتیں گفتگو رہی، رات کی کچھ، نظر، ہلکتی رہی۔
”جانے کیوں؟ تکلیف میں ہوں..... مگر کچھ
مجھے ہیں اس کے عشق میں بل لے سکتا، چھانٹتا

تیرے کرنے کا فائدہ..... صرف وقت کا زیاں.....
ارادہ مضبوط ہو تو سب کچھ خود بخود برآسانی ہوتا چلا
جاتا ہے۔“ صالح کی مضبوط دلیل نے اس کے خوف
کو سہارا دیا۔
”کیا میرے لیے اس راہ پر چلنا آسان
ہوگا؟“ اس کے دل میں خدشے نے پھر رمارمارا۔

”وہ اتفاقاً غامض رہا،
ایک دفعہ اجڑے ہیں، مغرب آدھی کے دل میں،
کسی کوئے کھدرے میں دولت کی محبت، آسائش کی
محبت..... روشن مستقبل کی خواہش چھپی ہوئی ہے۔ وہ
اس کے اوپر غلاف چڑھاتا ہے لیکن یہ چور لکھا
نہیں..... کھینچ دلیں میں جس بدل کر کھڑے جاتا ہے غریب
عموماً باہر میں کر بیٹھا جاتا ہے، آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اصل
بات دل سے آرزو دکھانا ہے، امیر کا امیر سے دل پر ہوا،
چٹکا ہے، غریب کے دل میں اسی ہوں ہوتی ہیں،
حاصل کرنے کی۔“ کچھ بل خاموشی کی نذر ہوئے۔

”اور مگر کہتے ہیں۔ ہر بڑی جدلی کوئی واقعہ نہیں
ہوتی، حادثہ نہیں ہوتی بلکہ گہری ہوئی سوچ ہوتی ہے،
قلب میں..... روح میں بھر اس کے راستے میں جو
آئے تو پھوٹ جاتا ہے۔ رات کی تنہائی اور خاموشی
میں فیصلہ آسان ہوا جاتا ہے، آج رات خشنہ دل و
دماغ سے سب باتیں ڈہرائیں..... مگر جس بات بدل
ملتیوں وراثی ہوا اس پر عمل کرتا..... پر اس راستے پر
قدم دھرنے سے پہلے دل کی مرضی معلوم کرنی پڑتی
ہے۔“ سکون و دانائیت کی لہریں تھیں، جو اس کے اندر
موجزن تھی۔

اس کو پناہ اپنی بل، ”پے“ کے مانند چھوٹا محسوس
ہو رہا تھا۔ آج میں جگہ چھپتی ہوں، مجھے لکھا رہا تھا
لا ہے، میں بے حد خوش ہوں، بے حساب۔ اس نے
طمینان سے بوجھا۔

”مجھے جیسا باتونی لڑکی کے پاس الفاظ قسم ہو چکے
ہیں، یہاں اس مقام پر آ کر میرے پاس الفاظ نہیں؟
کچھ نہیں آ رہا ان الفاظ میں آپ کی تعریف کروں؟

دیران کر گیا۔ منہ کی دکھائی یک دم ختم ہو گئی تھی۔
وہ سرے سرے قدموں سے ہانپنے کی سمت چلی آئی۔

☆☆☆

دن تیزی سے گزرتے چلے جا رہے تھے۔ آج بھی معمول کی طرح وہ اسے کھانا دینے آئی تھی۔ اس کی صحت روز بروز گرتی جا رہی تھی۔ وہ کسی سے کچھ نہیں کہتی، شوق کا روگ، اس کا تن و دیکھ کے مانند چاٹ رہا تھا۔

اس کی ذات قطرہ، قطرہ، شوق کے سمندر میں پھل کر بہہ رہی تھی۔ اس نے ہرگز کے سمندر و خست کی طرف دیکھا۔ صابغ کے پاس ایک خوش خلق سی لڑکی اس سے باتوں میں لگی۔

وہ ہمیشہ کی طرح منسوب بیٹھا تھا، البتہ وہ لڑکی خاصی پرستار ہوئے کھلف لگی رہی تھی۔

تقابہ سے اس نے زیادہ دیر کھڑا نہیں ہوا جا رہا تھا۔ اس نے پاس سے گزرتے کسی حور کو روک کر کھانا صابغ تک پہنچایا اور حور کی طرف چلتے رستے پر قدم ہار لیے۔

آج اس کے دل نے بیرون خالی ہونے کے بہانے لکڑے ہو کر صابغ کو دیکھنے کی جسارت بھی نہیں کی تھی۔

حور کی بیچ کراہتے کر رہے میں جانے کے بہانے وہ محض میں بیچے تخت پر ہی گرنے کے سے اعزاز میں ٹھک کر بیٹھ گئی۔

اس نے چہرے پر سے نقاب ہٹایا اور ہانپتے ہوئے جھک کر دلوں ہاتھوں سے تخت کے کنارے سے مٹیوں سے قہام لیے۔

سامنے سے آئی ماں جی نے اس کی یہ حالت دیکھ کر بدل کر دل تھا۔

”خند ہمیری دمی کیا ہوا ہے؟ طبیعت تو نمیک ہے پتھر؟“ سادہ دل ماں جی انھوں نے اودا کی یہ حالت دیکھ کر پریشان ہو گئیں۔

”میں..... میں..... نمیک ہوں ماں جی۔“ وہ

ہانپتی ہوئی تھاموا دھانسوں کے درمیان بہ شکل بولی۔
”کیا نمیک ہو؟ برسوں کی تیار نگ رہی ہو..... بکتا میں نے کہا کہ شہر جا کر کسی اچھے ڈاکٹر کو دکھاتے ہیں پھر بھاری خند..... بکتی کر دھڑک رہی ہو، کھلتے کھاب کی میری بیٹی، اب دیکھو کیسے مر رہا کر دھکی ہے۔“ غلط سی خند کا سراپا بننے سے لگتی اس سی تکلیف کی شدت سے رو پڑی تھی۔
کئی لمحے خاموشی سے گزر گئے۔

ماں جی نے آواز دوڑی رہیں، جب کا دل و بیت مٹی اور خند کے جسم میں کوئی حرکت نہ ہوئی تو ماں جی کا دل زور سے دھڑکا..... اچانکے غصے کے تحت انہوں نے منہ پر خند سے لگ کر ناک چاٹا۔

وہ کسی سے جان ہی مڑ گیا کہ مانند ان کی گود میں آ رہی..... ان کی بے ساختہ چیخ نغا میں بلند ہوئی تھی۔

☆☆☆

صابغ کے ساتھ اب وہاں کے حور و زجر کے علاوہ کسی چار و قوت کی بھی نمازیں ہا قاعدہ کی پر پڑنے لگے تھے۔

وہ نماز کے لیے کھڑا ہوتا تو بیچے نمازیوں کی قطار بن جاتی۔ کچھ کسمپرسی اور تھکاوٹ کے مارے، مزدور نماز میں دھیمی نہ ہونے کے باعث اپنے، اپنے کاموں میں مگن رہتے۔

آج جبکہ دن تھا، کوئی وضو کر رہا تھا، کوئی کھانا کھا رہا تھا، کوئی لیٹا ہوا تھا اور کوئی اپنے کام صحنہ میں لگا ہوا تھا۔ صابغ ان سب سے مخاطب ہوا۔

”بھٹے کے دلوں میں بیٹھے کے دن کو بڑی فضیلت حاصل ہے، اس دن کو سید الہام بیٹی دلوں کا سردار قرار دیا گیا ہے۔“ سارے لوگ اپنی، اپنی مصروفیات چھوڑ کر صابغ کے گرد جمع ہو گئے۔ ان سادہ لوح لوگوں کو کسی اور اجنبی کی ضرورت تھی جو انہیں دین کے علم سے روشناس کرواتا، وہ اس کی تقلید میں چل پڑتے، ان کی مثال اس ریوڑ کے سانڈی جن کا مالک

انہیں جس لامبی سے جس رستے ہانکتا، وہ ہے خبر اس کی راہنمائی میں چلتے جاتے۔
”قرآن پاک کی ایک آیت کا ترجمہ ہے۔“
”اے مومنو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اٹھا جاؤ تو اللہ کی یاد کی طرف دوڑ دو اور خرید و فروخت ترک کر دو۔“

اور نماز جمعہ کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ جس کے ہاتوں جمعہ کی نماز کے لیے جاتے ہوئے غبار آلود ہو گئے، اللہ تعالیٰ اس پر دو روز کی آگ حرام کر دے گا۔“
اس دھیمی و بے سکون آواز نے سب کو کمر زورہ کر دیا تھا۔ انکا بیچ ہونے کے باوجود، ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ کہتے ہیں، جو بات دل سے کہی جائے وہ اثر رکھتی ہے، ان لوگوں پر بھی صابغ کی بات نے بڑا اثر ڈال دیا تھا۔

سارے لوگ تیار ہو کر نماز کے لیے قطار باندھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ نمازیوں کی تعداد دیکھ کر صابغ کے تراشیدہ بالوں پر کسرا ہوا دوڑ گئی۔

یوں جیسے بادلوں کی اوٹ سے کچھ بھر گیا تھا۔
اتنے سرے میں یہ پہلی بار تھا کہ سکرایا تھا۔

☆☆☆

”سہتا ہی کہا تھا کہ شہر کی اچھے ڈاکٹر کو کھانا دیتے ہیں لیکن نہیں، دونوں باپ، بیٹی نے ہماری بات نہ ماننے کی قسم کھا کر رکھی تھی۔ نتیجہ دیکھ لو؟“ ماں جی پریشان ہیں، چوہدری صاحب سے جھگڑنے لگی ہیں۔
وہ خاموش، کسمپرسی سے گہری سوچ میں گئے۔ وہ کیا کرتے، لاڈلی بیٹی کی خند کے آگے بے بس تھے۔ چوہدری صاحب اور ماں جی، اس کی پیٹنگ کے پاس پریشان و گھبراندہ بیٹھے تھے۔

خند کسی سے جان مروے کی طرح بے سمدہ بڑی تھی۔ تازہ کھاب کا سا سن رینگے والی بے انتہا خندیں صورت خند کا رنگ چٹا زور دے رہا تھا..... اور بونٹ بالکل سیاہ.....

میدان عشق صوفیانہ

جوان شاداب کی بیٹی کی یہ رسالت دیکھ کر چوہدری صاحب کے دل سے آہ نکلی تھی۔
حور کی ہے چہرہ پر نمک خاموش تھے۔
ملازمین کی اچھی خاصی تعداد ہونے کے باوجود چوہدری کی نغاسو سوار تھی۔ پروین ایک سمت سجھی رو رہی تھی۔

خند نے ان تین دلوں میں اس سے صرف ایک بات کی تھی۔

”ہمیری لاڈلی کو کھانا دینا، وہ ہمیری ہمارا دھنگار ہے، میں نہیں چاہتی، ہمارا لاڈل کی جان لے۔“
چوہدری صاحب نے آواز بلند، سورہہ تین کی تلاوت شروع کی..... ماں جی نے دل کر ان کی طرف دیکھا تھا۔ وہ ایک کے بعد ایک آیت پڑھتے چلے گئے۔ خند کی پیدائش سے آج اس لمحے تک اس کی ہر بات، ہر حرکت، ہر خند، ہر ہراس، کئی قسم کی صورت ان کے سامنے آئی رہی۔ انھوں کی لڑائی انھوں سے پہل، پہل کر ان کی داڑھی میں جذب ہو رہی تھیں۔

”میں..... مجھے..... معاف.....“
”کک..... کر دو..... بیچے..... گا۔“ یہ مشکل لفظ اس کے لبوں سے پھسلے تھے۔

”گھبراؤ نہیں بیٹی، تم بالکل نمیک ہو جاؤ گی۔“ اللہ تعالیٰ ان کی ماں میں لرگے۔ ”ماں جی اسے لے کر دینے روئے نکلیں۔“

چوہدری صاحب سختی در سے بلند آواز میں تلاوت کر رہے تھے۔ انہوں نے رک کر کس قدر ضبط سے آخری سطر پڑھنا ہوئی، بے دمی ہی کو دیکھا تھا۔ وہ سورہہ کی آخری آیت پڑھتے چلے گئے۔

خند کی کندھوں کی تم آٹھوں نے بڑا آخری صورت دیکھی تھی وہ صابغ کی تھی۔
جو تھکا ہوا لکڑے سے اودا کھد رہا تھا۔

اسی سے زیادہ سختی کی بات اس کے لیے کیا ہو سکتی تھی کہ وہ شخص جس کے عشق کی گہرائی میں ڈوب کر وہ ختم ہو رہی تھی، وقت رخصت اسے اودا کھنے کی آقا

پیشین ملتان

☆ بک اسٹال کا نام جہاں پر چ دستیاب نہ ہو۔
☆ شہر اور علاقے کا نام۔
☆ ممکن ہو تو بک اسٹال کا PTCL یا موبائل نمبر۔

سپیس جاسوسی پالیگز، سرگزشت
C-263: انکسپشن انٹرنیشنل انڈیا، انڈیا، انڈیا، انڈیا
مندرجہ ذیل فون نمبروں پر بھی رابطہ کر سکتے ہیں
35802552-35386783-35804200
ای میل: jdpgroup@hotmail.com

”تمن دن سوگ کی اجازت ہے شرع میں.....“

”یہ آپ نے مجھے کس مشکل میں ڈال دیا ہے،
منہ لی لی! میں بد نصیب کا نام آج پہلی بار اس کے لیے

وہ اس کے لیے گھات لگائی، سزا دے کر ہی مضبوطی
کھائیں۔ چٹائی معصوم بڑی لڑکی.....
اس کے اندر ایک طوفان برپا تھا مگر وہ خود کو
سب سے کم سنوں ظاہر کرتا تھا۔ اس کا یہ جوان، خوب صورت
گلاب سا وجود خاک کے سپرد کیے جانے کے لائق تو
نہ تھا..... تو اس کے خوشامیسنے کے دن تھے۔

زمینوں کے کسی معاملے میں اقتدار بے دخلت نہیں رکھتا چاہتا۔ آپ جو کہیں گے، ایک بننے کی طرح آپ کی معاونت کروں گا۔ جہاں تک حویلی کا بننا بننے کی بات ہے تو میں نے مان لیتا ہوں۔ اور زمینوں کو کارخانے میں کام کرتے رہنا چاہتا ہوں، ان مزدوروں کے ساتھ بوجھ اٹھانے میں نے اپنا اصل اپنی ذات پہنچائی ہے، میں ان لوگوں سے وابستہ رہنا چاہتا ہوں، اپنی اوقات بھولنا نہیں چاہتا، مجھے وہاں ہر جگہ کے پتھر سے کون سا کھانا ہے، مجھے وہاں جانے یا رہنے سے شرم کا جائے، میں آزاد افسانہ بندہ ہوں، مجھ سے میری آزادی مت چھینے گا۔ اس گاؤں کے ٹیکسوں اور یہاں کے مزدوروں کے لیے ان کے ساتھ مل کر ان سے وابستہ رہتے ہوئے، میں ان کے لیے جھک کر بنا چاہتا ہوں۔ اور اس سب کے لیے مجھے آپ لوگوں کا ساتھ چاہیے۔ اس کے لیے میں بہت عاجزی کی

چاہتا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ اس کے لیے اسے ساندھ کر آج پڑھتا ہوں۔ ہوتے ہوئے اسے سینے سے لگا چکا۔ وہاں موجود تمام لوگوں کی انجمنیں بیگ کی گئیں۔

☆ ☆ ☆
وہ ان چاروں کو کہاں خانے میں بیٹھا چھوڑ کر بارہ بجے تک میں چلا آیا۔ اس کے ہاتھ میں سرخ بخالی ڈاڑھی تھی۔

"آج آپ کے ٹیبلے سے غصہ بی بی کی روح بہت پرسکون اور خوش ہوگی، آپ نے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے۔ پرین جانے کی سست سے نکل کر اس کے سامنے آئی گئی۔ آج وہ پہلے کے مقابلے میں کافی تسلی ہوئی لگ رہی تھی۔

"ہر کوئی اپنی اپنی جگہ خود کو تسلیاں دے رہا ہے، وہ مصروف لڑائی انہوں نے کی ہے جو تھکے سو رہی ہوگی۔ صابن نے کرب سے انہیں بچا لیں۔

"پرین کی بی بی مجھے انہیں جانے گی؟" اس

کا خون ہے اور آپ ہی کا خون رہے گا۔ اس حویلی کے دروازے بہت اداس و سوگوار ہو گئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں، اس حویلی کو صابن جیسا فرما رہا ہوں اور پاک بانڈھ لے جو اس حویلی اور زمینوں کو حقدار لوگوں پر خرچ کرے۔ مگر انسانیت کی خدمت کرے۔ گاؤں کے ان سادہ لوح لوگوں کی اربابانہ کی کرے۔ میری بی بی زندہ ہوتی تو دوسری بات تھی۔ میں آپ لوگوں سے اچھا کرتا ہوں۔" وہ اداس لہجے میں بول رہے تھے۔

"اسے اس حویلی کا بیٹا بنا دیں۔ اس پر سے گاؤں میں صابن سے زیادہ اس منصب کا حقدار میری نظر میں اور کوئی نہیں۔ بات بہت بڑی ہے مگر اس گاؤں کے مستقبل اور چاروں جالوں کی بھائی ہے۔" چوہدری عمر نے تھامے عاجزی سے اپنا دھما آسان لفظوں میں بیان کر دیا تھا۔ اسنے لوگوں کی موجودگی کو مدعو وہاں عمل

ساتھ چھایا ہوا تھا۔ "میں کوئی اعتراض نہیں، بہت پہلے سے ہم نے اپنا یہ بیٹا ان کی راہ کے چر کر لیا تھا۔ اس کی ہودہ جو فیصلہ کرے گا۔ ہمیں دل و جان سے قول ہوگا۔" لیکن صاحب نے فیصلے کے منتظر چوہدری صاحب کو نہایت سناٹا اور خوب صورت جواب دیا تھا۔

اب سارا بار صابن کے کندھوں پر تھا۔ دووں خواہن خاموش تھیں۔ "آپ میرے بزرگ ہیں، جو بھی فیصلہ آپ نے کیا ہے، سوچ سمجھ کر کیا ہوگا۔ بھلا میں کون ہوتا ہوں انکار کرنے والا۔ لیکن میری ایک عرض ہے اگر قبول کر لی جائے تو میرے لیے آسانی اور خوشی ہوگی۔" منوب بیٹھے صابن نے ان کی سست و ڈالی نظر اٹھا کر دیکھا تھا۔

"بولو بیٹے،" انہوں نے بے قراری سے کہا۔ "منوب بیٹھے صابن ان میں نہیں تھی۔

"آپ کے ہوتے ہوئے میں حویلی کے یا

صابن دھکی مکان لوں پر چائے خاموش سالانہ کے لیے عبت اور بے قراری محسوس کرتا رہا۔ "جہیں دیکھنے کو انجمنیں ترس گئیں۔ میں سمجھتی تھی کہ میرا شہزادوں کی سی آن ہاں والا فرما رہا ہوں، ہمارے بغیر برے حالوں میں ہوگا مگر تمہارے بارہ بچہ کہتے ہیں کہ صابن نے اپنی ذات کو بچان لیا ہے، اب اسے وہ سب کے بچے رہتے رہ جائیں گے۔ پڑا ہے۔ چوہدری صاحب کو کچھ لے۔ اسے اس کا سب انہیں بھولنا۔ وہ اپنے حالوں میں ہوتا ہے، یہ صرف ہم جیسے خاں خیال عتقاد سے دور انسان ہی کی سوچ ہوتی ہے کہ وہ ہمارے بغیر اکیلا ہوگا تکلیف میں ہوگا۔" وہ اپنے والدین سے دیر تک گفتگو کرتا رہا بلکہ ان کو شہزادوں کو کرتا رہا۔

کچھ دیر میں صابن نے چوہدری عمر احمد آئے تھے۔ اس نے ان سے اپنے مال، باپ کا عقاربہ کر دیا۔ وہ ان دونوں سے ٹک رہے بد خوش ہوئے تھے۔

"یہ تو بہت اچھا ہوا کہ آپ دونوں بھی شریف لے آئے، آپ کی چوہدری میں یہ بات کہنا اور بھی آسان اور مناسب ہوگا۔" ان کی ہم بات پر سب نے تاجی کے ساتھ میں ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔ مگر خاموش رہے۔

چوہدری صاحب انہیں حویلی لے آئے تھے۔ وہ چاروں، مال جی سمیت مہمان خانے میں بیٹھے تھے۔ اس میں صابن کو اس کمرے میں بیٹھی وہ بارش ہماری رات یاد آتی تھی۔

"میں چاہتا ہوں صابن، اس حویلی میں میرا بیٹا بن رہا ہے۔ میں اس پر اپنی نیکیت نہیں چھٹا چاہتا اور نہ میرا ایسا کوئی ارادہ ہے۔ یہ حویلی میں ہے اس کے نام کر دی ہے۔ میری بیٹی جو میری لکھتی، وہ ادا والا دھکی۔ اب زندہ نہیں۔ ہمارے بعد ہمارا مال لیا کوئی تو ہونا چاہیے۔ یہ آپ

خواب نہیں۔ وہ اس سے باتیں کر کے کئی تھی اور اسے خبر نہ ہو۔ وہ ہمارے اعتراف و ڈاڑھی کے سینے میں مقید تھے۔ کوٹوالی بارش میں ہر عرف سے آزاد وہ کتنی ہوئی بہت سورت لڑکی۔

اور میرا اس کے پیچھے خورندہ ہلتی وہ اداس لڑکی۔ کیسے وہ انجان شخص، اس کی پٹیلوں کو بیروں میں پینے کے بجائے ہاتھ میں تھامنے پر چڑھا تھا۔ آج بچے تھے۔ اس لڑکی کا سچا عشق تھا۔

آج بچے، اس بچہ، کتنی راتیں اس نے اعتراض کیا کرتا بڑا کہ وہ اس کے عشق کی کمر لے کر خورندہ تھا۔ کتنی اس کی اداس، انتظار محبوب کرنی انکھوں میں دیکھنے سے گریز لیا تھا۔

یہ اس کا سچا خاص عشق تھا، جس کی تاب صابن کو ان آنکھوں سے نظر نہیں ملتا نہ دیتی تھی۔

وہ ہمیشہ ان آنکھوں میں دیکھنے سے ناخوش تھا۔ کہتے ہیں عشق اور مشکل ہمیشہ نہیں چھٹتا۔ اگر لوگ اس کا راز پا لیتے تو ہر کوئی اس ایک طرف عشق کو اپنے ذہن کے مطابق عنوان دے کر اس معصوم لڑکی کو بچے کا نکالتا۔ چھیننے اس معصوم کی چادر پر دے دے وہ بہر حال مرد تھا۔ اس کا کچھ نہ بھڑتا۔ اپنی پاکیزہ لڑکی اور اس کا سچا پاک خاص عشق کوئی عام شخص نہیں سہار سکتا تھا۔ انہوں نے اس کی۔ اور اس کے عشق کی حفاظت خود کی تھی۔

صابن نے ہماری ہوتے آگے کے چوٹے، انکھوں کی پردوں سے بھر کر خود کو تسلا۔ اور اٹھ کر اس کی قبر پر گلاب کی چٹان عقیدت سے چھاد کر نہ لگا۔

☆ ☆ ☆
ایک کامر صابن چاہ بیت گیا۔ کوئی اس میں بھی شخصیت کو بھولنا نہیں تھا۔ مگر مرکز رات وقت ہر دم کا مداوا ہوتا ہے۔ مانا ہاں سے لے آئے تھے۔ شین کی پاس میں بیٹھا وہ بڑا صابن کو دیکھ کر۔ بے قراری اس کا ایک، ایک کٹھن چم چم رہی تھی۔

صالح نے ذرا سارخ موز کو دیکر اس طرف
کھڑی قیدل کو دیکھا۔ پالنے کی الوئی چمک سے
اس کا سگسٹا اچھڑا، دیکر رہا تھا۔ وہ نرم آنکھوں سے
اس کی معصوم خوشی پر مسکرا رہا تھا۔ اس نے دور بارہا اپنا
سرخ موز، خضر ساٹے کہیں بھیجی تھی۔ شاید وہاں کا
مکھنر وکھ کر وہ اسودہ لوٹ گئی تھی، شاید
کبھی نہ آنے کے لیے..... صالح نے وہاں موجود
تمام لوگوں سے کچھ دیر کی غیر حاضری کے لیے
محذرت لکھا، اور دُور جانے کے لیے

وہی آواز جس کے سحر نے خنہ کو عاشق بنا ڈالا
 ما۔ دور حلی کی کھڑکی میں کھڑی قدیل نے آنکھیں
 اس کی خوب صورت آواز اپنی سماعتوں میں
 تاری تھیں۔

”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی
 عبادت کے لائق نہیں۔“
 ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت
 کے لائق نہیں۔“

قدیں کے دل میں صالح کی محبت و عظمت کے
شن، مجنوں دیرے، دیرے اترتے رہے۔
وہ محبت کی ان دیکھی پھوار میں پور، پور بھیگی
رہی تھی۔

وہاں سے صاف نظر آتے، ہبزے میں مگرے
 رستان میں وہ حسین و معصوم شہزادی پُر سکون نیند
 رہی تھی۔

تبدیل کے ماں، باپ اس کی خواہش پر اس کا
تہ صانع کے لیے خود لائے تھے۔ وہ لوگ بالکل صحیح
تہ آئے تھے۔ وہ لوگ سب کچھ جانتے ہیں۔

”واقعی یہ شخص اسی قابل ہے کہ ختمہ بی بی کی سی
پیاری شخصیت اس کے عشق میں اپنی جان قربان
کر دے..... پیری سوچ سے بھی بڑھ کر عظیم و بلند ہے



تصوف..... قرب الہی

تمام زور دینا اللہ زوجل کے لیے ہے۔ جس کی عبادت
شایان کی مناسب تحریف کرنے میں زبانیں گنگ ہیں اور اس کے
جہاں کی حقیقت کو گھنٹے میں لوگوں کی عقلیں عاجز ہیں۔
ایک برسے رب الہی کی سرور ہے ان خیالوں میں جو
تیرے ذکر سے دلوں میں آتے ہیں اور کتنا تیرے تیری طرف
وہ سزاوار تھا کہ تیرے تیری محبت کا زادگار کتنا شگاف ہے تیرے
قرب کا شرف ہے۔ تیرے ہی لیے وہ سزاوار ہے۔ اے ہمارے
رب، رحمت زلال زلف ہمارے پیارے ہے کہ ہم کبھی اللہ علیہ واکر
وہم پر اور آپ کی آل پر اور آپ کے اصحاب پاک پر۔ درود
سلام ہو پیارے کا سلی اللہ علیہ واکر وہم پر.....

ہمارا آج کا موضوع.....
تصوف اور اس کی حقیقت.....
جس میں تصوف کہا ہے، قرآن و سنت کی روشنی میں۔
اس کی تعلیمات، اصول اور انسانی زندگی پر اس کا اثر..... تصوف
کے لغوی معنی ہیں، کیفیت پہنچنا، محسوس، دل کو خواہو ہوں
دور کر کے کھانے، طرف دھیان کا، تیرے کس طرف.....
تصوف در حقیقت نام ہے روحانی ارتقا کی منازل پر
کرنے کا اور اس ارتقا کی عمل جاری رکھنے کے لیے جو کوشش
اور جدوجہد کر رہی ہو۔ اسے اصطلاحی طور پر تصوف کا نام دیا
ہے۔ تصوف ایک روحانی فہم ہے جس کے باعث ایک
انسان بے آسانی شریعت کی مشکلوں پر آسانی سے عمل کرنے
کے قابل ہو جاتا ہے۔

جو عبادت میں محنت دہلوتی ہے تصوف کی ابتدائی منازل
کے طے کرنے کے لیے بہت قصور اور سادہ الفاظ میں یوں بیان کیا
کہ تصوف چار درجہ پر مشتمل ہے۔
ت میں۔ د۔ ف
ت سے مراد وہ ہے
ص سے وہاں
د سے دائرگی

ف سے ذاتی اللہ
تصوف کی راہ پر جو آ رہا ہے وہ ان چاروں چیزوں
سے آزاد ہے اور اس کی منزل "قناتی اللہ" ہے۔
قوس ہے پہلے انسان کو جو کہ گری جائے اپنے ان
گوہاں اور کوتاہیوں پر جو اس سے سرزد ہو چکی ہیں، یہ پہلا
قدم ہے کہ چھلنے کھانوں سے دور کرنے کے ساتھ ساتھ انہج
کبھی کبھوں سے بچنے کے لیے اپنے باطن کی پوری صفائی
کرے۔ یوں اذکار و خرواں اللہ کے حاکم بن چلا جائے گا۔
بھول گئے ہیں کہ اہل تصوف وہ لوگ ہیں جو صوف کا
کچرا اپنے پیٹ میں بھیس گئے ہیں کہ مومن وہ لوگ ہیں جو اصحاب
مذہب کے شرب پر ہوں، و صابری کی یہ مقدس جماعت جو اصحاب
مذہب کے نام سے مشہور ہے انہوں نے اپنی زندگی صرف عبادت
اور تعلیم قرآن پر وقف کر دی تھی۔ زیادتی معاملات سے انہیں
کوئی پرہیز نہیں تھا۔ رات رات عبادت، تلاوت اور نذرات سے
معروف رہتے تھے۔ معاش کا زیادہ تر بار دار و عیال اور خود
روسل کو کھانے، طرف دھیان کی عبادت پر تھا۔ آپ مومن میں جا مل
کیا کرتے تھے، اخلاقی حفاخذ کرتے تھے، دیوانے سے متعلق
تھے، مفلس و دار تھے، مجسمہ بنی کے ہر ایک مادیہ اور چیز سے
پرہیز کرتے تھے تقریر فائدہ پر تیار رہتے۔

حضرت بے شک کو عبادت محض کرتے فرماتے ہیں۔ "کم کما،
علق سے بھانگا اور فاعلی کی عبادت پر تصوف ہے۔"
حضرت سلیمان ادا کرتے فرماتے ہیں کہ "تصوف اس کو
کہتے ہیں کہ تمام مخالف کو خناب اللہ بھی کہ ممبر کرے اور
سامانے اللہ ترک کر دے۔"
حضرت ذوالنون صوفی فرماتے ہیں۔ "صوفی وہ ہے
جس نے تمام چیزوں کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کو اختیار کر لیا ہو اور
اللہ سے دوستی کرنا ہو۔"
حضرت شرمائی فرماتے ہیں۔ "جو شخص خدا کے ساتھ
دل صاف دیکھی کو مومن کہتے ہیں۔"

حضرت ابومرثد فرماتے ہیں۔ "حسن خلق تصوف ہے۔"
حضرت ابو بکر صغریٰ فرماتے ہیں۔ "دراگوا لہی میں ہے تم
زندگی بسر کرنے کا نام تصوف ہے۔"

ذہب کی رو سے اللہ تعالیٰ خالق کائنات ہے اور انسان
اس سے رابطہ پیدا کر سکتا ہے۔ اس رابطے کی بنیاد اس بات پر
ہے کہ اللہ خود بندوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ "اگر تم مجھے پکارو گے تو
میں تمہاری پکار سنوں گا۔" ہر ذہب نے وہ چیزیں پیش
کیں ہیں جن کی یہ اعطاف کر دے کہ جزا کی صورت میں داخل
جنت ہوں اور فرماں کی صورت میں سزا کے لیے جہنم
میں ڈالا جائے گا۔ دور کی چیز پر اعطاف کے علاوہ کچھ
سے محبت کو دے گا جس کی محبت کر دے گا اور اس محبت کا
شرعی کہ تہار کی غنیمت میں میری صفات منکس ہو جائیگی
اور اس قرب کا یہ نتیجہ ہو گا کہ تم ختم دل میرا دیدار
کر سکو گے۔ اسی لیے اہل ذہب وہ دروہوں میں
ہوئے۔ جن لوگوں پر عقل کا ظفر تھا انہوں نے صرف
اخلاقی شریعت کو کافی سمجھا اور جنت کو مقصود بنالیا لیکن جن
لوگوں پر عقل کا ظفر تھا انہوں نے اخلاقی سے علاوہ محبت
(طریقت) کو بھی ضروری سمجھا اور دیدار کو مقصود
بنالیا۔ دوسرے طبقے کے افراد کو عرف عام میں صوفی کہتے
ہیں اور برصغیر میں عاشق ہوتا ہے۔

تصوف کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ سے ملنے والے و باہت
کرنے یا سیکھنے کی شریعت پر تیرے ذکر اور دروہ نام ہے۔
تصوف کیا ہے؟ دروہ انسانی کا اپنی اصل (اللہ) سے
واصل ہوجانے کا اشتیاق۔ جب انسان نے اپنے باطن پر
غور کیا تو اسے احساس ہو گا کہ اس کی روح کی کسی چیز پر
محبت کا چاہتی ہے جس سے زیادہ حسین تر کوئی اشی ہو نہیں
سکتی۔ دروہ کیونکہ اللہ کا نام ہے اور اللہ ہی کے پاس سے آتی
ہے تو اسے پھر یہ یقین حاصل ہو گا کہ اللہ ہی سے محبت کرتے ہیں
تو میری دروہ میں اس سے محبت کرنے میں بھی وہی دروہ کی مثال
ہے جس پر تصوف کا سامرا دوار ہے۔ اگر یہ طبقہ ہو کر ہے تو
برصغیر میں ان کی کئی کئی قواں کا جواب یہ ہے کہ یہ طبقہ تو ہر
انسان کے دل میں موجود ہے مگر اکثر و بیشتر انسان اپنی رادیت
پرست و دنیوی معاملات میں اس قدر مشغول رہتا ہے کہ کبھی اپنے
باطن اور اس کے خاکشے کی طرف توجہ ہی نہیں دیتا۔

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو (عقل اور دل) میں اپنی محبت کی
مٹی روشن کر دی ہے۔ اور دروہ کو اس کا دروہ ہے اگر دروہ
ختم ہوجائے تو صبح کا بھجا جانا چھٹا ہے۔

نظم ہدایت

تصوف ذہب کی روح ہے۔ دراصل ذہب کی حقیقت
کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ زندہ رابطہ پیدا کرنے کا نام
ہے۔ اور ان، شاعر، مناہک، رسم احکام شریعت سے سب اس
رابطے کے حصول کے ذرائع ہیں۔ تصوف ہی وہ دروہ،
مشیر اور ناہج ہے جو ہر وقت انسان کو یہ تلقین کرتا رہتا ہے کہ
کسٹن مقصود (اللہ تعالیٰ) کا نام نہ ہو جائے۔ اے
انسان! اگر مقصود حقیقی اللہ سے رابطہ یا خلق پیدا کرنا ہے، اس
لیے جب تو نماز پڑھتے نماز اور پڑھتے دیکھے کہ عقلی پاک ہے یا
کسٹن جلد دے جائیں۔ تو ان ظاہری باتوں کے ساتھ تو یہ
بھی دیکھ کر تصوف پاک ہے یا نہیں؟ اس کی طرف خاص
ہے یا نہیں؟ اگر عبادت نماز میں آپ کا دل دنیا کی طرف متوجہ
ہو تو اس کی طرف سے حضور ہے ظاہر میں تھا تو پھر وہاں ہے گا
لیکن اللہ سے عقلی پیدا نہیں ہو سکے گا۔ اور جب اس سے عقل
پیدا نہ ہو تو پھر نہ لاکہ مقصود حقیقی فہم ہو گیا۔ اسی پر اکبر
الہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے کہ۔

"قرآن ہے جتنی نظر، یہ ہے شریعت
اللہ ہے جتنی نظر، یہ ہے طریقت
جو شخص ذہب کا پیچہ ہے اور تصوف پر غور نہیں تو
اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص نے ساری عمر کی طوطی کی
دکان پر طوطا بنا کر خرید کر طوطا نہیں کھایا۔ نتیجہ یہ کہ نہ کھاندا
نہ ملے۔ سلیمان۔"

صوفی کہتا ہے کہ اے سلیمان! اللہ کا نام ضرور (لے)
کیونکہ محشر میں ہے۔ مگر اس طرح سے کہ وہ تیرے دل
میں نہیں جائے۔ تو زبان کے ساتھ دل سے بھی اس کا نام
لے۔ اور ان ظاہر میں دروہ اس کا نام ہے مگر وہ حقیقت کا نام
ہے۔ اور اگر وہ سلیمان ہو تو سکا تو یہ کوئی دیکھنا صرف
زبان سے خدا کا اقرار دہوں ہے میں۔ جب تک کوئی
فعلی "خدا خدا دل"، دل کی محبت اختیار نہیں کرے گا اس
وقت تک دل حقیقی معنوں میں دل نہیں بن سکا کہ چراغ سے نہ
چراغ روشن ہوں۔ دین و تصوف کا دین کو دے کر ہے۔ اے
کئیوں سے پیدا ہو سکا ہے نہ کابو سے۔ وہ صرف فکر
سے پیدا ہو سکا ہے۔

☆☆☆

انسانی زندگی پر تصوف کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ
صوفی تمام ذہن انسانی (بے عقلی) سے پاک ہوتا ہے۔
تصوف میں سامرا دروہ مل رہا ہوتا ہے۔ تصوف ان کی گنجائش
میں پاک کا ذکر کرتا ہے۔ جو دروہ کو پیرا سے عمر بھر کے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے نبی
 نہیں کہا کہ ”اگر تم میری بیوی کر کے تو میں تمہیں سحران
 میں لے دوں گا اس کے بجائے صرف یہ کہ میری بیوی کر دوں گی
 تمہیں اس طلاق کا بلکہ میری بیوی میں یہ تاثر ہے کہ میں
 تمہیں اللہ کے عجب بن بن جاؤں گی۔ تو ایک سال کا مقنونیات
 لکھ کر رکھی گئی کہ حکومت نے طے نہ لے۔ اور اسلامی تصوف
 لکھ کر رکھی کرنے کے طے نہ لے کر دوسرا نام ہے۔ شریعت
 میں اللہ تعالیٰ مہبود ہے طے نہ لے کر اللہ تعالیٰ منصوبہ ہے۔ ظاہر
 یہ ہے کہ یہ طے نہ لے کر جو ایک مسلمان لکھ کر رکھی
 ہے یہ طے نہ لے کر جو ایک مسلمان لکھ کر رکھی
 ہے جن لوگوں کا مقنونیات لکھ کر رکھی بن جاتا ہے تو سلاطین
 کا محاورا اس کے قدم لکھ کر رکھی کے لیے باعث سعادت جاتے
 ہیں۔ تاریخ ہند کے مطالعے سے چاہے گا کہ بڑے،
 بڑے بادشاہوں نے بن عاصمان لکھی کے آستانوں پر
 عسکری لکھی ہے۔
 ۱۔ سلطان ارتش۔ حضرت باغ خویہ نقب الدین
 قسطنطین

۳۔ نیرودتقق..... حضرت: خواجہ نصیر الدین تہا ناولو
۴۔ اکبر بادشاہ..... حضرت: شیخ سید جی
۵۔ جہانگیر..... حضرت: شیخ میاں میر
۶۔ شاہجہان..... حضرت: شیخ میاں میر..... حضرت: شیخ

۷۔ سلطان احمد خان بہمنی..... حضرت بندہ خواز سید
میر گیسو دواز

۸۔ فاتح جوگامڑہ سلطان عمر المتق..... حضرت سید
ناہ خانم

[illegible]

لے رہے تھے؟
قصوف کی تعلیم تو یہ ہے کہ خدا سے ہوائی یا زمینی کا
موسور ہو کر کنار خدا کے ایک بندے کو کسی اپنے سے کثیر نہ
سمجھو۔ ”ذکر اللہ“ کے تمام یہ اس کیفیت کا جو بندے کو کثیر
مخلوقوں کی طرف سے دیوار بنی ہے۔
حضرت امام حسینؑ کی آنکھ بزرگ حضرت بشر حائقی
کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ آپؑ کے شاگرد آپ
سے فرمایا: کہ آپؑ باوجود بزرگت، حدیث، اور اجتہاد
بے نظیر عالم ہوئے کہ آپؑ ایک دیوانے کے پاس
آتے ہیں۔ یہ بات آپؑ کی شان کے خلاف ہے۔
حضرت امام حسینؑ نے فرمایا: ”میں کم لوگوں کی نسبت
بے شکم کو بہتر جانتا ہوں۔ لیکن حضرت بشر حائقیؒ اللہ تعالیٰ کو
جس سے بہتر جانتے ہیں۔“
جس چیز میں بزرگ ہونے کے دور در دو علمی تھا۔
حضرت ابوالفداء ابن سعدؒ نے کثرت فرمایا کرتے تھے کہ
میں کثرت شیخان ہوتا ہے۔ اس کی نگاہ حقیقت اور سرب
کھانہ کے انفرادے کے ساتھ جتنی ہے۔ دو دل کی بنیاد کی
جس میں ابوالفداء سراسر جامع رہے۔

صوفیاء کو پہلا طبقہ جس نے حضرت اویسؓ کی حضرت
 بنی ہریؓ کی حضرت ابک بن زہرہؓ حضرت ابیہم اوسمؓ
 حضرت حبیبؓ کی زہیرہؓ شامل ہیں۔ ان میں حضرت امام ابو
 یوسفؒ مسلمان تھے جنہوں نے مسلمان عکرائوں کو اسلام کے
 احکامات کو فروغ کرنے کے سرکار۔

صوفیاء کو دوسرا طبقہ جس میں حضرت امام احمد رضاؒ شامل صوفیہ
 تیسرا طبقہ حضرت بابائے بھائی۔ حضرت ذوالنون
 عریؒ۔ حضرت عینیہؒ اچھوتیؒ جو خود فقیر اور درویش رہا۔ امام
 غلام علیؒ نے امام غلام شاہیؒ اور حضرت امام ابوہنرؒ میں مکمل
 روٹی بھرتی کر کے استعمال کیا۔

[illegible]

موتوں و قتل میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تاپاں اور درخشاں
 ہر آتا ہے۔

☆☆☆
آج ہم میں سے ہر شخص اپنے من کی دنیا میں جھاک کر
دیکھے اور خدا کی ذات اسے بصیرت بخش دے تو یہ دلغراں
یقیناً سامنے آئے گی کہ ہم میں سے کوئی خود کو خدا کے برابر
رو کر رہا ہے یا بھی بڑھ کر تصور کرتا ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے
لیے حضرت خواجہ سلیمان قاسمی کا ایک مفید واقعہ
میں سمجھیں کہ لے لے کا پی۔

[illegible][illegible]

ایک ہار ایک بدوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔

”مجھے دو کام تھے جو مجھے جنت میں لے جائے۔“
بے فرمایا۔ ”آسان کو کھلا سی آواز اور اس کی
مومن کو قرض کے بندن سے آزاد اور عام رشتہ دار کا
کلمہ پڑھا کر دینے کے بعد سچو کو کھلا اور بیاد سے
ریحی بنا دیا اور برائی سے روک۔ اگر تیری بھی نہ کر سکے تو بھلائی
کو اپنا وارث بنا لو۔“

صوفیانے اپنے لیے بہت اچھی کس مادی راہ اختیار
لی۔ ان کی زندگیوں کی خدمت عقل کے لیے وقف تھی۔
غوغلات، مشائخ و فخرانیوں کو معلوم ہوتا ہے کہ خدمت عقل کو
ان لوگوں نے اپنی زندگی کا کام پر نہیں بنایا تھا حضرت
ابو حامد غزالی نے کہا ہے کہ یہ لوگ دوست کے برابر ہیں
جو نظام الدین نے اپنی فراغت کے بعد کسی قوم کے
لوگوں کو راحت پہنچانے کے لیے اپنی ہی چیز کی خدمت کرنے

☆☆☆

ایک شخص حضرت اویس قرنیؓ کے پاس زیارت کے لیے
ہوا اور وہ اس نے دیکھا کہ ایک بیٹھرا آپؐ کے بیٹھروں اور
کمریوں کی حفاظت کر رہا ہے۔ آپؐ اور خود روایہ کے کنارے
بے پردہ میں مصافحہ مارت ہیں اور بعض بے پردہ حرکت چرانے
کیا گیا ہے آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے اس شخص
کو پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے آپؐ کو اپنا کام بتا دیا
میں نے اس کو پہلے ہی سمجھا جس عمر میں نے شاہد کیا ہے آج
تک تو میں نے آپؐ سے کبھی ملنے کے بیٹھروں کی طرح چلا جاتا
ہوں اور ان میں سے بیٹھروں کو کمریوں کے گرد دیکھا ہے
کیا جارا ہے؟

حضرت اویس قرنیؓ نے فرمایا: ہادی بات ہے کہ جو
 درود پڑھے گا کہ میں اللہ کے جانبے کی تلقین اس کے کام میں
 کی جائے گی کہ میں اللہ کے کام میں مشغول ہو جاؤ تو اللہ نے
 یہی تلقین کو میرے کام پر لگا دیا۔

حضرت انصاریؒ فرماتے ہیں:۔۔۔ میں نے یقیناً اس حد
 تک جان لی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دلائل و امارات صرف موصی کا
 ہستی پر ثابت کر کے دیا ہے دالے جانے کیونکہ جس کی بات
 رکھوں گے وہ دیکھا کہ موصی کی ہر بات تمام انسانوں کی بات
 ہے۔ اسی ہے۔ ان کا طریقہ ہے کہ موصی سے ہمہ ہے ان کے
 عقائد سے فکروں سے ہر وہ کہیں۔ موصی کا طریقہ ان کے
 عقائد اور ان کا ہر فعل صرف طریقہ کے طور پر بیان ہوتا
 ہے۔ ان کی حیثیت ان الصانع، ان کا شمار دلائل پر غریب ہے۔ ان کے

کیسے بنے اپنا اثر و گماں؟
شہزاد شیخؑ..... جب ہماری بات چیت شروع ہوئی تو ہم نے ایک دوسرے کو جانتا پہچانتا شروع کیا۔ ہمارے شوق اور سوچے کا انداز ایک جیسا تھا خاص طور پر موسیقی میں ہماری پسند بالکل ایک جیسی ہے اور ہمارے تعلق میں موسیقی نے بڑا اہم کردار ادا کیا۔
پاکیزہؑ..... شادی کی پیشکش پر حنا کا فوری رد عمل کیا تھا؟

شہزاد شیخؑ..... تھوڑا وقت دے دیں۔ مگر والوں سے مشورہ کر کے بتاؤں گی۔
پاکیزہؑ..... اپنی شادی کی کون سی تقریب میں سب سے زیادہ لطف آئے گا؟
شہزاد شیخؑ..... باقی ساری تقریبات مگر والوں اور مہمانوں کے لیے ہیں جن سے سب لطف اندوز ہو رہے تھے لیکن نکاح کی تقریب ان دو شخصیات کے لیے اہم



اور ذمے دار ہیں۔ سچے مانے پیٹھے میں نہایت مصروف رہے۔ والے اس کا سیلاب اور مثالی جوڑے نے بے پناہ مصروفیت کے باوجود پاکیزہ کو شرف میزبانی بخشا۔ اس کے لیے ہم اپنی اور اداوارہ پاکیزہ کی جانب سے شہزاد اور حنا کے بے حد ممنون ہیں۔ ہم نے شہزاد اور حنا کی میزبانی کا بہت لطف اٹھایا۔ آج کل قارئین آپ بھی اپنی باتوں سے لطف اندوز ہوں۔

شہزاد شیخ

پاکیزہؑ..... وہ آئی اس نے دیکھا اور شیخؑ کرلیا۔ "ایسا ہی ہوا تھا رفتہ رفتہ حنا نے دل میں جگہ بنائی؟
شہزاد شیخؑ..... واقعی ایسا ہی ہوا تھا۔ پاکیزہ شادی کی تقریب میں حنا کو دیکھا تھا۔ پہلی نظر میں ہی اچھی سی نظر آئی۔
پاکیزہؑ..... کب احساس ہوا کہ اب حنا سے تعلق نہیں دوں گی تک محدود نہیں رہا



پاکیزہ کے مہمان شہزاد شیخ



نامور گزاد کار شہزاد شیخؑ اور

ان کی قانون دان شریک حیاتؑ
حنا شہزاد سے دلچسپ ملاقاتؑ

میں ہاں، مشاواں و فرحان، ملا مال اور ڈاکٹر عزیز حسین میر کے شعر کی تفسیر۔ پہلے دوستی اور پھر محبت کا سفر طے کرتے ہوئے شادی کے بندھن میں بندھنے والے شہزاد شیخؑ اور حنا شہزاد ہیں پاکیزہ کے مہمان۔ شہزاد شیخؑ کا نام اور کام لہب

دار میں کرام الاسلام پیٹیم مجھے طلب ہی نہیں مہو ماہ کی اسے دل محبتوں سے مری زندگی محور ہے محض باہمی محبت ہی سے نہیں بلکہ اپنی محبت سے



شہزادہ شاہجہاں (پارٹ کے دن) اپنے اہل خانہ کے ساتھ

لے جاتا ہوں۔ پاکیزہ۔ کیا تجھے عیت کے لیے سال میں ایک (دن دیکھنا تو ڈسے) کا کافی ہے اور کیوں؟ شہزادہ شاہجہاں۔ ہرگز نہیں! اس کے لیے تو سال کے ۳۶۵ دن بھی کم پڑ جاتے ہیں۔ ہرگز نہ تو دن کے ساتھ ایک دوسرے کی اہمیت اور ضرورت یاد رکھیں ہوتی ہے۔ پاکیزہ۔ ایک قول ہے ”محبت اور جنگ میں سب جائز ہے“ جبکہ دوسرا قول ہے ”محبت اور جنگ میں جو ہوجائز ہو“ آپ کا نظریہ کیا ہے؟ شہزادہ شاہجہاں۔ دوسرا قول ہی میرا نظریہ ہے کہ ”محبت اور جنگ میں جو ہوجائز ہو“۔ پاکیزہ۔ خوش میڈیا کے ذریعے جو ہم لینے والی محبت کے لیے کیا کہیں گے؟ شہزادہ شاہجہاں۔ جب تک ساتھ بیٹھ کر وقت نہ گزرائیں، ایک دوسرے کو سمجھیں یا پھر ایک دلائل نہیں ہوگا۔ اس محبت شادی کے بعد جنم لیتی ہے اور جب ہی محبت کا امتحان شروع ہوتا ہے۔ پاکیزہ۔ خواتین شاہک، پوا دل لگا کر کرتی ہیں کیا یہ شاہکی محبت ہے اور آپ کو کتنی دیکھی ہے شاہک سے؟ شہزادہ شاہجہاں۔ شاہک شاہکی کرتی تو نہیں کرتی لیکن جب کرتی ہے تو میری جگہ کرتی ہے جبکہ میں انکو کرتا ہوں اور بہت زیادہ کرتا ہوں خاص طور پر بلوہا کی۔

پاکیزہ۔ آپ کا سب سے سستا اور سب سے مہنگا شوق کون سا ہے؟ شہزادہ شاہجہاں۔ شاہک کے ساتھ باہر جا کر جانے جانا اور سب سے مہنگا شوق مشینیں، مہالیں میں خریدی ہے جو بہت مہنگی ہے۔ پاکیزہ۔ کیا شہزادہ عموماً کن باتوں پر ہوتا ہے اور کیسے دوسرا کیا جاتا ہے؟ شہزادہ شاہجہاں۔ بہت سی باتوں پر ہوجاتا ہے جسے ہم بات چیت کے ذریعے دور کرتے ہیں۔ پاکیزہ۔ شاہکی اگلی عادت کون سی ہے؟ شہزادہ شاہجہاں۔ سب سے اچھی عادت یہ ہے کہ دن بھر میں پانچ سے آٹھ بار ضرور بیٹھے اپنی اور شاہکی مہر کی مصروفیت سے آگاہ کرتی ہے۔ اور تیار بھی جلدی ہو جاتی ہے جبکہ میں تیار ہونے میں بہت دیر لگا جاتا ہوں۔ پاکیزہ۔ دھوکے سے انسانوں کی جیسے جودل کو بھاتے ہیں یا دھوکے سے اپنے پیارے اور تکلیف دہ ہیں؟ شہزادہ شاہجہاں۔ سب کو بھاتا ہوں تاکہ اپنے پیارے نہ ہو۔ علاوہ کسی چیز کو بڑا حوا دیا جائے جبکہ وہ بات سچ بھی نہ ہو۔ پیار محبت اور عزت سے بات کرنے کے ذریعے اچھے لگتے ہیں۔ پاکیزہ۔ وزن متاسب رکھنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کرتے ہیں؟ شہزادہ شاہجہاں۔ ورزش بہت ضروری ہے جو میں کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ صحت بخش غذاؤں کا استعمال زیادہ کرتا ہوں اور کھانا شہزادہ والی چیزوں سے چنتا ہوں۔

پاکیزہ۔ ماں اور بیوی میں کبھی اختلاف کی صورت میں آپ کا چمکاؤ کس کی جانب زیادہ ہوتا ہے؟ شہزادہ شاہجہاں۔ عموماً طور پر اس کی نوبت نہیں آتی اگر کبھی ایسا ہوا بھی تو دونوں مل جل کر خود ہی مناسبتی ہیں۔ میں تداخل دیتا ہوں۔ میری ضرورت پڑے تو پہلے اسی اور پھر حاکمے پاس جاتا ہوں۔

پاکیزہ۔ کہا جاتا ہے جو مرد اپنی ماں سے بہت محبت کرتا ہے وہ اپنی بیوی سے بھی بہت محبت کرتا ہے آپ کا تجربہ کیا کہنا ہے؟ شہزادہ شاہجہاں۔ میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں کیونکہ میرا تجربہ یہی ہے اسی اور حاکمے ساتھ ساتھ میں اپنی بہن مولیٰ سچ سے بھی بہت پیار کرتا ہوں اور ان کی عزت بھی کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ خواتین کو عزت دینا ایک مرد کی اخلاقی ڈسے والی ہے۔ خاص طور پر خود سے وابستہ رشتوں میں پیار کے ساتھ شہزادہ شاہجہاں بہت ضروری ہے۔

پاکیزہ۔ محبت کا کون سا رنگ سن بھاتا ہے؟ شہزادہ شاہجہاں۔ قربانی کا۔ شادی کے بعد صرف محبت کرتا ہی محبت نہیں ہوتا بلکہ دونوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ آپ دوسرے سے کیا توقع رکھتے ہیں، یہ آپ کے لیے ضروری نہیں ضروری اور اہم یہ ہے کہ دوسرا آپ سے کیا توقع رکھتا ہے یہ گوشت قربانی کا کام ہے۔ اپنے سے زیادہ دوسرے کو محبت اور اہمیت دینے کا کام ہے۔

پاکیزہ۔ آپ دونوں میں سے محبت کا لفظی اظہار کس کی جانب سے زیادہ ہوتا ہے؟ شہزادہ شاہجہاں۔ میری جانب سے۔ باقی سب حاکمے کی طرف سے ہوتا ہے جس کی محبت بہت عزت رکھتا ہوں۔ جس طرح وہ میرا اور حاکمے کا خیال رکھتی ہے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

پاکیزہ۔ سیاست دانوں کے ڈسے کا اہتمام کرتے ہیں؟ کیاں تو کیسے؟ شہزادہ شاہجہاں۔ بالکل کرتے ہیں۔ اپنے پیاروں سے پیار کا اظہار کرتا بھی جاتا ہے محبت بانٹنے سے بڑی ہے۔ حاکمے کے لیے بھول اور چالکیت لاتا ہوں۔ ذہن پر بھی

ہوتی ہے جو کہ ایک دوسرے سے جڑنے جا رہی ہوتی ہیں۔ تو میرے لیے بھی نکاح کی قربت بہت اہم تھی۔ پاکیزہ۔ شادی کے بعد آپ نے اپنا کون سا کام سب سے پہلے حاکمے سے کر دیا؟ شہزادہ شاہجہاں۔ سچ بتاؤں گی حالت میں میرا بھائے تھے۔ شہزادہ شاہجہاں۔ شادی کے بعد کچھ جانے والے پہلے سفر کی کوئی غامض بات؟ شہزادہ شاہجہاں۔ ہم دہلی گئے تھے۔ انٹرپرائز ہر تاکہ انگریزیشن والوں نے چکرا لیا تھا۔ جبکہ خود وہ مکمل ہے۔ کیونکہ حاکمے ہم نام ایک لاکھ دینی سے کراؤم کر کے فرار ہو گئی تھی اور پھر اس کی تلاش میں تھی۔ پانی کی تفصیل آپ حاکمے سے سنیے گا؟ پاکیزہ۔ شادی کے بعد حاکمے کی عادت اور حوا ج میں کیا تبدیلی ہوئی؟ شہزادہ شاہجہاں۔ پہلے سے بڑھ کر خیال رکھنے والی ہو گئی اور اس بات سے متاثر ہو کر میں نے باہر کی تقریبات کم کر کے گھر میں زیادہ وقت دینا شروع کر دیا۔ جس کا دوسروں نے بہت کچھ کیا۔

پاکیزہ۔ گھر کو گھرتا ہے میں شوہر کا ردار زیادہ اہم ہوتا ہے یا بیوی کا؟ شہزادہ شاہجہاں۔ میں سمجھتا ہوں کہ بیوی کا کردار زیادہ اہم ہوتا ہے۔ کیونکہ شوہر کی یہ نسبت بیوی گھر کی ڈسے والی زیادہ اٹھاتی ہے۔ شوہر کا کردار یہ ہے کہ ان ڈسے دار ہیں میں جہاں تک ممکن ہو بیوی کے ساتھ تعاون کرتے۔

پاکیزہ۔ سرال میں کس سے زیادہ جتنی ہے؟ شہزادہ شاہجہاں۔ ساس سے۔ ان کے ساتھ میرا خفاں بھی چلتا ہے۔ اور ان سے میں مشورہ بھی لینا ہوں۔

پاکیزہ۔ اسی اور باا میں سے کس سے زیادہ قرب ہیں اور کیوں؟ شہزادہ شاہجہاں۔ اسی کے۔ کیونکہ بیٹے کو ماں سے زیادہ قربت محسوس ہوتی ہے۔ شاہکی میری سمجھ سے زیادہ حاکمے کے ساتھ ہے۔



شہزاد خان اور حاشمہ اقبال بیارے بیٹے شاہ میر کے ساتھ

ہیں اور پوری دنیا میں پسند کیے جاتے ہیں۔ لی۔ دی
ناظرین کا حلقہ بہت بڑا ہے۔
پاکیزہ جو... کبھی آپ کی اداکاری پر کسی کی یا غیر
کلی اداکاری صحاب کی؟

شہزاد خان جو... اللہ کا شکر ہے کہ ایسا نہیں
ہے۔ میں نے محنت سے اپنی شناخت خود بنائی ہے۔ کسی
کالی نہیں کی تھی کہ کیا یاد چاچو کی نہیں۔

پاکیزہ جو... فلم کی کامیابی کے لیے کبھی ضروری ہے؟
شہزاد خان جو... منور، مکالمے اور اداکاری، بوتو
بائی جی، پاپ اپنے آپ ہی جگ ہو جاتی ہیں۔

پاکیزہ جو... موجود لی۔ دی دوسروں کے معیار میں
کبھی تبدیلی کے اندر موند ہیں؟
شہزاد خان جو... اگر پروڈکشن ویلے بروا نہیں،

دراوسر پر زیادہ خرچ کریں تو اچھے نتائج سامنے آئیں
گے۔ جیسے ہمدرد سرائے میں ہمارے مارے سن رہے ہیں
اس لحاظ سے وہ بہت قیمت ہیں۔

پاکیزہ جو... منور موعنا میں تبدیلی کی ضرورت
ہے؟

کے لیے اپنی ذاتی اوقات سے خود کو بہت موانع ضروری
ہے۔ ہمارا اصول ہی یہ ہے کہ اپنی دنیا آپ پیدا کر
اگر ندوں میں ہے
پاکیزہ جو... آپ کے دلاسوں کے بارے میں
مارے دیتے ہوئے حاشے لاک تبصرہ کرتی ہیں یا جواب
دار کی بددیہی؟
شہزاد خان جو... بے لاک تبصرہ... بنا کسی لہجی
کے۔

پاکیزہ جو... کسی بھی اسکرپٹ پر کام کرنے سے
پہلے حاشے دیکھ کر دیتے ہیں؟ کیا نتیجہ سامنے آتا ہے؟
شہزاد خان جو... ضرور دیکھ کر دیتے ہیں۔ نتیجہ
میرے دل میں ہی ہوتا ہے۔ مثلاً "محبت تم سے نفرت
ہے" کا اسکرپٹ پڑھ کر میں نے انکار کر دیا تھا۔ جب میں
نے حنا کو اپنا کردار بتایا تو اس نے کہا کہ یہ ڈراما کرے
اور ٹیل صاحب نے لکھا ہے تو مکالمے بھی لا جواب ہوں
گے۔ میں نے کہا کہ کہنے پر مجھے تو قہقہے سے بڑھ کر حزو
آیا، بہرہ کیا اور مجھے خوب داولی۔

پاکیزہ جو... کیا پاکستان میں کسی ایسے ترقیاتی
ادارے کی کمپن کر رہے ہیں جہاں ان اداکاری کی بین
الاقوامی میسج کی تربیت دی جائے؟

شہزاد خان جو... بہت محسوس ہوتی ہے۔ مجھے
اکونو ٹیکنالوجی ایسے پلٹے ہیں جہاں بکتر بنا جاتے ہیں مگر ایسے
کوئی ایسا مستند ادارہ ہی نہیں ہے جو بھڑائی لگے جسکے دیگر
ممالک میں باقاعدہ ٹیکنیک اسکول موجود ہیں۔

پاکیزہ جو... فلم میں کام کرنے کا تجربہ کیا رہا؟
شہزاد خان جو... بہت اچھا اور بہت کامیاب۔

پاکیزہ جو... بڑی اسکرین پر کام کرنے میں زیادہ
لفظ آیا یا چھٹی اسکرین پر؟ فیڈا کی فرقی کی محسوس کیا؟
شہزاد خان جو... حزو دونوں جگہ آپ۔ بنیادی فرق

ہی ہے کہ کم کام کیوں، پروڈکشن بڑے ہوتے ہیں، پردہ
بڑا ہوتا ہے۔ لوگ سنیما میں جا کر فلم دیکھتے ہیں تو زیادہ
لفظ آتا ہے۔ ڈھائی تین گھنٹے میں فلم ختم ہو جاتی
ہے۔ مزے میاری نہیں ہاتے میں پانچ، سات سال

گلیں گے۔ ہمارے دارا سے فلموں سے زیادہ بہتر

پاکیزہ جو... بے حد مصروفیات کی وجہ سے ہونے
والی محسوس دور کرنے کے لیے تفریح کے لیے جانا پسند کرتے
ہیں یا مگر آرام کرنے کو ترجیح دیتے ہیں؟
شہزاد خان جو... گھر پر آرام کرتے ہیں، شاہ میر کو
وقت دیتے ہیں اور یوں لگتی ہوتا ہے جب شاہ میر سو جاتا
ہے... تو ہم لاک ڈرائیو پر نکل جاتے ہیں، موسیقی سے
لفظ اندوز ہوتے ہیں اور ڈر کر گرتے ہیں۔

پاکیزہ جو... دونوں ہی اپنے اپنے پیشے میں بہت
مصروف رہتے ہیں، کون شاہ میر کو زیادہ وقت دیتا ہے؟
شہزاد خان جو... ہم دونوں کو جب بھی کام سے
فرمت ملتی ہے شاہ میر کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت
گزارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چونکہ جلد جھڑک آتی ہے۔

پاکیزہ جو... جہاں لیے وہ زیادہ وقت دیتے ہیں
جس کے شہر رہنے کے بعد شہزاد زیادہ
ڈنٹے مار ہو گئے یا شاہ میر کا پ بننے کے بعد؟

شہزاد خان جو... ظاہری بات ہے کہ ایک بچے کا
باپ بننے کے بعد اس وقت درمی جو بڑھتی ہے۔
پاکیزہ جو... دونوں اپنے فیصلے خود کرتے ہیں یا

کبھی مشورہ دیتا ضروری سمجھتے ہیں؟
شہزاد خان جو... جتنا اپنے فیصلے خود لیتی ہے لیکن
جہاں اسے میرے مشورے کی ضرورت پڑتی ہے میں مشورہ

دیتا ہوں اور جیسے وہ آجی اس کے سامنے رکھتا ہوں۔ جو
زیادہ مناسب لگتا ہے وہ اس پر عمل کرتی ہے۔ حاشی
کبھی کرتی ہے۔ ہم نے کسی ایک دوسرے پر اپنے فیصلے مسلط
کرنے کی کوشش نہیں کی۔

پاکیزہ جو... اداکاری کے میدان میں اپنی
ملا جھٹوں کے عمل ہوتے پر آئے یا اپنے والد، جاوید خان
صاحب کی نقلی حکا م؟

شہزاد خان جو... سو فیصد اپنی محنت اور اہلیت سے
آتا ہوں۔ کسی میں نے ہمارے نہیں کہا کہ مجھے لی۔ دی یا
فلم میں کام کرنا ہے۔ میری سفارش کروائیں۔ اپنے

آپس خود سے لگا سنیما کی دور میں تو انکو کوئی اصول م
ہی تھا میں اس کا چنا ہوں۔ میرے باپ بھی بلیئر کسی نام
اور بیجان کے آئے تھے۔ لوگوں کے دلوں میں جگہ بنانے

پاکیزہ جو... غصہ ہوا کے جھونکے کے مانند آتا ہے
اور چلا جاتا ہے یا کھانسی کی طرح کچھ آتا ہے اور برسے بنا نہیں
جاتا؟

شہزاد خان جو... کوشش یہی ہوتی ہے کہ غصہ نہ آئے
مگر کبھی کبھار بھی جب آتا ہے تو بہت شدید آتا ہے۔ اور
بعض دفعہ تو بھی ہوتا ہے کہ کوشش کسی اور بات پر ہوتی ہے
ایسے میں کوئی بات بری لگتی تو غصہ آ گیا اور چھا

گیا۔ لاکھ بے غلط ہے۔
پاکیزہ جو... کس ملک اور شہر کے کھانے زیادہ پسند
ہیں؟

شہزاد خان جو... قحالی لینڈ اور کراچی کے کھانوں کا
جواب نہیں۔

پاکیزہ جو... شریک حیات کا پیشہ آپ پر کس طرح
اثر انداز ہوتا ہے؟
شہزاد خان جو... عام طور پر تو اثر انداز نہیں ہوتا ہیں
کبھی کبھار ایسا ضرور ہوتا ہے جب سٹائری کی بات کا
جواب دیتی ہے تو میں کہتا ہوں۔ "تمہارے اندر کا ویل نکل
کر آ گیا ہے۔"

پاکیزہ جو... ایک دوسرے کے پیشہ ورانہ معاملات
میں کس حد تک دلچسپی لیتے ہیں؟
شہزاد خان جو... بہت حد تک دلچسپی لیتے ہیں کہ
ایک دوسرے کے کام کو کھانا اور اس خالے سے بات کرنا

بہت ضروری ہے۔ ہم سب ضرورت ایک دوسرے کو مشورہ
مکھی دیتے ہیں۔
پاکیزہ جو... دلچسپی محض تفریح، تنقید اور

مشورے تک محدود رہتی ہے یا بے جا مداخلت بھی اس میں
مثال ہے؟
شہزاد خان جو... بے جا مداخلت ہم دونوں میں سے

کوئی بھی نہیں کرتا۔ وقتی نہیں ہوتا اور کرنی بھی نہیں
چاہیے۔
پاکیزہ جو... حاشی کی صلاحیتوں کا فراوانہ

اعتراف کرتے ہیں؟
شہزاد خان جو... جتنا جتنا ہوتا ہے۔ یہ اس کا حق ہی
ہے۔



حاشمراؤ شیخ ہم دونوں کا ہوتا ہے۔ لیکن بیوی کا زیادہ اہم ہوتا ہے۔ کدو اپنے والدین کا گھر چھوڑ کر ایک نئے ماحول میں آئی ہے تو اس کو گھر بنانے میں وقت لگتا ہے اور پھر ایلا جنت ہو کر اسی کا حصہ بن جاتی ہے۔
پاکیزہ سسرال میں کس سے زیادہ دینی ہے؟
حاشمراؤ شیخ مول سے۔ اس سے میں طرح کی باتیں کر سکتی ہوں۔
پاکیزہ شہزاد کے اسی دور باہا میں سے کس سے زیادہ قریب ہیں اور کیوں؟
حاشمراؤ شیخ اسی سے کیونکہ باپا تو کرشمات پر ہوتے ہیں مگر میری کسب میں شہزاد سے پہلے آئی ہوں تو دور دراز انتظار کر رہی ہوں گی ہم ایک دوسرے سے اپنی باتیں اور مسائل دیکھ کر لیتے ہیں خواہ وہ ڈالی ہوں یا دفتر سے۔
پاکیزہ ماں اور بیوی میں کبھی اختلاف کی صورت میں شہزاد کا چھکا دوس کی کیا جانب زیادہ ہوتا ہے؟
حاشمراؤ شیخ نفی ہوئے ہیں۔ عموماً ایسا نہیں ہوتا۔ اگر کسی کو چاہے تو پہلے اس کی پاں جاتے ہیں پھر میرے پاس آتے ہیں۔ دونوں کو ٹھیک کر لیتے ہیں۔
پاکیزہ کیا چاہتا ہے جو مرد اپنی ماں سے بہت محبت کرتا ہے وہ اپنی بیوی سے بہت محبت کرتا ہے یا ک تجویز کیا کرتا ہے؟
حاشمراؤ شیخ اس میں کوئی فرق نہیں۔ شہزاد اس پر صدمہ پہرے اترتے ہیں۔
پاکیزہ محبت کا کون سا رنگ سن بھاتا ہے؟
حاشمراؤ شیخ دھوا کا رنگ۔ کس سے محبت پاکیزہ ہوتی ہے۔
پاکیزہ آپ دونوں میں سے محبت کا لفظی اظہار کسی کی جانب سے زیادہ ہوتا ہے؟

حاشمراؤ شیخ میری طرف سے۔
پاکیزہ وطنان ڈے کا اہتمام کرتی ہیں؟ اگر ہاں تو کیسے؟
حاشمراؤ شیخ لاگ ڈیمانچ پر نکل جاتے ہیں، شہزاد باہر نکلتا نکلتا نے لے جاتے ہیں۔ پھول بھی لے کر دیتے ہیں۔
پاکیزہ کیا تجویز محبت کے لیے سال میں ایک دن (وطنان ڈے) کا ہے؟ اور کیوں؟
حاشمراؤ شیخ بالکل نہیں۔ کیونکہ جب آپ کسی کے ساتھ ہیں تو روزی مٹانا چاہیے ایک دن نہیں باندھ لیتا چاہیے۔ ہمیں تو جس دن فرحت لے ساتھ ہوں وہی ہمارا نکلتا ڈے ہے۔
پاکیزہ ایک قول ہے ”محبت اور جنگ میں سب جانتے۔“ جبکہ دوسرا قول ہے ”محبت اور جنگ میں جو اوجاز ہو تو آپ کا ٹکڑی کیا ہے؟“
حاشمراؤ شیخ سب جانتے ہے۔
پاکیزہ کامیاب شادی کے لیے ولی تعلق ضروری ہے یا کافی؟ آج بھی؟

پاکیزہ وہ آج اس نے دیکھا اور فتح کر لیا۔ ایسا ہی ہوا تھا۔ رفتہ رفتہ شہزاد نے دل میں جگہ بنائی؟
حاشمراؤ شیخ رفتہ رفتہ جگہ بنائی تھی۔
پاکیزہ کب احساس ہوا کہ اب شہزاد سے تعلق محض دوستی تک محدود نہیں رہا، کیونکہ پڑنے لپکا اثر دکھایا؟
حاشمراؤ شیخ دو تین مہینے ہی میں ہو گیا تھا۔
پاکیزہ شہزاد کی شادی کی پیشکش آپ کا فوری رد تھی کیا تھا؟
حاشمراؤ شیخ نفی ٹاٹ ہاں کر دی تھی لیکن مگر والوں سے مشورہ اپنی کھانہ ہم ہے۔
پاکیزہ اپنی شادی کی کون سی تقریب میں سب سے زیادہ لطف آیا؟
حاشمراؤ شیخ بھندری پر۔
پاکیزہ شادی کے بعد شہزاد نے اپنا کون سا کام سب سے پہلے کر دیا؟
حاشمراؤ شیخ شادی والے دن انہیں تیز بخار چڑھ گیا تھا، میں نے شہزاد کے بہرہ دے جاتے تھے۔ شہزاد کے کپڑوں پر راستری کی تھی۔
پاکیزہ شادی کے بعد کیسے جانے والے پہلے سفر کی کوئی بات؟
حاشمراؤ شیخ ہم دہلی تھے جیسے راتر پورٹ پر ایئر لائن والوں نے چلا دیا تھا، میری ہم نام کسی لڑکی کے دھوکے میں۔ ایک دیکھل کی حیثیت سے میں نے دہلی میں بھی دیکھل کے ساتھ کام کیا۔ وہ نکل ہونے کا فائدہ ہوا۔ میں نے دوران سے رابطہ کیا۔ میں نے ضرور سچی اپنے تعلقاتی کیا، بنا پر بے جا سراسرے نہ تھی۔ مولیٰ دوہاں آگئی تھی شہزاد نے مجھ سے بھدرت کیا۔
پاکیزہ شادی کے بعد شہزاد کی عادت اور مزاج میں کیا تبدیلی ہوئی؟
حاشمراؤ شیخ کوئی تبدیلی نہیں دیکھا ہی ہے سادہ حراج جردل میں سے وہی زبان پر۔
پاکیزہ گھر کو گھر بنانے میں مہیاں کا کردار زیادہ اہم ہوتا ہے یا بیوی کا؟

شہزاد شیخ کہیں نہیں! تاکہ خوشن ملک کا ۵۲ فیصد حصہ ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر کھانہ خوشن اور ان کے مسائل کے گرد ہی گھومتی رہے۔ سبھی کا موضوعات اپنے ہیں جن پر معاشرے کی بہتری کے لیے ڈرامے بننے چاہئیں۔
پاکیزہ مولیٰ ازوم کی جانب رجحان تھے ہوا؟
شہزاد شیخ مولیٰ ازوم کا بنیادی مقصد محبت اور اس کا پلٹنا عام کرنا ہے۔ خواہ وہ کسی کی سب سے چکا جائے، میری سوچ بھی سبکی ہے، اس لیے نظری طور پر اس طرف رجحان ہو گیا۔
پاکیزہ شاعری کا رجحان بھی بڑھنے اور سننے تک محدود ہے یا خود بھی شعر کہنے کی کوشش کی؟
شہزاد شیخ فی الحال تو سننے اور بڑھنے کی حد تک ہی ہے۔
پاکیزہ آپ کا پسندیدہ ورثہ، شخصیت، کتاب، موسیقی، رنگ، موسم، وقت، دلی وی پر گرام، فلم، ہفت روزہ، مقام، ہسٹل، موسم کے لحاظ سے شرب اور ڈش؟
شہزاد شیخ ماں، ماں بیٹا، 40 Rules of Love، جو سننے میں سبلی لگے، غلام سردی کا موسم، مٹام، بچپن میں دیکھا گیا پر گرام، مگر مشاہدہ تمام راستے جن پر جا کے ساتھ لاگ ڈیمانچ ہوئے گئے گزرتا ہوں، بیوی کا ایک ناامردی میں کافی اور کرسی میں تھا دل، چھڑک پندہ یہ دھڑ ایک ہی ہے۔
پاکیزہ اپنے دماغوں کے لیے آپ کا پیغام؟
شہزاد شیخ پہلے تو آپ کا بہت، بہت شکر ہے کہ آپ نے مجھے اور میرے کام کو سبھی انوشش کروں گا کہ مزید بہتر کام کر کے دکھائیں اور اس کے علاوہ بھی لوگوں کا کہہ۔
پاکیزہ یہاں تک پہنچے
پاکیزہ اپنی شریک حیات کے اعزاز میں کوئی خیر خواہی؟
شہزاد شیخ لا جواب اور بہت زیادہ خیال رکھنے والی۔
اب بات کرتے ہیں حاشمراؤ شیخ سے۔

حاشمخادج دلی تعلق اور ذہنی ہم آہنگی سے زیادہ دوستی ضروری ہے۔

پاکیزہ سوشل میڈیا کے ذریعے جتنے والی محبت کے لیے کیا کھینیں؟

حاشمخادج جب تک ایک دوسرے کے آنے سامنے بیچہ کر بات نہ کریں تو یہ محبت ٹھوڑی ہوئی۔ میرے نزدیک یہ بہت ناپائیدار محبت ہے۔

پاکیزہ شریکو حیات کا پیش آپ پر کس طرح اثر انداز ہوتا ہے؟

حاشمخادج شوق کی وجہ سے تاخیر سے مگر آتے ہیں تو کبھی، کبھی ہمارا دل محبت سے لگا ہوا نہیں ہوتا۔

پاکیزہ ایک دوسرے کے پیشور اور معاملات میں کس حد تک دلچسپی لیتے ہیں؟

حاشمخادج بہت زیادہ اور یہ بہت ضروری ہے اس سے تعلق اور مشورہ ہوتا ہے۔

پاکیزہ دلچسپی محض تعریف، تنقید اور مشورے کی محدود درستی ہے یا بے جا مداخلت اس میں شامل ہے؟

حاشمخادج بے جا مداخلت کا نہ مذہبوں کے پاس وقت ہوتا ہے اور نہ ہی ہمارا عادت ہے۔

پاکیزہ فہمرا آپ کی ملاجیٹوں کا فراخ دلانہ اعتراف کرتے ہیں؟

حاشمخادج بالکل کرتے ہیں۔ میں ہوں ہی اتنی ادھی۔

پاکیزہ بے حد مصروفیات کی وجہ سے ہونے والی محنت دور کرنے کے لیے تفریح کے لیے جانا پسند کرتی ہیں یا گھر پر آرام کرتی ہیں؟

حاشمخادج گھر پر آرام کرتی ہیں تو جتنی بھی دوستی کے لیے موقع مل جائے تو تفریح بھی کر لیتے ہیں۔

پاکیزہ کون شادی پر گزاردت دیتا ہے؟

حاشمخادج کام سے واپس پر دوں میں ہی شادی میرا وقت دیتے ہیں لیکن چونکہ میں جاب سے جلد گھر آجاتی ہوں تو زیادہ وقت میں دیتی ہوں۔

پاکیزہ تاکہ شوہر نے بعد شادی زیادہ

ڈنٹے دار ہوگے یا شادی کا پاب بننے کے بعد؟

حاشمخادج شادی کا پاب بننے کے بعد۔

پاکیزہ اپنے فیصلے خود کرتی ہیں یا کسی مشورہ لینا ضروری سمجھتی ہیں؟

حاشمخادج میں اپنے فیصلے اکثر خود لیتی ہوں اور مشورہ مگر ہوا تو صرف شادی سے یا گھر پر ہاے کرتی ہوں۔

پاکیزہ فہمرا کے دو اسرار کے بارے میں رائے دیتے ہوئے آپ بے لگ تبصرہ کرتی ہیں یا جانبداری برتی ہیں؟

حاشمخادج بے لگ تبصرہ کرتی ہوں اور فہمرا دوسرے سنتے ہیں۔ قہقہہ دیتے ہیں۔

پاکیزہ تبصرہ تو سن لیتے ہیں مگر مشورہ بھی لیا فہمرا نے اس معاملے؟

حاشمخادج جتنا اہمیت تم سے نفرت ہے میں فہمرا کو نہیں کرنا چاہ رہے تھے میرے مشورے پر کیا اور کامیاب رہا۔ بے پناہ پسند کیا گیا فہمرا کے کردار۔

پاکیزہ خواتین شاپنگ بڑا دل لگ کر کرتی ہیں کیا یہ کام بھی شوق ہے؟

حاشمخادج مجھے سے زیادہ شوق ہے۔

پاکیزہ آپ کسب سے سستا اور سب سے مہنگا شوق کون سا ہے؟

حاشمخادج سستا تو فہمرا کے ساتھ کھانا مارکیٹ سے کسی پینے کا پے اور مہنگا شوق ہے فہمرا سال میں ایک دفعہ گھسے بارے لیا گیا۔

پاکیزہ اختلاف نمونہ کس باتوں پر ہوتا ہے اور کیسے دور کیا جاتا ہے؟

حاشمخادج کبھی بھی جانا ہو تو ہونا ہونا میں بہت وقت لگے ہیں لیکن گاڑی میں بیٹھتے ہی موسیقی کی آواز میں اختلاف خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔

پاکیزہ فہمرا کی ادھی اور بری عادات کون سی ہیں؟

حاشمخادج جو کھانسی ہے جس پر کھانسی کرتے ہیں۔ سب کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ اور بری عادات تیار ہونے سے بہت وقت لگتے ہیں۔

پاکیزہ ایک دوسرے کی کون سی عادات اپنائیں اور کون سی چھڑا دیں؟

حاشمخادج فہمرا کو کھانا بے پناہ پسند ہے اور پادھو بہت کوشش کرتے ہیں تیار ہونے کی عادت نہ چھڑا سکی۔

پاکیزہ وہ کون سے انسانی رویے ہیں جن کو بھانستے ہیں اور کون سے ناپسندیدہ اور تکلیف دہ ہیں؟

حاشمخادج ایک دوسرے کے دکھ دکھائیں کرنے اور پانے کا رویہ ان لوگوں سے اور دھرم بہت برا لگتا ہے کہ جسے میں انسان کو کسی چیز پر قابو نہیں رہتا۔

پاکیزہ وزن مناسب رکھنے کے لیے کیا طریق اختیار کرتی ہیں؟

حاشمخادج انکمیرساٹز بالکل نہیں کرتی بس ڈیٹ کرکٹ کر لیتی ہوں۔

پاکیزہ آپ کا خدشہ ہوا کہ جو مجھے کے اندر آتا ہے اور چلا جاتا ہے یا کھانا کی طرح چھاتا ہے اور بے باقیوں جاتا؟

حاشمخادج جھگڑا آئے تو میں چپ ہو جاتی ہوں خودی کر لیتی ہوں یا بہت جلد چلا جاتا ہے۔

پاکیزہ کس کھانسی اور شہ کے کھانے زیادہ پسند ہیں؟

حاشمخادج صرف اور صرف پاکستانی کھانے خاص طور پر بھاری پائے۔

پاکیزہ آپ نے دولت کے پیشے کا انتخاب کیوں کیا؟

حاشمخادج کیونکہ مجھے لگے کہ اس کے ذریعے کم لوگوں کو مصیبت سے نکال سکتے ہیں۔

پاکیزہ کارپوریٹ ورکنگ سے کیا مراد ہے؟

حاشمخادج ایسا ورکنگ جو جس بھی سے وابستہ ہے اسے کسی بھی نقصان سے بچائے اور اس کے لیے جتنے بھی قاعدے اور قانون ہیں وہ ان کو ساتھ لے کر چلتا ہے۔

پاکیزہ آپ نے قانون کے اسی شعبے کا انتخاب کیوں کیا؟

حاشمخادج شادی سے پہلے میں کرٹ جاتی

پاکیزہ کے مضمانات

تھی اس میں کافی دور بھی ہو جاتی تھی۔ مگر شادی کے بعد میں اس شعبے میں آگئی۔ اب میں جاب سے جلدی مگر آ جاتی ہوں۔

پاکیزہ کیا آپ اپنے دائرہ کار میں خود کو آزاد محسوس کرتی ہیں؟ کیسے؟

حاشمخادج بالکل۔ میں اپنی مرضی کے مطابق اپنے ڈیپارٹمنٹ کو چلا سکتی ہوں اور چارٹری ہوئی۔

پاکیزہ قصوں اور ڈراموں میں دکھائی جانے والی عدالت میں جج عداوتوں سے کی قریب ہوتی ہیں؟

حاشمخادج قریب؟ بہت دور دور ہیں اور بالکل غلط اور کھنکھارنے کی خواہش

پاکیزہ کون کا پیشہ اختیار کرنے کی خواہش لڑکیوں کی رہنمائی کے لیے کیا کھینیں؟

حاشمخادج کیونکہ مقابلہ زیادہ ہے اور اس میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے جذبہ اور کوشش ضروری ہے۔ صرف نام اور پیسہ کمانے کی نیت سے اس لٹل میں نہیں آئیں، کام کرنا ہے تو آئیں کہ کام کی کام سے بنتا ہے۔

پاکیزہ آپ کا پسندیدہ رشتہ، شخصیت، کتاب، موسیقی، شو، ٹیوی شو، وقت، ملی وی پروگرام، فلم، تفریحی مقام، مشغلہ موسم کے لحاظ سے مشورہ اور ڈش؟

حاشمخادج ہاں جیٹا می صاحب، 40 Rules Of Love میٹرو کے حساب سے کئی ہوں غزل بھی کئی ہوں اور بھگوانا بھی ہوگی فہمرا، راج، بچپن میں میک لادان، بہت شوق سے دیکھتی تھی، دھن، فہمرا کے ساتھ چٹا بھی جاتی وہاں، لکھنیا میرا شوق ہے۔ شاد اسٹورز۔

حاشمخادج میں بریڈ میں ٹھہری جاتی ہوں اس کی میں گلاب میں بریڈ مگر کوک بریڈ میں ڈال چکا ہوں اور بریڈ میں کئی بھی میز کی چیز کا خاص طور پر دیتی۔

پاکیزہ اپنے شریک حیات کے اعزاز میں کوئی تقریب یا شہر؟

حاشمخادج ساہو سے اور عورت کرنے والے۔

☆☆☆

[illegible]

جس کے کونچ چدری اور ناپید چدری کے بھائی صاحب
مصرف تھے خود وہ آئیں۔ افسر سلطان بھی دیک ایڈی
مصرفات کی وجہ سے نہ آجائیں۔ خدرا آئی کی دوست
آجین شیش بھی مصرفات کے باعث نہ آجیں۔ ملنے
لانے کے اندر بھی کا باغہ و آغا ز کیا کیا۔ سب سے
پیلے زہت امر بی نے ائی کہ پھولوں کا گلہڑے جیڑا کیا۔
جس کو سب کی تالیوں کی گونج بھی اسی نے تھا۔ خدرا آئی
نے ائی کو ایک خوب صورت سوٹ دیا۔ اس کے ساتھ،

میں اور اسی شام چار بجے کلب کے لیے روانہ ہوئے
میں میرے کمرے کی منٹ کی دروزی پر سے اسی لیے
میں نے اپنے ڈرائیوئر کے... کون منٹ کی دروزی پر
... نہیں آئے تھے۔ میں نے اپنے ڈرائیوئر کو، بہت
... اور اسی شام چار بجے کلب کے لیے روانہ ہوئے۔
... اس کا نام تھا۔
... جب اللہ کا جواب میں کلب
... کے زمرے کے
... اور کلب کے
... میں

دروازے پر ہی آمنہ حاد نے استقبال کیا، اس کے ساتھ ہی عذرا آئی، نزہت، امیرجی، پرتھویک احمدز میں ملیں۔ عذرا آئی، عیدون گرم سوٹ جس کا دوپٹا ہاتھ تھا، پیشہ کی طرح سلیقے سے سر پہ جائے بیوی پر تھوکر لگ رہی تھیں۔ نزہت، امیرجی کی ڈاکر کا سنی جوڑے میں سبج رہی تھیں، امیرجی کی مٹکی کر دی ہے۔ انہوں نے (سٹائی)



دائیں سے زہبت الصغر، ناہید فاطمہ حسنین، انجم انصار، سیما مزاف، سیار ضاردا،
عظمیٰ آفاق، عذرار رسول، دوسوانہ پرنس، سائرہ غلام نبی و شکستہ شفیق

یہ دوستی ہم نہیں چھوڑیں گے

عظمیٰ آفاق سعید

آرام کر رہی ہیں۔

آرام کر رہی ہیں۔
عذر داروں کی کئی نئی باتیں سنیں۔
ایک عذر داروں کی باتیں سنیں؟ عیسوں کا ساتھ ہے۔ اس
تمام حرمہ جسے ابی نے پتھر سے بڑھ کر ایک لیا،
گاہے بڑھ کر ان کی حیثیت اور ان کی خدمت کے لیے
عرسے دعا دین کی جگہ پر بار بار ملے میں رہی ہیں، کافی
موسے سے دو کھون میں نہیں کر کے اعزاز میں ملی
تقریب دیکھ جائے ہیں۔ عیسوں کے الٹی کی حیثیت کی
نامازی کی وجہ سے ہوتی ہوئی جاری تھی۔ دوسری طرف
مصران علی علی کی خراب خیال پڑی تھی۔
خیر جناب بڑھ چڑھ چڑھ چڑھ چڑھ چڑھ چڑھ چڑھ
کیٹ کھڑک کھڑک کھڑک کھڑک کھڑک کھڑک کھڑک کھڑک
میں کیا کیا۔ جن میں رائز کے ساتھ ساتھ تھوڑا سا نہیں



عذر از رسولی، عظمتی آفاق، عقلیه حق، سیما مناف، رضوانه پرس

ہوئے کہا کہ انہم دوستوں کی دوست ہیں، انہیں دوستیاں نبھانی آتی ہیں، میں ان کو تب سے جانتی ہوں جب میری شادی کی مجلس ہوئی گی۔ ان کے ادارے، جلیٹرنگ یا بیہوں کی غسل ہو سب کے سب یا کیرہ کے لیے آسٹین کا روپر رکھے ہیں، ان کے اداروں سے ہم رہنمائی اور کوئی ایسی اور شیت سوچ اور رائے قائم کرتے ہیں، انہم انہم ک سلاست رکھے اور ہماری دوستیاں قائم رکھے۔ (آئین)

میں نے اے کہ میں بھی کی حیثیت سے بات کروں گی کہ جب سے ہم بڑے ہوئے ہیں ہم نے ای کو کتابوں کے گھر میں ہی دیکھا انہیں کام کرتے ہوئے ہی پایا۔ جس طرح وہ لوگوں کے لیے فیش اور ہمدرد ہیں اسی طرح وہ ہم بچوں کے لیے بھی ہیں۔ وہ بھی باہر سے ہیں سنا ہیں وہ اندر سے ہیں۔

طرد آئی اور مراج اگلے دن کو یا سانی دی کی وہ مگر یہ روہ کر میں۔ جو دنی ایک قابل ستائش بات تھی لیکن دوسرے رنج سے اگر دیکھا جائے تو تعجب بھی نہیں آفس میں تو تو سے پانچ کام کردار کام ختم۔ گھر میں کام کرنے کی وجہ سے ان کے کام کو بھی ٹائم نہیں تھا وہ ساری، ساری رات میں کام کرتی تھیں۔ ان کا کوئی اتوار

ایک دوسال کی بات ہیں برسوں کی ششائ ہے، ہمیں بھی انہم باجی غیر نہیں لگیں، اچھا، ابھی ہی لگیں۔ رفعت سراج صاحبہ نے کچھ اس اعجاز سے اپنے خیالات کا اظہار کیا کہ انہم انصار نے نوے کی دہائی میں جلیٹرنگ کے نام سے چھوڑے ہوئے پٹھوں سے معاشرتی برائیوں کی جس طرح نشاندہی کی ہے اس کا جواب نہیں انہم کی خدمات بھلائی نہیں جانتیں، بیہوں کی محفل کا جس قدر انہم نے سجایا اور اسے سنوارا اس کا تو کوئی جواب ہی نہیں۔ مگر ہمیں صرف بیہوں کی محفل یاد دہانی میں یا کیرہ میں انہم کی وجہ سے آئی ہوں مجھے وہی کھانک کر لائیں۔ سحرے دیکھیں نے کہا ہماری دینی کردار سازی میں انہم باجی کا بڑا ہاتھ ہے، ایک دفعہ ہی بات کرنے کے بعد ان سے ایسا محسوس ہوا تھا کہ وہ مجھے کتنے عرصے سے جانتی ہیں یا نہیں کتنے عرصے سے جانتی ہوں، ان میں متناسطیت ہے جو ہر ایک کو جڑو دیتی ہے۔

تقسیم پیارانے کہا انہم سے ہماری دوستی کچھ ہی عرصہ پرانی ہے مگر لگتا ہے کہ جیسے صدیوں پر عرصہ ہو ان کا ادارہ کمال کا ہوتا ہے، اس میں جو آگاہی تھی ہے وہ کسی اور پر ہے میں نظر نہیں آتی۔ عوامی شخصیت کی مالک ہیں۔ سیماء حائف نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے



ہائیک، زہمت امفر، مدارسول تقسیم پیارا

ہماری فطیوں کی نشاندہی کی۔ جو آج کل کوئی نہیں کرتا۔ ان سے یہ پکار خوشید آتی ہے۔ ایک دفعہ کوئی ان سے بات کرے تو وہ انہیں بھول نہیں سکتا۔ انہی انانیت، اتنی چاہت ہے ان میں کہ آپ ان کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ سیماء حائف نے اپنے خیالات کا اظہار کچھ اس طرح سے کیا کہ انہم باجی کی یہ خوبی ہے کہ کوئی ان سے ایک دفعہ مل لے یا بات کرنے کے وہ ان کا ہی ہو جاتا ہے۔ احترام، محبت اور شفقت کے جذبوں سے کوئی یہ دوستی نہیں کر سکتا، ہر تقریب میں وہ نظر آئیں گی۔ مدراء آئی کی ہاتوں لگانا کی راہی۔

اس کے بعد فردا فردا تقریبی تمام ہی راکٹروں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ شاعرہ گلشن فیش نے کہا کہ انہم باجی میری ماں ہیں، میں ان سے ادب کے حوالے سے یا اپنی ذات کے حوالے سے کبھی حضور سے ملتی ہوں۔ اور لیتی رہوں گی میں نے ان سے بہت کچھ سیکھا ہے، ان سے وہ دہائی کی ہیں جو شاید میں نے اپنے بچپن، بھائیوں سے بھی نہیں کی ہوں۔ یہ میرا محبت ہیں۔ رضوانہ پرنس کو یا ہو سکتا کہ انہم ہماری گرو ہیں، ہمیں صرف میں نہیں کہیں گے۔ انہم نے ہمیں بتایا ہے کہ کھانا کیسے ہے، ان کا احسان ہم کیسے نہیں بھول سکتے، لکھنے میں

ساتھ یہ بھی کہ وہ ایک بہت بڑی تقریب رکھنا چاہتی تھیں لیکن آج کل مراج اگل کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ (انہم انہیں محبت کی عطا فرمائے، آئین) ڈاکٹر اذان کی صحت کی طرف سے امید ہو چکے ہیں لیکن سب کی دعائیں ہیں کہ وہ زندگی کی دور قاصدے ہوئے ہیں، انہم انہیں زندگی دے۔ (آئین) مدراء آئی نے یہ بھی کہا کہ انہم کو انہوں نے ان سے کہا کہ کثیر دین رکھی جائے لیکن میں انہم کو الوداع کبھی نہیں کہہ سکتا یا کیرہ اور اسے کے دروازے ان کے لیے کھلیں، ہر تقریب میں وہ نظر آئیں گی۔ مدراء آئی کی ہاتوں لگانا کی راہی۔

اس کے بعد فردا فردا تقریبی تمام ہی راکٹروں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ شاعرہ گلشن فیش نے کہا کہ انہم باجی میری ماں ہیں، میں ان سے ادب کے حوالے سے یا اپنی ذات کے حوالے سے کبھی حضور سے ملتی ہوں۔ اور لیتی رہوں گی میں نے ان سے بہت کچھ سیکھا ہے، ان سے وہ دہائی کی ہیں جو شاید میں نے اپنے بچپن، بھائیوں سے بھی نہیں کی ہوں۔ یہ میرا محبت ہیں۔ رضوانہ پرنس کو یا ہو سکتا کہ انہم ہماری گرو ہیں، ہمیں صرف میں نہیں کہیں گے۔ انہم نے ہمیں بتایا ہے کہ کھانا کیسے ہے، ان کا احسان ہم کیسے نہیں بھول سکتے، لکھنے میں



آمد سارہ (کیرہ)، گلشن فیش (جاسوسی ڈائجسٹ)، مدراء سول، سنی احمد (سلسلہ ڈائجسٹ) زہمت امفر (کیرہ)



انجم انصار، عذرا رسول، عطلی آفاق

مسلل رابلیے میں ہیں، بلکہ بہت زیادہ رابلیے میں ہیں۔

تھوڑی بہت تکلیف بھی پہنچے

اور ان لوگوں سے پہنچے کہ جن کے

بارے میں میری سوچ بھی نہیں سکتی

تھی کہ جن کو میں نے پاکیزہ

میں متعارف کرایا تھا وہ میرے

تعارف بھی قبول کئے ہیں۔

خیر بہر حال کے ساتھ کائنات

ہے، وہی دستور دیا ہے، اور

سب کو خوش رکھے، یا کیزہ

کامیاب رکھے، آمین..... روزگار

تیسرہ نگار ہمیشہ، قاریوں

دعا ہے، ان کے پیغامات اور ان

کی نیک خواہشات مجھ تک پہنچیں

رزقی ہیں، اللہ سب کو یاد رکھے،

اپنے گروں میں خوش رکھے۔

بات چیت کے بعد

تصویروں کا دور چلا، سب لوگوں

کے لئے ایک پڑ مار، بار کر تصویر

لیں۔ (محاف) کیجئے سب کا تو

پیشہ کم میں تو خوب بارے

بھی اور دنیا بھی نیچے، بھی چپ رہے یعنی

بالکل ریاضی میں گئے۔

ماری اور نازک دوسرے سے لے کر خوشی کا اظہار کر رہی

تھیں۔ ایک دوسرے کو اپنے اپنے گھر و گھر کی بیٹیاں

سیریاں دکھا رہیں، اپنے گھر بار کی دیکھ کر ان کی

نہیں آئے، جو جوش آیا ہے تو میرا اب دل کی بی بی

میں نے ہنسنے ہوئے کہا، میرا بانی، دیکھیں ایک

دفعہ اور بلائیں، وہ دراصل اپنے کا امتحان تھا آجانی

دل میں ہو جاتا۔ (حالا کدو دے دیے گئے ہیں ہوا بعد میں

افسوس ہو جاتا۔ (حالا کدو دے دیے گئے ہیں ہوا بعد میں

میں نے اپنے دوسرے کو اپنے دوسرے کو یاد رکھا اور ان کی

دشمنانہ دیکھ کر ہنس پڑا ہوا بعد میں بالکل دیکھ کر

اسے محنت دی اور وہ دوبارہ زندگی کی طرف گامزن ہوئی، ہم

جب اسلام آباد آد جاتے تھے، کسی نڈکی طرح اسی سے ملنے

آئی تھی۔ مجھے اب بھی اس کی محسوس نہیں ہوتی۔

ایک دن ان کا میرے پاس رہنے کو ہونے لگا آیا کر

”بھئی سو کر گئی۔“

آپ یقین کریں، میں یہ نگہ رہی ہوں مگر اب بھی

میری آنکھوں میں آنسو ہیں، اور پھر ہم کافی عرصے اسے

بول نہیں پائے۔ شاید یہی محبت ہوئی ہے۔ آخر میں،

میں نے اسی کو سوجھ کر دے ہونے کو کراہی آپ نے

اٹھائیں سال یا کیزہ کو سنبھالا ہے وہ جوان ہو گیا ہے۔ اب

اپنا خیال رکھ سکتا ہے، اب آپ ہمیں ناغم دیں۔ ہمارے

بچوں کو ناغم دیں، ہمارا بھی آپ پر حق ہے، ہمارے بچوں

سے ملیں۔

پھر میں نے تقریب میں مکرے ہو کر ان کے لیے

تالیاں بجا میں اور کالی دیر تک بجا رہی۔

ای کی آنکھوں میں آنسو تھے لیکن وہ آنسو خوشی اور

امید کی تھے۔

زہرت امیر صاحبہ نے بھی اپنے خیالات کا اظہار

کرتے ہوئے کہا کہ انجمن بانی میری استاد ہیں، ان کا اور

میرا کوئی متعلق نہیں کیونکہ استاد ہر حال میں استاد ہوتے ہیں،

میرہ کی ذمہ داری جو ملتی ہے وہ بہت ہماری ہے،

جس کا اعزاز وہ مجھے دے رہے ہیں، میں اللہ حمد

رکھے اور میں اس ذمہ داری کو اٹھانے کے لیے بہت ارادہ

ملتا ہے، وہ آمین۔

آپ کی بانی انجم انصار نے مختصر کہا۔ ان انعامات

سالوں میں پاکیزہ کو میں نے اپنے بچے کی طرح سنبھالا

ہے، اس میں مجھ کو چاہا ہوا تو میں اس کی ذمہ داری سنبھال

ا کر کھاتا تھا میں ہوا تو پھر میرا ساری ذمہ داری میں نے لی۔

مذرا نے بھی میرے کام میں دل اعزاز کی نہیں کی۔ مجھے

پھر یہ طریقے سے کام کرنے کی اتھارٹی تھی۔ یہ میرا سارا

تھا میرے اور میرے۔ زہرت بہت اچھے طریقے سے اسے

سنبھال رہی ہیں، اللہ انہیں کامیاب کرے، (آمین)

میں وہ سید اقبال، پورو، صاحبہ، مسعودہ، حاج، قیومہ

حیات، سیرا صاف کا کھریہ جو پاکیزہ سے ہنسنے کے بعد بھی

تھا۔ تہوار جب رسالہ پریس میں جا رہا تھا۔ وہ دن اسی

کے لیے کام کی انتظار ہو تے تھے، ہم ہمیں، بھائیوں کو ان

دلوں اسی کے کام کی اہمیت اور ولایت کا ہونا تھا اسی وجہ

سے ہم ان سے ان دنوں ذرا کم کم بات کرتے تھے۔ وہ

ہمارے پاس تو ہوتی تھیں مگر کام کی زیادتی کی وجہ سے

ہمارے ساتھ نہیں ہوتی تھیں۔ ایک دفعہ مجھے یاد ہے کہ ان کا

جلتیک کا مسودہ، جہاں میں نے بڑے دل سے لکھ کر رکھا تھا۔

نہ جانے کیسے وہ کھو گیا۔ پورا گھر ان کا جلتیک کا مسودہ

موجود تھا، مگر میں ایسا ماحول تھا جیسے کوئی کھو گیا ہو، میں

بھائی، میر، شاید اپنے اسکولوں کے ایک تک میں نہ دیکھ رہے

تھے کراہی کا جلتیک کھو گیا ہے اور یہ کدو دار لکھنا پڑے

گا۔ رسالے کا کام نہ جانے والا ہے۔ آخر کار ان جلتیک کے

صغوں کو نہ ملنا تھا نہ ملے۔ پھر انی نے وہ حراہیہ سٹیلے دار

جلتیک رو، رو کر لکھا تھا۔ جس کے بات بتاؤں کہ وہ اس

میں سے سب سے دلچسپ اور مزاحیہ جلتیک تھا کہ جس میں

نے جو حقائق و نکتے تحریر کر کے تقریب کی تھی۔ انا سنا

پاکیزہ کی دیر دیر ہونے کے ساتھ ان کا رشتہ دیر دیر دیر

یاد رہا اور روزگار ان کا نہیں رہ گیا تھا کہ یہ اس سے کچھ بہت

آگے کا تھا۔ وہ کسی کے لیے آئی، کسی کے لیے پہنچ جاتی،

باقی خاندان میں، ہمیں سب کچھ تھا، ہیں اور ہمیشہ ہیں کی

انشاء اللہ۔

ای کو لکھی اپنے کارکن، انجمنی، بیٹوں، بیٹیوں سے اسی

ی محبت ہے جتنی وہ ان سے کرتی ہیں، ان کی خوشیوں میں

خوش ہوتی ہیں، جب کسی کی شادی، بچے کی ولادت،

نئے گھر یا ساری کی جانب بچوں کی تعلیمی قابلیت کے حوالے

سے خبر آتی تھی تو ہمارے گھر میں ایک خوشی کا ماحول ہوتا

تھا، کیونکہ اسی کا آپ سب لوگ حصہ لیتے تھے، یہ بالکل اسی

طرح حسین قاطر ترقی، چاندنی مہراں، خالدہ امیر

شادی سے چندی فرما نہ نازک اور میر کی کی وفات پر اسی

کے ساتھ میری محبت میں روئے ہیں، اس دن ہمارے گھر کھانا

نہیں کھانا گیا تھا۔

مجھے یاد ہے کہ ایک لڑکی ہو، اسی سے بہت محبت

کرتی تھی۔ اسلام آباد میں رہتی تھی۔ ان کی روزگار کر

تھی وہ دین میں کھانا کھاتے ہوئے مل جاتی تھی کہ ان کے



زہمت اعفرو اور انچار (یعنی اختر شجاعت) عذرا رسول اور فرت سراج

☆ مقفلہ حب روابت سونے میں لدی ہوئی
تھیں۔ بیک بک پر ان کا چنگ بیک سینٹ لٹکارے بارہا
قنارہ دروہہ کفر مند بھی نظر آئیں اس لیے کہ ان کی.....
بچی کے جی کا پلاسٹک اس می شام کو کٹ رہا تھا مگر وہ بھر بھی
تقریب میں موجود تھیں۔
☆ تقسیم بارانے آف وائٹ سوٹ پر کالہ مین
رکھی تھی جو پیاری گل رہی تھی۔ دیئے آپس کی بات تاؤں
کہ بائیں اکھی می الا میرے پاس بھی ہے، ابھی دفعہ
دونوں ایک ساتھ بیٹھیں گے ڈن ہوگا۔
☆ عذرا آئی کی ہاتھ کی کھائی پر جوڑ رہا تھا کافی
برا ہوا لقا، اپنے ہرے دوپٹے سے سینک کولا کا چڑا
سارے میلے کافی خرب صورت لگ رہا تھا۔ نظر تک سی
مٹی تھی اس پر۔ ہاتھیں ہٹ کیوں نہیں رہی تھی۔ اس
پر اٹھیں میں سوئی، موٹی انگوٹھیاں الگ روٹیں
دکھائی تھیں۔

☆ ہاتھ لے سردی کی وجہ سے اپنا دوا پنا کر سی
اوڑھا دیا تھا تا کہ اسے سردی نہ لگے۔ بے زہانوں کا خیال
رکھا کوئی ان سے نہ لگے۔
☆ ناہید قاطر حسین کافی دیر سے تقریب میں
بچیں جس کی وجہ انہوں نے لڑکے جام بتائی۔

ہوئے یولیں۔
"میں تو محفل شروع کروں گی....." تقسیم بارا
یولیں دیئے بولنا تو ہم بھی چاہ رہے تھے کہ ہم بھی.....
آواز ملتی میں ہی رو گئی۔
میں جب محفل ہو گئی تب آواز میں ہار پڑ آئی جانے
کی۔ ٹینٹ کی تو کی ہی نہیں ہے، بھی کوا، کو، بھی ہنوا لو،
..... اللہ نے کافی کرم کر رکھا ہے۔
یوں یہ فینٹسکرائی کافی کوئی محبت بھری، محفل جو
آپ کی باقی اہم انصار کے اعزاز میں رہی گئی تھی اپنے
انتظام کو کتنی دلی کی خدات اور کام کو کون کون کتنی جلدی تو
نہیں بھول سکتے بلکہ یہی کہتے ہوں کہ کہ
"یہ دوتی ہم نہیں چھوڑیں گے۔"

عظمیٰ سے پوچھو

☆ اب بچوں محفل سے پوچھ لیایا ہے تو سنو کہ
تقریب میں کون کیسا لگ رہا تھا۔ میں بتائی کسی کو نہیں
ہوں صرف آپ کو بتا رہی ہوں۔
☆ رضوانہ پرس و اعلیٰ نارنگ رہی تھیں جن پر
بہار بھی جھائی ہوئی تھی۔ براؤن ہالوں، براؤن میک
آپ اور براؤن کا ٹیگر پرنٹ سوٹ میں بائیں بائیں جیتی لگ
رہی تھیں۔

میں جرات سے کیا انتظام کیا کیا تھا دیگر اس کی اطلاع دے
رہے تھے۔ ناٹھتے میں علم، سوسے، سینڈویچ اور انفریڈ
پاسٹا، پیٹری، گلاب جاکن وغیرہ سرو کی جاری تھیں۔
عذرا آئی چونکہ میزبان نہیں آئی لیے وہ میزبان کے
فرق اضاعتی انعام دے رہی تھیں، انہوں نے اکی کو
لوذات نکال کر دیے۔ زہمت بائیں بائیں ہار ہار آکر
پوچھتی رہیں۔
دیئے بھی عذرا آئی کی یہ بہت اچھی عادت ہے کہ وہ
کسی کے گھر بھی جائیں تو وہاں پر بھی ان کی شیت ایک
میزبان سے کم نہیں ہوتی، یاد ہے میرے بھائیوں کی
شاریوں کی تقریبات میں وہ ہمارے ساتھ کسی کمرے کے فرنی
طرح می پیش پیش تھیں۔ (عذرا آئی آپ کا بہت شکر ہے)
تھوڑی دیر بعد ہی جائے اور کافی سرو ہوئے تھی،
اختر شجاعت اپنی پیاری بی بی ردا کے ساتھ آئی تھیں،
پیاری کی ردا بہت ہی معصوم کی اور دروازے ناٹھا انٹارٹیم
لی اسے میں کولا میل حاصل کیا ہے (میں سراج
ہوئی کسی نے کہا کہ رفعت سراج بہت ہی شریفی اور آواز رکھتی
ہیں۔ ان سے کوئی غزل سنئی جائے۔



سعدہ بیگم، جمیرا طارق، اہم انصار، عذرا رسول، ڈاکٹر میزبان اور عظمیٰ خان

مزاح نگاری، کمال کی صنف ادب ہے کہ جس میں وہ بات بھی بہ آسانی کہہ دی جاتی ہے کہ جسے سوچنے میں زمانہ لگھیں..... مگر ایسی ششدر زنی بخاطر اصلاح کا فن بھی کسی کسی کو آپ ہے۔ ورنہ مزاح نگاری کو اعمانہ طور پر تحریر ہونے میں دیر نہیں لگتی۔

کرٹل محمد خان اردو مزاح نگاری کا ایک نہایت معتبر و معروف نام ہے اس ماہ اپنا بہ نایق پڑھنے والوں کے لیے ہم نے انہی نامور مزاح نگار کی تصنیف بسملات روی سے تین اقتباس منتخب کیے ہیں جس سے یقیناً آپ محظوظ ہوں گے۔

من آنس

چند روز ہوئے ایک پروفیسر صاحب کا خط آیا، لکھا تھا:

”محترم!..... کسی نے آپ کی جگہ آمد کو بھی مدرسہ میں پہنچا دیا ہے۔ یعنی اس کا ایک باب انٹرمیڈیٹ کے نصاب اردو میں شامل کر دیا ہے، لیکن مرتبین مرنے نے آپ کا تعارف صرف دو سطروں میں کر دیا ہے جو طلباء کے لیے کافی ہے۔ بچے احتجاجاً توں میں ایک سوال پوچھا تھا۔ ”جنگ آمد کے مصنف کے حالات زندگی میں سطروں میں بیان کرو۔“ ایک امیدوار کا جواب نا محظوظ ہے۔

”محمد خاں کے بچپن کے حالات پر تاریکی کا پردہ چاہا ہے، جب جوان ہوا تو دوسری جنگ عظیم چھڑ گئی اور یہ اسکول سے بھاگ کر فوج میں بھرتی ہو گیا اور نیم لقمیں ہو کر صبح پانچا۔ وہاں اس نے کشتوں کے پٹے لگا دیے۔ پھر جنگ ختم ہو گئی تو اسے فوج سے نکال کر گھر بھیج دیا گیا۔ اس نے غصے میں آکر ڈاکے ڈالے شروع کر دیے مگر ڈاکو شریف نکلا یعنی امیروں کو لوٹا اور غریبوں میں بانٹ دیا۔

مزاح نگاروں کے درمیان بہت امتداد ہے اپنے مخصوص لسانی لیے، منفرد اسلوب، قلم کی پاکدستی، فنکارانہ ہنرمندی، مشاعرے پر مضبوط گرفت اور ذاتی تجربات کو لطافت اور کشش سے پورے اہتمام کے ساتھ بیان کرتے ہوئے اہم انصاف صرف یہ کہ اپنا مقام بنانے میں کامیاب ہو گئیں بلکہ مظلوم مزاح کے میدان میں آئے والی نئی لڑکیوں کے لیے ہوا کہ وہ ٹرکھٹ اور جات بخش بھوکا بابت ہو جس جوتا ڈور فرحت ہی نہیں بھٹا آ کے بڑھنے کی گھن، اسگ اور حوصلہ کی عطا کرتا ہے۔

ایک نئی کمی نیلی

امضہ حماد

یوں تو لا مائل بہت کچھ رہا پر فہرست ری کی تیری کچھ لوگ جتنے اچھے گتے ہیں، وہ اتنا ہی اچھا بولتے بھی ہیں جن سے بات کر کے بھی اجنبیت کا احساس نہیں ہوتا کچھ ایسا ہی میرے ساتھ بھی ہوا۔ میں نے جب پا کیزہ میں جاب کی تو بہت عرصے تک میرا اہم انصاف کے ساتھ رابطہ نہیں ہوا تھا۔ ایک خوف ساز جتا تھا لیکن جب اہم سے بات ہوئی تو بالکل بھی جگہ نہیں ہوئی۔ انسان کو بچانے کے لیے اس کی چوٹی، چوٹی یا تین ہی اس کا خاکہ آپ کے ذہن میں یا آپ کے سامنے بناتی ہیں اور اہم کا ہر کسی کے لیے بالکل ایسا ہی ہے جیسے وہ ایک ناکور رہنے دار ہوں کی فحشیت کا اہم جڑ ہے اور یہ سادگی اور ان کے لینے کام سے اپنا انداز، چٹائی کے ساتھ جڑے رہنے سے ان کی شخصیت کو کار میں بہنوں کے لیے پراثر پسندیدہ بنایا ہے۔ اور اسی لیے ہماری بہنوں نے اہم کے پا کیزہ سے آگے بڑھنے پر اتاری ایک ناکور لوگ تو آتے جاتے رہے ہیں۔ پا کیزہ نے اہم کو اور اہم نے پا کیزہ کو ایسا ساتھ دیا ایسا بڑھایا۔ بقول شاعر میری تخیل میں حصہ ہے اس کا بھی قرار میں اگر اس سے نہ ملتا تو ابھورا رہتا ☆☆☆

☆ سیرا مناف کا بیک بال کیا تھا جو ان کے گرم جڑے کے ساتھ چنگ ی تھا، ایک ساتھ ہی لیا ہوگا۔ ☆ سیرا رضا مجھ سے بولیں۔ ”تمہیں ریڈیو میں بلاؤں گی جاؤ گی، میں نے کہا بالکل گھر میں کوئی کام ہی نہیں ہوتا۔ کیاں مانی ہوں، آ جاؤں گی۔“ جس پر وہ مکرانے بغیر نہ نکلیں۔ ☆ نہایت امزگی سے پا کیزہ کے لیے مشورے لکے رہی ہیں جو انہوں نے انہیں دے دیے۔ ☆ علیحدہ علیحدہ کی طرح مبار شکاری نظر آئیں، پریشانوں میں سے فوراً نکل آئے گا آتے آئیں، ان کے مہاں مر تادق کچھ بنارے۔ انشا اللہ صحت دے، آئیں۔

☆ آفس سے وابستہ آزاد جتنے دیکھ، دیکھ کر مسکرائی تھیں، شاید میں نے ایک آپ زیادہ کر لیا تھا ورنہ اور تو کوئی دیکھ نہ سکتی۔ ☆ نعت سراج آٹھیں بند کر کے گا نا گاری جس۔ شاید ایسے کا ہے ہوں، میں آتا ہوں سے ہاں۔ ☆☆☆

مردوں کے راج میں اردو طنز و مزاح پر راج کرنے والی خانوں مزاح نگار ”انجم انصاف“ شائستہ زبین

شائستہ زبین نے ایک اخباری مضمون میں اہم انصاف کو کچھ اس طرح سراہا ہے۔

”اردو کے شعری و نثری ادب کے سفر میں خواتین مردوں کے مہر کا رہی ہیں اور خاما کا بھی کی ہے لیکن مظلوم مزاح و مصنف ادب ہے جس پر قاضی سفری سے مردوں کا راج رہا ہے اور انہوں نے اس صنف پر کھ کر شہرت بھی خوب کمائی لیکن مزاح لکھنے والی خواتین کی تعداد اسے بھی شک سے برابر ہے اور جو کچھ رہی ہیں وہ بہت کم کچھ لکھتی ہیں اہم انصاف وہ واحد خاتون مزاح نگار ہیں جو مسلسل کئی برسوں سے مزاح لکھ رہی ہیں۔

اردو مزاح کی تاریخ ہو یا انشائیہ نگاری کی ان اصناف پر برسوں مردوں کا راج رہا ہے ان ہندو

حکومت کو یہ بات اچھی نہ لگی اور اس کے پیچھے پولیس لگا دی گئی لیکن یہ اس کے ساتھ کی سال آٹھ بجوئی کیٹا رہا۔ آخر ایک بھیدی نے اسے پکڑا دیا اور صدر ایوب نے اسے تھل میں ڈال دیا۔ جب اس نے دیکھا کہ کیٹل سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں تو تنگ آکر جگ آگ لگے ڈال۔ مصنف تو یہ جیسا ہے سو بھڑکاؤ کو بارعب ہے، یہی کو بچیں ہیں۔“

خاتمہ کرنے سے پہلے پروفیسر صاحب نے لکھا۔ ”مجھے شبہ ہے کہ آپ کے سوانح حیات میں کسی مقام پر آپ کا کوئی مہم نام شریک ہو گیا ہے، براہ کرم صحیح حالات زندگی لکھ کر منوں فرمائیں ورنہ طلبہ کو 15 نمبروں کا گھانا ہے گا۔“

پروفیسر صاحب کو تو ہم نے ایک مناسب جواب دے دیا لیکن یہ حسرت دل ہی میں رہے گی کہ کاش یہ انسانی حالات صحیح ہمارے ہوتے ورنہ بھی ہماری حالات اپنے نام سے جیل کے اندر یا باہر ہو گئی تو وہ ہماری بے رنگ اور جبر زندگی کر دیکھ کر نہیں بخاطر پر طعنہ دے سکے گا کہ

کس منہ سے آپ کو کہتا ہے جگ باز

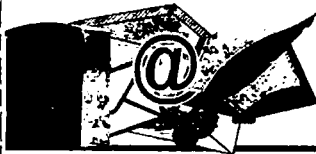
کے لیے یہ مشرقی ادا نہیں جتنی اجنبی تھیں، اتنی ہی
وکل تھیں۔ سمجھو سا ہو گیا اور اپنی.....رقاصاؤں کو
دھنکا بھول کر چلا اٹھا۔ بیوٹی ٹل.....
بہیں ٹلی ہوئی کہ پاکستانی تھیں شلوار.....اور
دو بچے کے متعلق ہمارا حسنیٰ عمن بجا تھا۔

کاش کا رنگی پاکستان سے بھاگا ہوتا

لوہن کے بعد ہم نے لاہوری دیکھی لیکن
لاہوری میں وہ بات نہ پائی جو دہلی کے لوہن کے
میں پائی جاتی تھی بلکہ یہ برطانیہ کی لاہوری تھی
جس کی حالت ذرا عجیب نظر آئی۔ اسے دیکھ کر بڑا
اعظمیان ہوا کہ وطن عزیز کی لاہوری یاں کسی ایک
برطانوی لاہوری کا مقابلہ تو کر سکتی ہیں۔ چنانچہ
تھوڑی دیر کے لیے ہم بھی سر اٹھا کر چلنے کے قابل
ہو گئے مگر بہت تھوڑی دیر کے لیے کیونکہ ہماری اگلی
منزل ایک ایسے محل کتب خانہ تھا جس کے سامنے
یا جس کے خالق کے سامنے چاروٹا چادر برہنہ کمر
پڑتا تھا یہ تھی سنٹرل لاہوری اور اس کا پانی تھا
ایڑو پر کار بھینی.....وہ دریا دل خوش جو لوہن
میں ایدین براسے بھاگ کر امریکا میں دل چسپ بننا
تو اپنے بچپن کے شہر کو کلمہ دواش کا یہ اصول قید پیش
کیا۔ ہمارے دل میں پھر وہی حسرت بیدار ہوئی کہ
کاش یہ شخص پاکستان سے بھاگ کر گیا ہوتا۔ گوہن
کو لاہوری کا قہقہہ دینے کے لیے لازم نہیں کہ ایک
دفعہ وطن سے ضرور بھاگا جائے۔ ملک کے اندر
کھائے ہوئے کرڈوں سے بھی اتنی ہی خوب
صورت لاہوری میں مل سکتی ہے جتنی کہارتیگی نے بنائی
تھی۔ ہمیں حال میں یہ کار دیکھی کی مثال دے کر
اس کا بھرپور لیے اشتعال تو دلا دیا ہے۔ اب
مستقل ہوئے پاکستانی کرڈ پڑتی کا کام ہے۔

☆☆☆

اے رویہ! تجھ سے تو یہی نہ ہو سکا.....
(عظیم شاعر سدا سے معذرت کے ساتھ)
**زلف سے بڑھ کر نقاب اس
شوہر کے منہ پر کھلا**
اسنے میں کار کا یک عمارت کے سامنے رکھی جس
کی پیشانی پر کھسا تھا کاش کا کاش کا لاہوری۔ یہ
ہماری سرورشا کی پہلی منزل تھی اندر گئے تو دفتر میں
ایک ایڑو عمر کی ایک معجز صورت خاتون تھیں جس کو
لاہوری میں کاشی اور تھی.....شہرڈ نے ہمارا تعارف
کر لیا تو حیرت سے ہمیں پاکستانی پا کر قدرے فائلو
شفتت سے تجریت مزاج ہو گئی اور پھر ہلاتا ہوا چہ
شفتت بھی بیان فرمادی یعنی یہ کہ آپ پاکستان
داماد کی خوشدھن تھیں۔ لہذا ہم سے ایک رشتے، ایک
نسبت محسوس کرتی تھیں اور جوا ہا ہم نے بھی رشتے
دار کا اقرار اور اظہار کیا۔ اگلی بیٹھے ہی تھے کہ
ایک تو جوان اسکاچ لڑکی تھیں شلوار پہنے مسکراتی،
مسکراتی کمرے میں داخل ہوئی۔ ہم تجرے مد کی بیٹی یا
جہان سے اندھے پاکستانی بھائی کی بیوی کی لیکن اس
تجربہ ساز بات صاحبزادی کا پاکستانی بہنوئی تھا
بلکہ پاکستانی تھیں شلوار میں لپٹے ہوئے۔ ہم سے فوراً
شہرڈ کو پورے رخ کے ساتھ اپنی خود تین کا تو کی لباس
دکھایا۔ لڑکی نے لباس کی تعریف کو اپنی تعریف بھی
سمجھا تو خوشی میں اٹھ کر پیشانی کی لٹ جھٹکا کہ
فیٹن پر بڑی ادا کے ساتھ اپنے گرد چکر لگا کر دکھایا
گویا کہتی ہو۔ ”اب دیکھو۔“ پھر اپنی موڈ میں دہنوں
کی طرح دوپٹا اوڑھ کر لپٹ لپٹ بچھڑتے ہوئے
اور پھر ذرا اوپر اٹھا کر حاضرین کو دکھایا جیسے کہتی
ہو۔ ”یہ بھی دیکھو۔“ اس کے چہرے پر لٹوں کی بجا
بھی دوپٹی تھی لیکن جس سے ان کے شہون کا نہ ہوا
اوڑھ کر گھونٹ گھٹ کا کو نہ سمجھیا تو غالب کو کہ زلف
سے بڑھ کر نقاب اس شوہر کے منہ پر کھلا.....شہرڈ



بہنوں کی محفل مدبرہ

خدا کرامت کے لیے، اب اس کے 662 جی پی او کر پٹی 74200 @jdpgroup@hotmail.com

پیاری پا کیزہ، بہنو! السلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہ
تمام تقریریں اس رب العزت محل شانہ کو یاد ہیں جو ہمارا دل کا عین پرور کر رہے۔ دو وعدہ دار شریک سے..... اور دو ٹا
درو دو سلام رحمت اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ جن کی آمد سے جہالت و ظلمت کے آخری سرے پہنچے اور دنیا
میں حق کا پول ہلا ہوا۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ ہم کو ایمان کی کٹ و دوپٹی کے ساتھ دونوں جہاں میں سرخروئی نصیب فرمائے
اور اپنے عزیز خاص سے وہ سب بھگھو دھارے جو ہمارے حق میں بہتر ہو (امی ٹیٹن)

☆☆☆

پاکہ باتیں انہی بہنوں سے

پیاری بہنوں سلام اور پھر طوطا دو عین لیے آپ کی پیاری باتیں محل میں مگر حاضر ہوں، آپ لوگ اس دفعہ کے شمارے میں
انجم انصار کے ساتھ ایک شام منانے کی تقریب کا احوال پڑھیں گی اور نصیر یوں سے محفل اعمدہ ہوں گی۔ بہنوں یہ میں عین
جاتی ہوں کہ سرورج صاحب کی بی بی، بی بی بدلی ہوئی پیاری کی کیفیت میں، میں اس طرح جلاڑ ہوئی ہوں مگر سارے بہنوں کو یہ
انتقاد تھا کہ انجم انصار کی اپنی طوطی رفاقت کے بعد پا کیزہ سے ایک ہوا جانے پر کوئی اللہ واپس پارتی نہیں دیتی گی۔ روائی اللہ واپس
تقریب تو تھیں کہ کوئی بھی نہیں کیونکہ یہ قرآن کا انکار سارا تھا۔ اب اس کے بعد کیا تو اپنے ادارے سے کوئی اللہ واپس ہوتا بلکہ
بجوری کی بنا پر ایک ہوا پڑتا ہے جیسا کہ انجم کو ہوا پڑا کہ ان کو ان کی ہدایت کے مطابق ان کی محبت کی اس باتیں نہیں دیتی کہ اس
کا م کو حیرت جلدی دیکھیں۔ تو میں نے اس صورت میں میں سوچا تھا کہ ایک شام سارا دروازہ کھول دوں اور میں گئے اور انجم کی
ایک غریب سے سب اپنے اپنے خیالات کا اظہار کریں گے لیکن اس وقت کی تقریب میں میں نہیں رکھ رہی تھی کہ کون سا صاحب کی
طبیعت کس طرح خراب رہے گی ہے اور کسی کی دل میں تو یہ زیادہ خراب ہو جائے کہ کہیں ضروری کی شرکت بھی نہیں کر پائی ہوں
ایسے میں، میں اپنی تقریب سے کہیں نہیں کہیں گے کہ اس مسئلہ جاری رہے تاہم میں نے یہ بھی ہونے سے چائے پر انجم کے
ساتھ ایک شام منانے کا فیصلہ کر لیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہی کہ اس میں کوئی رکاوٹ نہ آئے۔ اس طرح یہ تقریب منتقل
ہوئی جس کا احوال محفل کے سب سے شمارے میں آپ پڑھ سکیں گے۔

اسان کی ہر خواہش تو پوری نہیں ہوتی، جیسا میں ہر دور کی دیا ہوا محفل نہیں ہو سکا اور تھکی رہ گئی لیکن باز مدد محبت ہائی.....
جو تین بجوری کی بنا پر شرکت نہیں کریں گے وہ دل میں خاص طور پر ہمزہ مہم سے نہ آئے گا کہ اس سبب۔ اللہ کریم ان کو جلد
صحت یاب کر دے اور ان کی تقریب میں ضرور آئیں۔
اچھا بہنو! اب چاند تویں۔ انشا اللہ اللہ! دعا کرتا ہوں کہ انہی اپنے یادوں کا اور اپنے کا دل کا کھل جائے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرما۔
اللہ تعالیٰ..... دعا کرتا ہوں۔

☆☆☆

جی تو پیاری بہنوں پا کیزہ بہنوں کے جذبات سے لبریز پیارے قارئین! کہیے کیا حال ہیں، اب ماہ کے شمارے

کے اعزاز میں جو خوب صورت قریب منصفی کی اس میں شرکت کر کے بہت اچھا لگا۔ انگریزی کی شان میں سب رائلز نے بہت خوب صورت محلات اور کتب خانوں کی تعمیر بھی ان کی خدمات کے اعتراف کے علاوہ ان کے لیے ایک عجیب قنادانی کی حکمت اور دینی کا کوئی عمل نہیں۔ اللہ ان محنتوں کو بیش کام رکھے، اور ہم سب ایسی خوب صورت شاموں کا کھلے اٹھاتے رہیں۔

نہت کے بعد اس وقت (۱۸۸۷ء) کا کچھ یاد ہے۔ سنی تہذیب کو انشا اللہ بڑی کامیابی سے سرحدیات کے قلم ہونے کے

فرد اور سال کر رہے۔" (شکر)

سجائی کو دوستی کا لبادہ نہ بنادیں۔“ (عقلمند آپ کے جذبات قابلِ قدر ہیں، بہت نوازش)

[illegible]

چل دی۔ مسلمان تو ہم سب ہی ہیں کوئی اور کافر ہے۔ اسے بھڑے جہیز میں اعزاز میں ڈک کر آپاں بائیں ہوش میں آ کر رکھ گئے
 چاروں طرف روشنی پھیل گئی اس پر اٹھ بیٹھیں گئیں اس پر کل کرنے کی طرف مائل ہو گئے۔ (میں نے) حضرت سراج کاکل کو روک کر آپ نے فرمایا،
 اے اٹھ کھڑے ہو جیسے تھے اور اور اس کے ساتھ چلے۔ اس کو رکھ کر اٹھنا چاہتا ہے تو میں بھی سمجھتی ہوں کہ وہ چلے کر کوئی دیکھے اسے اتنا شاعر جیسے
 ہر دل کی کوئی ہواں ہے۔ ہر ملک باہر۔ ہر زبان کی دشمنی میں ٹھیک ہی ہے۔ ہر جہیز پر ہم کوئی کورنٹ سے اس کو کھینچ کر لے آئے۔ یہاں تک کہ وہ بہت سے ہوش و صورت
 میں شہر کو دیکھ کر ہلکا ہوا۔ اس پر اس نے کہا: یہ شہر کا ہے۔ یہاں تک کہ وہ کھینچ کر لے آئے۔ یہاں تک کہ وہ بہت سے ہوش و صورت
 اعزاز میں نکلا۔ فصل بہت دل کوئی شہر میں حیدر کی امرت چلے گا۔ ہر کوئی ہواں میں تانیں گی یہی شکل کی ہے۔ یہاں تک کہ وہ بہت سے ہوش و صورت
 حضرت یوسف، قلعہ شاہد کی تپاؤ پر آخر میں گئے۔ یہاں تک کہ وہ کھینچ کر لے آئے۔ یہاں تک کہ وہ بہت سے ہوش و صورت
 احوال میں نہ لے سکے۔ اس پر اس نے کہا: یہاں تک کہ وہ کھینچ کر لے آئے۔ یہاں تک کہ وہ بہت سے ہوش و صورت
 گھڑے سے کار لے کر اپنے گھر میں آئے۔ (شاہد شاہ) میں جب یہی ہے۔ یہاں تک کہ وہ کھینچ کر لے آئے۔ یہاں تک کہ وہ بہت سے ہوش و صورت
 ہوئی تھی، مگر میں نے اپنے آپ کو کھینچ کر لے آئے۔ یہاں تک کہ وہ کھینچ کر لے آئے۔ یہاں تک کہ وہ بہت سے ہوش و صورت
 میں گھر گیا۔ اس پر اس نے کہا: یہاں تک کہ وہ کھینچ کر لے آئے۔ یہاں تک کہ وہ بہت سے ہوش و صورت

نمبر دو ہر ماہ دیتے جاتے ہیں اور ہم فون پر ضرورت کرتے ہیں۔ کوئی بھی ادارہ جان بوجھ کر اپنی اور معافی کے ساتھ خراب نہیں کرتا۔ ادارہ کی زیر نگرانی ہر تحریر کو خوش آمدید کہتا ہے۔ مگر سب کو اپنی اپنی اخلاقی ذمہ داریوں کا ضرور پاس ہونا چاہیے۔

[illegible][illegible][illegible]

زیرِ چترِ خاں، بہار ہو گئے۔ ”ہائی وے تو اسے دلف کھی سارا پکیزو، بہت محو ہے۔ ایک سیرافا کی کہانی
ساتھ اس کی شوگی گف، یہ ہے علاحدہ کیے ہوئے۔ آج کل کے اداکار دور میں شاید ہی سیرافا کی نہ ہو اور اڑتے اداکاروں کی
ساتھ ساتھ جو ہا جسے اس نے علاحدہ سرور اور گزشتہ فزائت پہنچے آپ آگے، اے فیصلہ تیرہ کردی گی۔“ (اسی ضرور
کریں..... آپ اس فنکار کے غنڈہ کیجئے، یہ ہے پہلے ہی بات کی گئی آپ کو کہنے کے حالات جانے کو لانا دو رہا ہے، یہیں
اور آنکھ دانا، عالمہ راہیجی آپ کی کڑی کرادیں گے۔“

☆☆☆

اچھا تو بیہودا ب اجازت دیں کہ آپ کی آنکھیں نالِ حال تھک گئی ہوں مگر نہیں..... ستنے پیارے، پیارے شہم جیسے
 غلوں تو تڑکی دیتے ہوں گے ناں..... سن بیٹوں کے ہانے گئے ان سے صبر نہ کی..... اگلی دلف پہلے آپ کی مثال ہوں
 گی۔ پر غلوں و دعاؤں اور نیک خواہشات کے ساتھ نیک طور پر خدا حافظ کرتے ہیں۔

پرو دگار عالم ہمیں راہِ ہدایت پر چلا، اپنی عطا، اپنے کرم، اپنے جود کا کیم پر جاری دسماری رکھو اور دھاراِ خاستہ بالِ خیر
 ہو، جسکے تہرج پر بقا رہے جو تیری سیم ہے، تیسیم ہے، خیر ہے۔

آپ کی خدمت کے کابل
 ذہبت امین

پاکیزہ میں خط لکھنے کا پتا
 مدیر و ماہرہ پاکیزہ، 63-C، ٹیڑھ III، نیشنل سٹیشن، انٹرنس - میں کوئی روڈ - کراچی۔ پوسٹ کوڈ 75500
 فون نمبر 021-35804200، 021-35386783، 021-35802552 EXT 107, 118



حمد

ہر قدم ایک امتحان ہے ہر گزری ایک امتلا
مٹکھیں آسان کر دے اسے مرے ربّ علی
تیرا کرم تیری عطا، منتہا ہے تو بھگتی دعا
سب ہی کا ایک رازِ حق ہے، وہ بادشہ ہو یا گدا
پھولوں کی ایک رنگیں تپا پیٹے ہے سارا گلستاں
یہ جیگا آ آسمان تاروں بھری جیسے ردا
میں تو غم کر رہی تھی سناڑوں کے درمیاں
تیرا کرم محدود ہے دی تو نے سکون کی ہر دوا
لفظ و کرم بھٹی ہے کر، وہ طالب انوار ہے
ظاہر نہیں تو خواب ہی میں طور کا جلوہ دکھا
کلام: یحییٰ احمد کراچی

نعتِ رسول

مری زندگی مری ہر خوشی
تری یاد کی ہے یہ روشنی
مرے تائیں حیات پر
ہے کی ہوئی سب روشنی
کوئی درد ہو کوئی غم ہو
ترتیب لب ہے جزا کیا
ہوئے دور دور کے سلسلے
کوئی روشنی ہی چمک گئی
ذکال زندگی کوئی پاک
ذہن حال تیرا سا آسکا
تو حسینوب کریم ہے
ترتیب مزیت کی چاندنی
دی سامعین وہی راتیں
جو جبرے میرے گزرتیں

وہی رازِ دل بس ہوئی
وہی مہر جاں دی آگئی
کوئی نذرِ جان بھی کروں تو کیا
نہ ظلمی دل نہ دقتاے جاں
وہی دل زار ہے
وہی صحرائیں وہی غاشی
کلام: فریدہ ہاشمی کراچی

عقیدت کے پھول

نظروں میں بس ہے تصورِ حرم کی
طالب ہوں میرے مولیٰ بس تیرے کرم کی
ہر راہ جاتی ہے یوں جانبِ حرم کی
چنچوں جو دہاں تو بارش ہو کرم کی
سر رکھ دیا ہے چھکت پر حرم کی
کے کروں حریف کیاں تیرے کرم کی
اُفتی ہیں لٹھیں جب سمتِ حرم کی
رکھی ہے فیا ہر سو تیرے کرم کی
عقیدت گزار، عالیہ فیاض کراچی

نعتیہ کلام

بڑا لُغت دتا ہے نامِ محمدؐ
قلب و جاں سے ہے پیارا نامِ محمدؐ
چرے جاذب میں اس انمولِ شمس کو
بنایا جس سے مصور کائنات نے ہمارا محمدؐ
چنگی رہوں میں صدیوں تک ان گلیوں کو
قدم، قدم رہے ہیں جن میں آتا محمدؐ
بڑی ہی جاہت ہے مجھے اس شہر سے عظمیٰ
جس میں ہیں وہ بڑے سکون سے دلائے محمدؐ
عقیدت گزار، عظمیٰ زہری اوسٹنبرگ

نیت

محبت کی نمازوں میں نیتِ خالص ہی رکھتے ہیں
یہاں نکتے وہاں نکتے سے نیت ٹوٹ جاتی ہے
نمازیں چھوٹ جاتی ہیں.....

از: فرخ طاہر ملتان

باتیں یاد رکھنے کی

☆ محبت بانا ہر ایک کے لیے گمنام نہیں محبت پہیلانا
ہر ایک کے لیے گمنام ہے۔
☆ خوش اخلاقی پر کچھ فرض نہیں ہوتا بلکہ آپ کا
دکار بہادری ہے۔
☆ انسان کو باوجودِ صبا کی طرح ہونا چاہیے کہ ہر کوئی
اس کے آگے نہ اٹھتا غبار ہے۔
☆ اللہ تعالیٰ سے معاملہ درست و معوج ہو وہ دیتا
ہے تو کوئی روک ہی نہیں سکتا۔
☆ دل کی سلیف پر لکھنے سے پہلے یہ سوچ لیں کہ یہ
فعلِ حاتمہ نہیں بنتا۔
☆ کسی کا دل نہیں دکھاؤ ہیسا نہ ہو کہ اس کے آئینہ
تہرے لیے سزا میں جائے۔
از: پروین افضل شاہین، بہاول نگر

اداس موسم

اداس موسم
اسے میرے وہم
دُغم بھی دیر تو یوں مسکراتا
کہ جیسے کوئی دعا ہو
دعا وہ جس کی قبولیت کا تو قیامتیں ہو
اداس موسم میں مسکراتا
اداسیوں کو کی تم سکھاتا
کہ کوئی موسم اداس نہ ہو

شاعرہ: شائش کراچی

گفتگو کا سلیقہ

ایک دفعہ ہادون رشید نے خواب میں دیکھا کہ
میرے بہت سے دانت ٹوٹ کر گر پڑے ہیں، صبح تو میری

حالوں کو بلا کر خواب کی تعبیر پوچھی۔ ایک شخص نے کہا
آپ کے اکثر عزیز آپ کے سامنے مر جائیں گے، یہ
بات ہادون رشید کو اس قدر ناگوار لڑی کہ اس شخص کو اسی
وقت دوبار سے لکھوا دیا۔ پھر دوسروں سے پوچھا اور جواب
سے تاخوش ہو کر یہی سلوک کیا۔ آخر ایک موقع شاس
در باری نے عرض کی جہاں نہ..... حضور کا خواب بہت
مبارک ہے جس کی تعبیر یہ ہے کہ حضور کو کسی کی عمر عطا
فرمائے گا کہ حضور کے جیتنے کی شاہی خاندان میں شادی
اور کم کی اکثر نہیں انجام پائی گی۔ دانا کے جواب سے
ہادون رشید خوش ہو گیا اور انعام و غفلت دے کر ارشاد
فرمایا: میں خوب سمجھتا ہوں کہ مطلب سب کا ایک ہی ہے
مکہ بیان کرنے والا ملک جہاں ہے۔ آخری در باری کو
مٹھکو کا سلیقہ ہے جو پہلے والوں میں نہیں، اسی لیے ان
کے ساتھ یہ بدسلوکی کی گئی ہے۔“

از: عامرہ لاہور

غزل

کبھی میں سنور کے جو آگئے تو بہارِ حسن دکھا گئے
مرے دل کو داغ لگا گئے یہ نیا شگفتہ دکھا گئے
کوئی کیوں کسی کا لبائے دل کوئی کیا کسی سے لگے دل
وہ جو جیتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے
میرے پاس آئے تھے ہم وہ جانا نہ ہوئے تھے تکیہ دم
یہ دکھایا چرخ نے کیا سقم کبھی سے آگئیں چھا گئے
جولائے میرے جسے نہ سب کی لب کی بل سے دل
جو غم و تھاواں آگئی یہی تھا وہ بھی غم و دل کو ڈھا گئے
بندے کیوں نہ تھوڑی بھڑکی میری نہ تھوڑی ان کے گئے گئے
وہ جو کاکس میں بڑی، بڑی وہ انہی کے بچے میں آگئے
انتخاب: نصیر آباد اس اہلحد

غائب دماغی

ایک پروفیسر صاحب گھر کے پڑاؤ سے میں داخل
ہوئے تو ان کی بیوی نے باہر پرک پر بھاگ کر دیکھا۔
"ارے آپ کا کار کہاں چھوڑ آئے؟" بیوی نے
حیرت سے پوچھا۔

بچپن

انسان کی زندگی کا بہترین دور جو سب سے خوب صورت اور حسین ہوتا ہے، بچ ہونی کو کہنا چاہئے، ناشیا کیا، تیار ہوئے اور اسکول چل دیے کھانے کی پمٹی ہوئی ڈبا کھال کے کھائے لیپانی پلا اور دوبارہ بڑھائی کے لیے تیار نہ کسانے کی فکر اور ذرخج کی سوچ، شام کا بہترین وقت بھائی بہنوں کے ساتھ میل کر تمام کیا۔ دوبارہ کھایا اور سو گئے۔ روشن لائف کا بھی ایک ایسا ہی الگ مزہ ہوتا ہے۔

بچپن کے دن جھلا نہ دینا آج بسنے کل کھلا نہ دینا اور اڑنے دو پردوں کو ابھی شوق ہوا میں بھر لوٹ کے بچپن کے زمانے نہیں آتے۔ جب وہ بے گری کے دن یاد آتے ہیں، بے ساختہ یہ مصرع زبان پر آ جاتا ہے۔

گوئی کو تار سے میرے بیٹے ہوئے دن
تجربہ فرید، فضل ڈلاس، پاپائس اسے

غزل

پھر سے دل گرفتہ ہوں
بد حال اور شکستہ ہوں
جو کسی کو نہ آئے
یاد وہ گم گشتہ ہوں
نہ میرا تذکرہ کوئی
ہے اس کی نرم باتوں میں
میں کہ اس کے آگہن کی
محبت گزشتہ ہوں
دُغم، دُغم ہوں میں بھی
کسے جانے کا کوئی
دیکھے میں تو اے صاحب
میں گل بدن گلشن ہوں

شاعرہ: سیدہ علیشاہ، جہاں پور
☆☆☆

کراہیں کوڑے ہوئے نیوں میں گھرے
گھرے گھبرائے ہوئے پاؤں ہی ہوا کرتے ہیں
ابنیں شہروں کے دھولوں میں بڑے
خوف اور عدم تحفظ سے چراتے ہیں نگاہیں
اور کہیں اور ہی جا پڑتے ہیں
کب تک کون نہیں کھٹے گا جہاں میں محبت کے سوا
اور کسی روز میں ہی کے کی کھڑائی حافظ
ہم جو لوگوں سے چھٹکے ہیں تو مجبور ہی ہے
ہم جو رستوں میں پھٹکے ہیں تو مجبور ہی ہے
ہم سفر ہیں ہر کی جان مسافر تیرے
ہم اگر کچھ سے بچھڑے ہیں تو محسوس ہی ہے

کلام: راہب فرراز
پسند: ناصر شاہین اعوان، واہ کینٹ

ڈراہی دیا تھا

ایک صاحب جد بترین اور جد جیتی کار میں اپنی
محبوبہ سے ملے گئے۔ اسے کار میں بٹھایا اور شہر سے باہر
ایک پُر نعمت مقام پر پہنچ گئے۔ ایک گھنٹہ گزارنے کے بعد وہ
بھگانے ہوئے شہر کی طرف لوٹے۔

”میں تم سے کیا کہوں کر۔۔۔ آج نہیں تو۔۔۔ کئی یہ
حقیقت کھلی کہ میں۔۔۔ شادی شدہ ہوں۔۔۔“ محبوبہ دُش
کر بولی۔

”تم نے تو مجھے ذرا ہی دیا تھا میں بھی کہ تم یہ کہنے
والے کو دیکھ کر ہنسا ہی نہیں ہے۔“

نشادی

پارک میں بیٹھے پائس کرتے مگر آے اچانک محبوبہ
کسی بات پر دھڑک کر بولی۔
”ڈیکھو مجھے اتنا تک نہ کیا کرو نہ میں شادی کے
بعد گن، گن کر بد لے لوں گی۔“
”کس سے؟“ محبوبہ نے بڑی مصمیت سے
پوچھا۔

”تمہاری بھی شادی طے ہو گئی ہے کیا؟“
مرسلہ: عربیہ ناز، کوئی

ماہنامہ پاکیزہ، فروری 2018ء

اس دل کو چیر کے آتی ہیں
جب آکھ کے اندری آئسو
زنجیروں میں بندھ جاتے ہو
سب چہ بڑوں پر چھانچا تا ہو
جب یاد بہت تم آتے ہو
سرد و کھٹم بگی مرودت

سنہری کنپیں

☆ ہر اوقات وہ شفاف آئینہ ہے جو بہت سے
چہرے واضح کر دیتا ہے۔
☆ کائنات میں کوئی اتنی شدت سے کسی کا انتظار
نہیں کرتا۔۔۔ جتنا اللہ اپنے بندے کی قویہ کا کرتا ہے۔
☆ خوشی میں کوئی دوست شامل ہوتا خوشی بڑھ جاتی
ہے۔ اور غم میں ازل و مدت ساتھ ہے تو گم گشتہ جاتا ہے۔
☆ ایسے دوست آکھ اور ہاتھ کے مانند ہوتے ہیں،
جب ہاتھ کو تکلیف ہوتی ہے تو آکھ روٹی ہے اور جب آکھ
روٹی ہے تو ہاتھ آکھ کو پچھتے ہیں۔
☆ پاؤں پھسل جائے تو جسمانی چوٹ لگے گی مگر
زبان کو نیچے دے دیا جاتی چوٹ کا باعث ہو سکتی ہے۔
☆ صبر اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا ہونے والا

بہت بڑا نعمت ہے۔
☆ تہجد کے وقت آکھ کھلے تو کچھ تو آسان سے کال
آتی ہے، تمکھار ہو تو وصول کرو۔
☆ جتنی محنت سے لوگ جہنم خریدتے ہیں، اس
سے آدھی محنت میں جنت ملتی ہے۔
ازینا یسین اقبال، لاہور

ہم مسافر ہیں میری جان

ہم مسافر ہیں ہر کی جان مسافر تیرے
ہم تو ہمارے ہی کی ڈر جاتے ہیں
اور محبوب سے بھی
اپنے قدموں کے نشانوں سے مٹا دیں جلو کے دے
راتے شبے میں آ جاتے ہیں
ہم مسافر ہیں ہر کی جان مسافر تیرے

”کار۔۔۔ پاپرو فیئر سے سوچتے ہوئے کہا۔“ میں
نے راستے میں ایک صاحب کو ٹکٹ دی تھی۔ یہاں تک کر
میں نے ان کا شکریہ ادا کیا معلوم نہیں پھر کار کہاں چلی
گئی۔“
از: صبا نور زید

غزل

غم کی بارش نے بھی تیرے پیش کو چھو نہیں
تو نے مجھ کو کھو دیا، میں نے تجھے کھو نہیں
نید کا پلکا گلابی سا بخار۔ آنکھوں میں تھا
میں لگا جیسے وہ شب کو در یک سوا نہیں
ہر طرف دیوار دور داران میں آنکھوں کے جہم
کہہ کئے جوں کی حالت وہ لبر کو نہیں
جرم آدم نے کیا اور نسل آدم کو سزا
کاٹا ہوں زندگی بھر میں نے جو بڑا نہیں
جاتا ہوں ایک ایسے شخص کو میں بھی نہیں
غم سے بھر ہو گیا کہیں بھی رویا نہیں

محبت اب نہیں ہوگی

ستارے دھندلے ہو گئے ہیں
کسی کی چشم تیراں میں
لانا تم جو ہوئی ہیں
عطا اور دباراں میں
یہ بات تو حق میں
وہ ناشادیں ہوگی
محبت اب نہیں ہوگی
یہ کچھ دن بعد میں ہوگی
گزر جائیں گے جب بد دن
یہاں کی یادیں ہوگی

نظا علی، مید ر آباد

یاد بہت تم آئے ہو

جب رات کی ناکھن ڈالتی ہے
نہیں میں بڑبڑاتا ہے
جب چاند کی کہیں تیری ہے

☆ عربیہ باز..... کوئی
 مانا سکوں نواز ہے ہر شے بہار میں
 تیرے بغیر جین نہ آئے تو کیا کروں
 ☆ نیلوفر خان..... بہارہ کھو
 یہ خود کو لہادوں میں چھپانے والے
 بات کرتے ہیں تو اوقات نکل آتی ہے
 ☆ شامانہ..... جنب لب لکڑ، کراچی
 اب کیا کہیں کہ تم سے محبت ہی اور ہے
 لیکن دردوں دل تو روایت ہی اور ہے
 ممکن ہے تیرے حق میں نہ ہو فیصلہ کوئی
 یہ دل ہے اور دل کی عدالت ہی اور ہے
 ☆ کجبت اعوان..... سرگودھا
 میں تجھے دھوڑنے یادوں کی کھلی سڑکوں پر
 خشک چھن کی طرح روز بھر جاتا ہوں
 ☆ شروت سجاد..... لندن
 بے خبر لوگ کہاں اور سچائی کہاں
 اب کٹا ہوا کسی ورا یا بہادی جا میں
 ☆ سرنگبخت شاعر..... کراچی
 کچھ صبح تنہا کے تقاضوں کو بھی سمجھو
 کافی نہیں کہنا کہ سر ہو کے رہے گی
 ☆ آسیہ عاشق..... کینیڈا
 اک چارخہ بننے میں غم کیا تھا جیسے
 سانس آتے جاتے میں اب بھی ہاتھ لاتی ہے
 ☆ ستارہ شاہد وارث..... راولپنڈی
 منٹریں رساتوں کی وصل ہوئیں
 پوچھتے کیا ہو تم مسامت کی
 گون کس کے لیے تپا ہوا
 کیا ضرورت ہے اس وضاحت کی
 ☆ فرخندہ اعوان..... سرگودھا
 متارہ ذہیت میں شامل رہے ہزاروں رفیق
 وہ جس کی چاہ بھی دل کو دھر نہ ملا
 ☆ ☆ ☆

☆ کجبت اعوان..... سرگودھا
 رکھتے ہیں لوگ پچھلے مراسم کا کچھ لحاظ
 اس نے تو ہم سے یہ بھی مرود نہیں رکھی
 ☆ علی شاہین..... درجیم یارخان
 تم مجھ میں اترو میرے لبو کی طرح
 میری روح کے رقیب ہو جاؤ
 تم جو چھپو دور گھٹ جائے
 آؤ میرے طیب ہو جاؤ
 ☆ فرخا الطارق..... سرگودھا
 قصور تو بہت کیے ہیں زندگی میں
 پرستہ وہاں لی جہاں ہے قصور تھے ہم
 ☆ پروین افضل شاہین..... بہاولپور
 جن سے ملنا قسمت میں نہ ہو صاحب
 ان سے محبت، کمال ہوتی ہے
 ☆ صائمہ سید..... کراچی
 ان کو بلا کے اور پشیمان ہوئے جگر
 یہ کیا خبر بھی ہوئی میں کیا نہ جائے گا
 ☆ ذہیر منشاہق..... منڈی بہاؤ الدین
 جس کسی کی یاد آئے تھلا جاتا ہے دل
 جھکا جاتی ہے کچھ اس شان سے بزم وفا
 ☆ مجید فیاض گل..... کراچی
 رعب مغل دیکھو کو ہوش میں آئے تھے ہم
 ہوش اب اڑنے لگے ہیں رعب مغل دیکھ کر
 ☆ نسیم کوثر..... کراچی
 جتا جو عشق میں ہوئی ہے، وہ بجای نہیں
 ستم نہ ہو تو محبت میں، کچھ مزہ ہی نہیں
 ☆ شمیمہ بیگم..... جہلم
 اسے کہاں سلام موسم بہاروں کے نہیں رہے
 بھی ہے کبہرے ہیں ہو جب رقص کرتی ہے
 ☆ نسیم کمال..... راولپنڈی
 الاؤ بن کے دبیر کی سرد راتوں میں
 ترا خیال دل کے ملاپوں میں جتا ہے



☆ حارث قریشی..... ملتان
 تو فراموش نہ ہو مجھ کو، یہ ہے مرضی تیری
 تجھ کو جب چاہوں ہا ملوں یا اجازت مجھے دے
 ☆ ناز بیگم..... نوشہرہ کینٹ
 چمن کر لے گی مجھ سے مری پوچھی دنیا
 کھودیا میں سے محبت میں کمایا ہوا فیصل
 ☆ امینہ شیر..... سی ڈی پی
 بہت نزدیک رہ کر بھی اتنا نہیں ایک جیسی ہیں
 ظلم وہ نہیں کرتے، مخاطب ہم نہیں کرتے
 ☆ نور بیگم..... کوٹ اڈو
 آئیری آنکھوں میں گلاب دھروں
 کہ خواب خوشبو میں مغل کے آئیں تجھے
 ☆ بیگم شہناز..... ضلع جہلم
 میں تجھ کو اس لیے آنکھوں سے اوچل کر نہیں سکتا
 کہ کھوجا ہے تو چٹائی بڑی شکل سے لٹی ہے
 ☆ ممتاز خان..... کراچی
 کتنا ہے سخت جان مرا ذوق زندگی
 سو بار مت چکا ہے ترا سب آستان
 ☆ نا آصف اعوان..... عارف والا
 مرد دم سے ہے ادلی تو دشت میں بھی کم ہی ہوئی
 کون اس کی اور گئے پر بعد ہر کام کیا
 ☆ رفیعہ بدایلی..... کراچی
 کچھ نظر آتا نہیں ان کے قصور کے سوا
 حسرت دیدار نے آنکھوں کو اتھا کر دیا
 ☆ راجہ بلورین..... راولپنڈی
 نظر سے دور ہو کر بھی یہ تیرا درد بردہ رہتا
 کسی کے پاس رہنے کا سلیقہ ہو تو تم سا ہو

☆ حیدر ممتاز خان..... اسلام آباد
 زخم پڑتا ہی رہا اور دوا ہو نہ سکی
 ہم وفا کرتے رہے اور ان سے وفا ہو نہ سکی
 ☆ ساجد..... سی
 کتنے حسین لوگ تھے جوں کے ایک ہار
 آنکھوں میں جذب ہو گئے دل میں سا گئے
 ☆ نائین کول..... پسرور
 میرے مولا ہے اچھا ہے میری
 پرسکون دہر کی فغا کر دے
 ☆ جمیل نیاز..... ملتان
 میرے وطن تیری گھاس سدا سبکی رہیں
 ہرے درختوں پر چڑیاں سدا چبکی رہیں
 ہوا میں اس کی چٹکی رہیں کینوں پر
 نکھار آتا رہے سبز تر زینوں پر
 ☆ سارہ شاہ..... لاہور
 پھر گلاب کا موسم اس کی تر جاتی ہے
 پھر وہی محبت ہے پھر وہی کہانی ہے
 فیصلوں کے فصول میں یاد ہی نہیں ہم کو
 کس نے سر جھکایا تھاکس نے ہار مانی ہے
 ☆ مسیحہ جانو..... لاہور
 نظر اٹھا کرے ہو لوٹ جاتے ہیں نظروں سے
 انہی نظروں سے اٹھو گے تیرے لب نہ آئیں گے
 ☆ حمزہ نسیم..... گوجرانوالہ
 خدا کرے آئے وہ بھی دن
 تجھے جہن آئے نہ مجھ بن
 تو گلے ملے میں پرے پہلوں
 میری نہیں تو کیا کروں

موسیقی و آواز

[illegible]

جب پانی آوارہ جائے اور چیزوں کا عرق اچھی طرح نکل جائے تو چھان کر استعمال کریں۔ اپنی ہندسے کیوں اور کالی مریج یا پسا زیرہ چھڑک کر بھی پی سکتے ہیں، نہایت مفید اور حریدار سوپ بنتا ہے۔

دال ساگ کو عام طور پر بنجائی ہے مگر چندر کے زم
داصل اور چوں سے بہت مزیدار دال بنتی ہے۔ چندر
کیک بہت مفید، کارآمد اور صحت بخش برزی ہے۔ چندر کی
چندر گوشت، چندر تیر اور چندر کی سلاخ
کے ساتھ، ساتھ چندر کا جویں اور حلوہ بھی پسند کیا جاتا
ہے۔ آج چندر دال آپ کے لیے بنائی جا رہی ہے جو
ہندی سے اشیائے کرکٹیں۔

چند کے تازہ ہوتے آدھا کلو۔ دالی سوک چمکا دو، کب، اور کب، بہن، دو ٹیبل اسپن (دووں ہارک کاٹ) میں کڑوا، ثابت آدھا لی اسپن کی سرخ مرچ حسیہ ڈالنے۔ ہری مرچ ہارک کاٹ میں دھکی اپنے ڈالنے کے حساب سے لے لیں۔ پھولی، ایک لی اسپن۔ نمک، حسیہ ڈالنے۔ بھار کے لیے تیل، کڑی پتہ، ثابت سرخ مرچ، سفید زیرہ، ایک لی اسپن۔ ایک راز دو سنانے لیں، ہارک کاٹ لیں۔

عام دالوں کی طرح دال مونگ صاف کر کے دھولیں۔

چند روز کے بعد اور بزمِ مصلحت کی ایک کاپی لکھیں۔ چونکہ بہت خیال سے دھوئیں کے کرکراہٹ نہ رہ جائے۔ دھبی میں دال اور پیسے ایک تھوکہ یاد دہانی ڈال کر چادریں۔ اس میں ہلدی، تنک، مرچ، زہرہ بہن، ادورک، ڈال کر دال خوب کھا لیں۔ دونوں چیزیں تقریباً مکمل جائیں تو مناسب پانی رکھ کر دھ کر لے۔ اتار لیں اور پانی کی اشیا مثل میں کرکڑا کر اچھا سا بھجوا رکھیں۔ سادہ ابلے چاول یا چچائی کے ساتھ بہت مزے سے کھا لیں۔

اشیاء کا وزن، بیف، مٹن، تیرہ، 500 گرام۔ (ایک بار
 مشین سے نکالیں) یہی دوا چربی، 1/2 چائے کا کچھ، تھک
 حبیبہ ذائقہ تھل، حسب ضرورت۔ عیار، 1/2 کپ بادام،
 بہن پیسٹ، 2 کھانے کے کچھ، دھوا (بنا ہوئی) 1 چائے کا
 کچھ۔ لال مرچ (بھی ہوئی)، 1 چائے کا کچھ، تھک لڑکا گودا، 1/2
 کپ بادام کا جڑ، 2 کھانے کے کچھ۔ الائچی، 1/2
 کپ ساغر سے کی سفیدی، 1 ہرہ کا جڑ پیسٹ، ایک کچھ۔

ترکیب کے قیام میں حسب ضرورت چکی ہوئی دال
چینی اور انڈے کی سفیدی اچھی طرح ملا لیں اور کوفتے کی
شکل کے ہاتھ بنا کر رکھ دیں۔

ایک چٹن میں تل گرم کر لیں۔ پیاز و ایلن جب
 لکھنری ہو تو کار لیں جس اور بھی پیاز کی تل میں
 ڈالیں اور ک، بہن چپٹ ڈالیں پکا یا بخوش پھر لال
 سرخ اور پیاز پودا میں سرخ پھر لال کا چپٹ اور کاجو
 بھی چٹن میں ملایں اور اچھی طرح بخوش۔ پیاز سالاد
 طرح بھیجے جاتے تو ایک گالی پانی ڈالیں۔ اہل آنے پر
 کوٹنے ڈالیں اور تھوڑی تھوڑی روہین کو کھاتے ہیں، چچے
 بھی استعمال کریں، تھوڑی پر ہندو کھاتے ہیں اور کھانا
 ڈالیں۔ آخر میں پانی لال کر لکھنا میں اور اتار لیں۔
 دھماکا کرتے ہیں کہ کھانا کھاتے ہوئے ہر گھنٹے

از: محبت اعموان، سرگودھا

مہترین شعری ذوق رکھنے والے اپنے پاکیزہ، لازہب کی خدمت میں ہیں الا کو اسی شہرت یافتہ مہرول عام نامہ فیض احمد فیض کا خوبصورت کلاہ حاضر ہے...

کب یاد میں تیرا ساتھ نہیں کب بات میں تیرا مات نہیں
 حدِ شکر کہ اپنی باتوں میں اب ہجر کی کوئی رات نہیں

مشکل ہیں اگر حالات وہاں دل چاہیں جاں دے آئیں
دل والو کو جو حاناں میں کیا اے بھی حالات نہیں

جس دمج سے کوئی متقل میں گیا وہ شان سلامت راتی ہے
 یہ جان تو آئی حانی ہے اس حاس کی تو کوئی بات نہیں

میدانِ وفا دربارِ نہیں یاں نام و نسب کی پوچھ کہاں
عاشق تو کسی کا نام نہیں کچھ عشق کسی کی ذات نہیں

گر بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگا دو ذر کیسا
گر جیت گئے تو کیا کہنا مارے بھی تو بازی مات نہیں

تمہاری یاد کے جب زخم بھرنے لگتے ہیں
کسی بہانے تمہیں یاد کرنے لگتے ہیں

حدیث یار کے عنوان نکھرنے لگتے ہیں
تو ہر حریم میں گیسو سنورنے لگتے ہیں

ہر اجنبی ہمیں محرم دکھائی دیتا ہے
جواب بھی تیری گلی سے گزرنے لگتے ہیں

مہارے کرتے ہیں غربت نصیب ذکرِ وطن
تو چشمِ صبح میں آنسو ابھرنے لگتے ہیں

وہ جب بھی کرتے ہیں اس نفعِ دلب کی بنیاد پر
فضا میں اور بھی نفع بکھرنے لگتے ہیں

در نفس پہ اندھیرے کی مہر لگتی ہے
تو فیضِ دل میں ستارے اترنے لگتے ہیں

13 فروری 1911ء تا 20 نومبر 1984ء



ادارتیجک کا سامان فرمادے گا۔

کاروبار کی بحالی کے لیے

☆ اگر کسی کاروبار بند ہو گیا تو وہ کاروبار کی بحالی کی نیت سے سورہ جہ نملہ کی تہجد کے بعد بھیجیں جس کا بارے میں روز تک پڑھے۔ انشاء اللہ کاروبار بحال ہو جائے گا۔

کاروبار میں ترقی اور برکت

☆ اگر کوئی شخص اپنی دکان میں یا اپنے کاروبار کی جگہ پر سورہ قمر کی تلاوت کرے تو اسے برکت اور ترقی ملے گی۔

☆ حدیث شریف سے مروی ہے کہ اگر سورہ جہ نملہ پڑھے تو اسے برکت اور ترقی ملے گی۔

کاروبار کی حفاظت

☆ اگر کوئی شخص اسم مبارک یا ربیع کا بکثرت ورد کرے گا تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کے مال، کاروبار، اہل و عیال اور روزگار وغیرہ کی حفاظت فرمائے گا اور اسے جنوں یا عاصیوں کے ہاتھوں لاحق ہو سکے والے نقصانات سے محفوظ رکھے گا۔

کاروبار میں رکاوٹ

☆ اگر کسی شخص کے کاروبار میں کوئی رکاوٹ ہو تو وہ سورہ لہجہ کو اپنے کاروبار کے مقام پر روزانہ گیارہ مرتبہ پڑھے۔ انشاء اللہ اس کے کاروبار میں حائل ہر رکاوٹ رفع ہو جائے گی اور اسے اپنے کاروبار سے کثیر نفع حاصل ہونے لگے گا۔

کشائش رزق اور چار قل

☆ سورہ اخلاص کا پڑھنا باعث رمت ہے۔ رزق میں زیادتی و فراخی کے خواہوں کے لیے سورہ اخلاص آپ حیات کی طرح ہے۔ رزق حلال میں اضافے کے لیے چاہے کہ روزانہ نماز فجر کے بعد اس مرتبہ

گیارہ مرتبہ سورہ حمل پڑھے تو اللہ اپنے فضل و کرم سے تیرے روزگار میں برکت لائے گا۔

☆ اگر کوئی شخص اسم مبارک "یا قیوم" کا بکثرت ورد کرے گا تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کے کاروبار، مال و اسامی اور تجارت میں ترقی عطا فرمائے گا۔

☆ مختلف روایات اور احادیث سے ثابت ہے کہ استغفار کا کثرت سے ورد بھی رزق میں برکت اور عفویت سے نجات دلاتا ہے۔

☆ فجر کی نماز میں سنتوں اور فرض کے درمیان سو مرتبہ پڑھنا باعث برکت و ترقی ہے۔

سبحان اللہ و بھمدہ سبحان اللہ

العظیم و بھمدہ استغفر اللہ

☆ اگر کوئی شخص قرض کے بوجھ سے دبا ہو تو ہر روز صبح شام پڑھ جائے۔ بطور وظیفہ ستر مرتبہ اس دعا کو پڑھا جائے کہ بعد.....

اللهم الکفنی بھلاک عن حرامک و

اغثنی بفضلك عن سواک

☆ اور اس کی قرض اگر استطاعت سے باہر ہو تو سورہ تحریم کی ہر کلمت تلاوت کرنے سے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے قرض کے ادا ہونے کی صورت پیدا فرمادے گا۔

☆ اور اس کی قرض کے لیے بعد نماز جمعہ سات مرتبہ سورہ

کہا کہ تلاوت اور پوری کتب کی اور قرض سے دعا کی جائے،

انشاء اللہ قرض سے خیر خزانے کے سامان ہوں گے۔

☆ اگر کسی پر قرض ہو اور اس کے اترنے کا

سامان نہ ہو تو ہر نماز کے بعد سورہ حمل ایک مرتبہ پڑھی جائے۔ پہاڑ کے برابر قرض ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی

اسمائے حسنیہ

اسمائے مبارکہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"انعمے نام خدا ہی کے خاص ہیں تو اسے انہی ناموں سے پکارو اور جو لوگ اس کے ناموں پر کثرت کرتے ہیں انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو وہ بہت جلد اپنے گرفت کی سزا پائیں گے۔"

پس اللہ کے اسمائے مبارکہ کے ساتھ اللہ کا بڑی سے پکاریں، اپنے دینی اور دنیوی مسائل کے حل کے لیے جس اسی سے مدد مانیں۔ ان اسمائے حسنیہ کے ساتھ کہہ دو دعاؤں کو سننے والا اور انہیں قبول کرنے والا ہے۔

اسمائے حسنیہ کے خواص

رزق میں برکت و کشادگی کے لیے

☆ ہر نماز اور عشا کی نماز کے بعد اللہ کے اسم مبارکہ "یا رزاق" کا اول آخر گیارہ بار درود شریف کے ساتھ 119 مرتبہ روز رزق میں برکت کا باعث ہے۔

☆ "یا رزاق" کے کثرت سے ذکر سے مکان، دکان، باغ میں برکت اور رزق میں دست پیدا ہوتی ہے۔

☆ روزانہ ایک ہزار مرتبہ "یا نعم" کا درود کرنا بھی رزق میں برکت اور کشادگی کا باعث ہے۔ اس کا درود

کرنے والے کو اللہ بھوک اور پیاس کی شدت سے محفوظ رکھے گا۔

☆ اگر کوئی شخص ہر روز گیارہ سو گیارہ (1111)

مرتبہ اسم مبارکہ "یا نعم" اور چالیس مرتبہ یا کم از کم

سورہ اخلاص پڑھ لیا کرے۔ نماز ظہر کے بعد بائیں مرتبہ، نماز عصر کے بعد چپیں مرتبہ اور نماز مغرب کے بعد چپیں مرتبہ اور نماز عشا کے بعد چپیں مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ لیا کرے اور کوشش کرے کہ ہر نماز کے بعد جس قدر تعداد میں سورہ اخلاص پڑھے اسی تعداد میں اول و آخر درود ابراہیمی بھی پڑھے۔ یہ وظیفہ ہمیشہ کرے، انشاء اللہ رزق میں زیادتی اور فراخی عطا ہوگی۔ بظہر باری تعالیٰ بھی رزق میں کمی نہیں ہوگی۔

☆☆☆

دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں؟

لوگوں نے ایک دفعہ حضرت ابراہیم ادریم علیہ السلام سے سوال کیا، کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعائیں قبول کیوں نہیں فرماتا؟ آپ نے فرمایا۔

1۔ تم خدا کو جسے ہو کہ اس کی اطاعت نہیں کرتے۔

2۔ رسول مکی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانتے ہو مگر ان کی پیروی نہیں کرتے۔

3۔ قرآن کریم پڑھتے ہو مگر اس پر عمل نہیں کرتے۔

4۔ اللہ تعالیٰ کی کثرت کلمات ہو مگر خدا کو نہیں پڑھتے۔

5۔ جانتے ہو کہ جنت اطاعت کرنے والوں کے لیے ہے مگر اس کی طلب نہیں کرتے۔

6۔ جانتے ہو کہ دوزخ نیکوکاروں کے لیے ہے مگر اس سے نہیں ڈرتے۔

7۔ شیطان کو دشمن جانتے ہو مگر اس سے دوستی کرتے ہو اور وہیں بھجاتے۔

8۔ خویش و آقا کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرتے ہو مگر جنت نہیں چاہتے۔

9۔ موت کو برحق جانتے ہو مگر عاقبت کا کوئی سامان نہیں کرتے۔

10۔ دوسروں کی عیب جوئی کرتے ہو مگر اپنی برائیوں کو کھڑک نہیں کرتے۔

بھلا اللہ تعالیٰ کی دعائیں قبول ہوں۔

☆☆☆



ڈاکٹر ولما رشواہے برہمنی کی مندرجہ ذیل ادویات استعمال کریں۔ 3 ماہ بعد کیفیت سے مطلع کریں۔
Calc. Carb 30, Theridion 30
5.5 قطرے 1/2 گلاس پانی میں 3 مرتبہ۔

بچے کی پیدائش کے بعد پیٹ بڑھنا

گھبراہٹ..... لاہور

میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرا پیٹ بہت بڑھ گیا ہے بیٹے کی پیدائش کے بعد، چنانچہ ناول ہو گا۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میرا رگ بہت سافولا ہو گیا ہے۔ میں چاقی ہوں کہ پہلے جیسا صاف اور گورا ہوجائے اس کے لیے کئی کئی دوائیاں۔ جواب: بیڑی ڈاکٹر نے آپ کو کچھ درزیں بتائی ہوں وہ کریں۔

آکر دیکھ دو وہ نہیں پاری ہیں تو مندرجہ ذیل ادویات ڈاکٹر ولما رشواہے برہمنی کی استعمال کریں۔
Sarsapilla 3x, Calc. Carb 30
Podophyllum 30
5.5 قطرے ایک گلاس پانی میں دن میں 3 مرتبہ کھانے سے 1/2 گھنٹے پہلے۔ دن میں 3 گلاس پانی، پیتے کا ساڑھے گلاس۔ 3 ماہ بعد کیفیت سے مطلع کریں۔

ایک ماہ کی زیادتی

نرس..... شیخوپورہ

میرا مسئلہ یہ ہے کہ جب میں پندرہ سال کی تھی تو میری بڑیاں آسے تھے۔ مختلف ڈاکٹر نے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ٹھیک ہو جائے گا لیکن پھر پندرہ مئی۔ سال کے آخر تک شروع ہو گئے تھے۔ پھر پندرہ مئی تقریباً ایسی حالت میں ہی گزرتا رہا، پھر بعد میں ٹھیک ہوئے کہ بعد وہاں وہی کیفیت مسلسل راتی۔ یہ کئی ڈاکٹر اور دیگر ڈاکٹر کو

دیکھیں۔ چنانچہ سترہ مئی سے کہ لیں اس اتاحت مندرجہ ذیل کے چار برہمنی گئے۔ است کے انہیں نہیں اور چاہیں۔ دوسرے ہوئے تاکہ میں پانی اور کچھ چڑھایا کریں۔ 3 ماہ تک ڈاکٹر ولما رشواہے برہمنی کی مندرجہ ذیل ادویات استعمال کریں
Album 30, Gelsemium 30, Calc. Carb 30,
کے 7 قطرے آسے گا اس پانی میں پہلے 2 پتے 2 گھنٹے بعد استعمال کریں۔ پھر 2 پتے ہر 3 گھنٹے بعد میں ایک ماہ بعد یعنی پانچ پتے سے ہر 4 گھنٹے بعد استعمال کریں۔
Viscum Pentarkan 89
Ptk اور Rhustox Pentarkan 10
5.5 قطرے 1/2 گلاس پانی میں دن میں 3 مرتبہ۔

نسوانی حُسن

عائشہ..... بانسہرہ

ڈاکٹر صاحب میں نے آپ کی بہت تعریف کی ہے آپ کے دوا سے میری جلد ٹھیک ہو جائے ہیں۔ میری عمر 20 سال ہوئی ہے۔ میری ریزہ کی ہڈی نیڑی ہے۔ جس کی وجہ سے میرا ایک کندھا دوسرے سے نیچے ہے۔ کمر میں بھی کئی کئی درد ہوتا ہے۔ اور نسوانی سن کی بھی کمی ہے۔ پلیرس اس کے لیے کوئی دوا بتائیں۔

جواب: میرے صرف اللہ وعدہ لاشرک کی ذات ہے جس کی کوئی شکرت نہیں ہے۔ 20 سال کی عمر میں دیکھیں بڑھتا۔ کر کے سیکس میں کمی سے کوئی علاج کیا ہے؟ نہیں اچھا اور اس سے پہلے جانی نشور مانا ہوتی ہے تو بھی بڑھتا ہے۔ اگر اس وقت توجہ دی جائے تو صحت کے چانس زیادہ ہوتے ہیں۔ میرا ہلال توازن خوراک میں جس میں ہر دین زیادہ ہو۔ لکھنے اور اچانک دلی دردیں کریں۔ 6 سے 8 گھنٹے کی نیندیں۔ سوئے گا اور دیکھیں اور ساتھ نیچے کچھ نہیں اور ناگیں سیدھی کر کے لیں اور ساتھ



شواہے ہومیوپیتھک



اس بات کی ضرورت کافی عرصے سے محسوس کر لی جارہی تھی کہ کسی مستعد ادارے کے تحت باہر تجربہ کار ہومیوپیتھک ڈاکٹر کو بلا کر جو لوگوں کی صحت کے مسائل کو اپنی ماہرانہ دوائی اور تجربے کی روشنی میں نہ صرف حل کرے بلکہ اس کی رہنمائی بھی کرے۔ لہذا اس سلسلے کے تحت ہماری کوشش ہوئی کہ ہم آپ کو مختلف امراض کے متعلق کچھ ایسی فراہم کریں اور آپ کے جوہت کے مسائل ہوں اس کو بلا کر کے ماہر تجربہ کار ڈاکٹر کے ذریعے حل کر سکیں تاکہ آپ کا معیار صحت بلند ہو لہذا آپ کے جوہی صحت کے مسائل ہیں انہیں ہمیں اس سچے پر لکھ دیجیے، ڈاکٹر حامد جنرل ہومیوپیتھک لیڈر آرام باغ روڈ کراچی 74200۔ ہم ماہنامہ پاکیزہ کے ذریعے آپ کی بیماری کے متعلق آپ کی رہنمائی کریں گے لیکن اس کے لیے اپنا مکمل نام، عمر، پتہ اور جو کما کر کرتے ہیں اس کے متعلق، ازدواجی حیثیت، بیماری کے متعلق، کب سے ہوئی کیا علاج کیا؟ کسی قسم کی کوئی رپورٹ ہوں تو اس کی فوٹو بھی جو بڑھنے کے قابل ہوں ساتھ میں بھی لکھیں تاکہ صحیح تشخیص کی جا سکے اور دوا بھی صحیح تجویز ہو۔ (اپنے علاقے میں دو دوائی لے کے صورت میں ہم سے رجوع کریں)

جلا ہوں۔ اب تک کافی بڑھ گئی ہے۔ سچ ہونے سے پہلے آکھم لکھ جاتی ہے۔ سو کے اٹھنے پر ہاتھ ہانا مشکل ہوتا ہے۔

کھٹنے کے آریٹھن کے بعد سے میں بستر پر لیٹی ہوتی ہوں۔ کمرٹ لینے پر بہت تکلیف ہوتی ہے۔ پیر پھیلنے نہیں کھڑے ہوئی ہیں۔ آج کل سانس کی دشواری بھی ہے۔ زبان خشک راتی ہے۔ خاص طور پر صبح کے وقت۔ جو کہ بھی نہیں لگتی ہے۔ میں کا مسئلہ بھی ہے۔ زبان پر چھالے لگی ہیں۔ بلڈ پریشر بھی بڑھا رہا ہے۔ تقریباً ہر روز بلڈ پریشر 140/100 ہوتا ہے۔

ہاتھ کا کچھتے ہیں۔ چائے کی پیالی پکڑنا مشکل ہوتا ہے۔ عامانگے کی پوزیشن میں ہوں تو بایاں ہاتھ ہلنا شروع ہو جاتا ہے۔

جواب: بخیر۔ اللہ آپ کو صحت و تندرستی دے۔ کھانے کو اچھی طرح چا کر کھائیں بصورت دیگر اس کو میٹ کر کے کھائیں۔ کھانے کے ساتھ اور دیر بعد پانی نہ پئیں۔ کھانے سے پہلے یا کھانے کے دو گھنٹے بعد

ہائی بلڈ پریشر اور درد

ڈاکی..... لاہور

میں کئی سال سے جڑوں کے درد کی شکایت میں

نوٹس

برائے شواہے ہومیوپیتھک

مارچ 2018ء

اپنا مسئلہ اس نوٹن کے ساتھ درج کریں۔ نوٹن کے بغیر آئے ہوئے مسئلوں پر جو تشخیص دی جائے گی۔ اپنا مسئلہ جس میں بھیجیں اس سینیٹ کا نوٹن استعمال کریں۔

نام:

پتہ:



چمک کر دیا۔ دوائی بھی لی۔
ڈاکٹر حکیم وغیرہ سے بھی دوائی لی
مگر کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوا۔
جواب: ایسا شروع ہوں تو آرام
کیا کریں (بیزریٹ) 3، ایک
Sabina 6، Phos 30،
5.5 کے Ferr. 5.5
قطرے دن میں 3 مرتبہ لیں۔ ہفتہ کے 7 دن شمار
کریں، باقی دن نماز اور قرآن پڑھ سکتی ہیں۔

چہرے پر دانے

نفسیہ..... راولپنڈی

میری عمر 20 سال ہے میرے چہرے پر دانے
نکل آئے ہیں شادی سے پہلے زیادہ ہوتے تھے اب
بھی دلتا دلتا ہوتے رہتے ہیں۔ میری شادی کو دو سال
ہو گئے ہیں میرا ایک بچہ ہے۔ مجھے ایسی کوئی دوا دیکر کہ
میرے دانے بخ ہو جائیں، میں نے کئی دفعہ دیکھا ہے کئی بی
ہے لیکن کوئی فائدہ ہوتا ہے۔ میری جلد چمکی ہے۔ قہقہے کی
حکایت بھی ہوتی ہے کبھی کبھی۔ میرے سر میں خشکی بہت
ہے بالوں کے سفید ہونے سے روکنے کے لیے بھی کوئی دوا
تجویز کریں۔

جواب: یہ بالکل مفروضہ ہے کہ خون خراب
ہوتا ہے تو چہرے پر دانے نکلتے ہیں، جلد کی صفائی نہ
ہو، شوگر، ذیابیطس، ہارمونز کی خرابی، ہائمنہ کے نظام کام
صحیح نہ ہونے وغیرہ سے بھی دانے نکلتے ہیں۔ لہذا
اشتراکی دواؤں سے اجتناب کریں۔ ماہر تجربہ کار
مسٹر کولائیڈائیو میڈیٹیشن صاحب سے علاج کریں گے۔
خشکی سرنگ کی ہے، کب سے ہے، ہال کب سے
سفید ہو رہے ہیں؟ ذہنی دباؤ سے بھی بالوں اور سر کی
جلد پر اثر پڑتا ہے۔ ایک ماہ تک ڈاکٹر دلما رشاد ہے
جڑنی کی مندرجہ ذیل ادویات استعمال کریں پھر
دوبارہ حال بتائیں۔ 30 Natr. mur 30
5.5 کے Asterias Rubens 30

قطرے، Jaborandi Q کے 15 قطرے
1/2 گلاس پانی میں دن میں 3 مرتبہ استعمال
کریں۔ Velaxan کی ایک گولی دن میں 3 مرتبہ
تھوڑے پانی کے ساتھ لیں۔

کمزوری و جربیان

امیر عجب خان..... ملکو

میری عمر 22 سال ہے۔ غیر شادی شدہ ہوں۔
تقریباً 6 سال سے مجھے جربیان کا مسئلہ ہے۔ قہقہے بھی
بہت ہے۔ برائے مہربانی کوئی ایسی دوا تجویز کریں
میرے لیے۔ بہت پریشان ہوں۔

جواب: 10 گلاس پانی روزانہ پیئیں۔ بیزریٹ
اور پھول کا استعمال زیادہ کیا کریں۔ سب سے دوسرے روز
کریں۔ کرا کر کھانے کے بعد 15 منٹ داک
کریں۔ سونے سے پہلے کوئی بھی چیز نہ کھایا کریں، اور
نہ پانی پیا کریں۔ پیشاب کر کے سو یا کریں۔ داکیں
کروٹ سے سو یا کریں۔ اچھے لوگوں کی صحبت اختیار
کریں۔ نماز کی پابندی کریں قرآن وحدیث کا ترجمہ
کے ساتھ مطالعہ کرنا شروع کریں۔

ڈاکٹر دلما رشاد ہے جڑنی کی دوا
30 کے 5.5 قطرے 1/2 گلاس پانی میں دن میں
3 مرتبہ لیں۔ ایک ماہ بعد کیفیت سے مطلع کریں۔

کیا قد بڑھ سکتا ہے؟

گشتہ..... ایبٹ آباد

میری سہیلی کی عمر 15 سال ہے۔ قد 4 فٹ 19 انچ
ہے۔ خاندان میں بھی زیادہ قد چھوٹے ہیں جس کی وجہ
سے میں بہت زیادہ پریشان ہوں۔ مہربانی فرما کر میری
پریشانی دور کریں۔

جواب: ہاں، باپ کے قد کے حساب سے بچپن کا
قد دیکھا جاتا ہے جو کہ آپ نے نہیں لکھا۔ ذہنی دباؤ بھی
قد پر اثر ڈالتا ہے، ہارمونز بھی اثر نماز ہوتے ہیں بعد
میں دوسرے مسائل بھی آسکتے ہیں۔



پچاس، ہینڈ وغیرہ) ڈاکٹر دلما
رشاد ہے
Ceanothus Q کے
10 قطرے 1/2 گلاس پانی میں

دن میں 3 مرتبہ استعمال کریں اور
Eupatorium 30 کے 5،
Perf 30 کے 5،
دن میں 3 مرتبہ استعمال کریں۔ تازہ صاف پانی وغذا
استعمال کریں، پہلے قہقہے کیا کریں۔ اللہ سے دعا
کیا کریں ہم آپ کے لیے دعا گو ہیں۔ ایک ماہ بعد
رپورٹ ودعالت کریں۔

ہیوک دفعی

اختری..... قلات

میری بیٹی 4 سال کی ہے۔ آئے انکو قہقہے کی
حکایت دیتی ہے۔ وہ پی اس کی صحت ہیوک ہے۔ ہر دو
دن بعد مشکل سے اور سخت ہوجاتی ہے۔ کھاتی جتنی بھی کم
ہے۔ کوئی اچھی دوا تجویز کریں۔

جواب: آپ نے یہ نہیں لکھا کہ پانی کتنا پیتی
ہے؟ پیئیں یا کھانے میں غذا کیا ہے؟ کتنا کھاتی ہے؟
تھانڈ کا ٹیسٹ کریں۔ کھانے میں بیزریٹ فروٹ
دریں۔ دال دلیا بھی استعمال کریں۔ ردلی چٹائی استعمال
کریں۔ جگ ٹوڈو ڈاؤن اور ڈاؤن کا استعمال نہ کریں۔ مکمل
کو کر گئیں۔ ڈاکٹر دلما رشاد ہے جڑنی کی مندرجہ ذیل
ادویات استعمال کریں، 30 Belladonna 30
Bryonia 30 دروں کے 5.5 قطرے 1/2
گلاس پانی میں دن میں 3 مرتبہ استعمال کریں۔

آنکھوں کے آگے چمکے اور موتیا

مظفر علی شاہ..... ڈیرہ غازی خان

میری عمر 55 سال ہے۔ مجھے شوگر کی بیماری تو نہیں
ہے ہاں ہائی بلڈ پریشر کی حکایت ہے۔ میں نے دور اور
نزدیک کی عینک لگوائی ہے، عینک سے فاصلہ نظر آتا ہے
لیکن بھی، سبھی ایسا رنگ ہے چھوٹے چھوٹے گول نشان

اچھا ماحول تا میں خوشگوار دوستوں جیسا، متوازن
خوراک، تازہ چل، سبز پانی، گوشت، دودھ دالیں
وغیرہ لیں۔ جگ ٹوڈو، کولڈ ڈرنکس، ہسٹون شربت سے
بچائیں، کئی، متوازن تازہ چھلکوں کا جوس سفید ہے اور اگر
پورا چل کھائیں تو زیادہ سفید ہے۔ نکلنے والی ورزش
کریں اور اپنی کمر کو دالیں مکمل کریں۔ 6 سے 8 گھنٹے کی
نیند لیں سوئے وقت سر کے نیچے لیٹیں اور ناٹکس
سیدھی کر کے لیں۔ ڈاکٹر دلما رشاد ہے جڑنی کی مندرجہ
ذیل ادویات استعمال کریں۔

Alfalfa Q کے 7 قطرے دن میں 3 مرتبہ
1/2 کپ پانی میں
Calc Phos 30، Calc
Fluor 30 کے 5.5 قطرے 1/2 کپ پانی میں
دن میں 3 مرتبہ استعمال کریں۔ 3 ماہ بعد حال
بتائیں۔

ہیپاٹائٹس

مصطفیٰ..... فیصل آباد

مجھے تین سال پہلے پر قن، اوتھا۔ مسلسل کئی ماہ
کی دواؤں کے علاج سے ٹھیک ہو گیا۔ مگر اب ایک تو
میری تہلی کا سائز بڑھ گیا ہے۔ اس کی وجہ سے میرے
Platelets کم ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ مجھے
ہومیو علاج بہت احماد اور ٹھیک ہے۔ میں آپ کو
اپنی میڈیکل رپورٹ انٹسٹ اور افراسائڈ وغیرہ
بجھ کر ہوں۔ برائے مہربانی کسی دوا میں تجویز کریں
جس سے میری تہلی کا سائز اور platelets صحیح
ہو جائیں۔

جواب: لوگوں کے مشورے سے کوئی بھی دوا
استعمال نہ کیا کریں۔ مستر ماہر معالج سے رابطہ کر کے
علاج کر لیا کریں۔ جو ہومیو چیک ادویات آپ کے
استعمال کی ہیں وہ غلط ہیں۔ سب سے بڑے ہیپاٹائٹس کے کم
ہونے، اسے ایلیٹن (اے ایس ٹی) کے بارے میں تو کم
دیا۔ لیکن اپنی ذہنی وجہات سے حالت ٹھیک بھی کران کے
بڑھنے سے آپ کو کیا محسوس ہوا ہے (درد، ہوک،

مؤثر کنٹرول کے ذریعے...

ذیابیطس کے ساتھ صحت مند زندگی بسر کیجئے

سیزیجیم شواہے آپ بہت کم دواؤں میں شامل دواؤں میں سے ایک ہے جو کم دواؤں کے ساتھ ساتھ دواؤں کی ضرورت کو کم کرتا ہے۔
سیزیجیم شواہے آپ کے دماغ میں متعلقہ دواؤں کی ضرورت کو کم کرتا ہے۔

سیزیجیم
شواہے

take control now!



Made in Germany

CMS آنڈ ڈرائیپس

آنکھوں جیسی نعمت کا تحفظ

CMS آنڈ ڈرائیپس جیسے دواؤں کے ساتھ ساتھ دواؤں کی ضرورت کو کم کرتا ہے۔
آنکھوں کے لئے بہت کم دواؤں میں سے ایک ہے جو کم دواؤں کے ساتھ ساتھ دواؤں کی ضرورت کو کم کرتا ہے۔



Made in Germany



Dr. Willmar Schwabe
Germany
From Nature. For Health.



سیزیجیم شواہے آپ بہت کم دواؤں میں شامل دواؤں میں سے ایک ہے جو کم دواؤں کے ساتھ ساتھ دواؤں کی ضرورت کو کم کرتا ہے۔
سیزیجیم شواہے آپ کے دماغ میں متعلقہ دواؤں کی ضرورت کو کم کرتا ہے۔

Dr. Hamid
General Homoeopathy Clinic

Al-Farooq Road, Faisalabad, Tel: 031-32112895
31 Al-Farooq Road, Faisalabad, Tel: 031-32112895
www.dr-hamid@schwabe.com

ایام کی زیادتی

انجم..... کراچی

میرے سہمراں پہلے ایک تھے لیکن بچے کی پیدائش کے کچھ عرصہ بعد سے بچہ بڑا کر سکا ہو گیا جبکہ سیزین ہوا تھا۔ 5 سال کا ہے۔ شکایت، چڑچاہی اور غصہ بہت آتا ہے۔ سستی اور کھلی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ قہقہے بچنے سے ہے لیکن دوائی لیے بغیر دیا میں دن بعد مشکل سے پائے جاتا ہے۔

جواب: Pelvis UIS کراکر رپورٹ بھیجیں تاکہ سچ دوا تجویز کی جاسکے۔ قہقہے کے لیے Bryonia 30 کے قطرے 5 آدھا کپ پانی میں 3 مرتبہ استعمال کریں۔

رنگ گورا کرنا

ریشم..... گلشن اقبال کراچی

میرا مسئلہ یہ ہے جیسے جیسے میں بڑی ہوتی ہوں میرا رنگ سناٹا ہوتا جا رہا ہے۔ چہرہ کچھ آہستہ سے دوا تجویز کریں۔ میں دعا میں دوسری کی...

جواب: متوازن غذا استعمال کریں، 8 گلاس پانی روزانہ پینا کریں۔ لہذا دواؤں کی پابندی کریں۔ سورج ٹھکے وقت تازہ ہوا میں سانس لیں اور چمک لگیں۔ چمکوں دہا کر لیں۔ پوری نیند لیا کریں۔ پارٹی کیو، چمک ٹوڈز اور مرگن غذاؤں سے پرہیز کریں۔ ڈاکٹر ولما شواہے جرنی کی مندرجہ ذیل ادویات استعمال کریں۔ Phos 30، Calc، Sarsaparilla 30، Antimony Tart 30 کے قطرے 5، 5 آدھا کپ پانی دن میں 3 مرتبہ لیں۔ ایک ماہ بعد حال بتائیں۔

نظر آتے ہیں۔ میرے لیے ادویات تجویز کر دیں جس سے میں خشک ہو جاؤں اور موتیا سے بھی بچ سکوں۔

جواب: ایسا اصرار کی ضرورت نہیں ہے کہ میں ہوسکا ہے اس کے Alfalfa کے 11 قطرے 1/2 کپ پانی میں دن میں 3 مرتبہ کھانے کے ایک گھنٹے بعد میں۔ Ferrum Phos 30 صبح 5 قطرے 1/2 کپ پانی میں ملا کر پیئیں۔ Physostigma 30 کے 5 قطرے دن میں 3 مرتبہ 1/2 کپ پانی میں پیئیں۔ ڈاکٹر ولما شواہے جرنی کی Cineraria Maritima ایک کپ قطرہ دونوں آنکھوں میں صبح دوپہر اور رات لائیں۔ اور Cratex کی ایک کپ دن میں 3 مرتبہ نمونے پانی کے ساتھ ساتھ 2۔ ماہ بعد کیفیت سے مطلع کریں۔

دومہ

اسما عیسیٰ..... مومن آباد

میں درد کا مریض ہوں یا سس کی تالیوں میں ریشم پیدا ہوتا ہے۔ سانس لینا مشکل ہوتا ہے کوئی ایسا نسخہ تجویز کریں۔

جواب: سانس کی تالیوں میں جلیقہ کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ٹھنڈی، کھلی مٹھا دلی ایضا استعمال نہ کریں اور زیادہ پیچھی ایشیا اور میدے سے بنی ہوئی چیزوں کا استعمال نہ کریں۔ ایک ماہ تک ڈاکٹر ولما شواہے جرنی کی مندرجہ ذیل ادویات استعمال کریں۔ Arsenic Alb 30، Antimony Tart 30 کے قطرے 5، 5 آدھا کپ پانی دن میں 4 مرتبہ استعمال کریں۔



Dr. Willmar Schwabe Germany

Available at All Medical & Homoeopathic Stores

شواہے سنگل ریمیڈیز گھر بھر کی صحت کے لیے کلاسیکل ہومیوپیتھی

ماہنامہ پاکیزہ 2018